خطباتِ صدّیقیہ
جلد اول
خطیب پاکستان
مولانا محمد صدیق ملتانی مدظلہ العالی
خطیب مرکزی سنی رضوی جامع مسجد جھنگ بازار۔ فیصل آباد

خطباتِ صدیقیہ
جلد اوّل
خطیبِ پاکستان مولانا محمد صدیق ملتانی مدظلہ العالی
خطیب مرکزی سُنی رضوی جامع مسجد جھنگ بازار فیصل آباد
مکتبہ نوریہ رضویہ
گلبرگ اے فیصل آباد

نام کتاب ---------- "خطباتِ صدیقیہ" جلد اوّل
مصنف ---------- مولانا محمد صدیق صاحب ملتانی
تزئین واہتمام ---------- سید حمایت رسول قادری
کتابت ---------- محمد اکرم جاوید
پروف ریڈنگ ---------- حافظ رب نواز سیالوی
---------- فاضل دارالعلوم نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد
صفحات ---------- ۳۸۴
اشاعت اوّل ---------- فروری ۲۰۰۴ء
تعداد ---------- ۱۱۰۰
مطبع ---------- اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز، لاہور
ناشر ---------- مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
قیمت ---------- / روپے

ملنے کے پتے

۱ — مولانا محمد صدیق ملتانی
خطیب مرکزی سنی رضوی جامع مسجد جھنگ بازار فیصل آباد فون نمبر 0300/6608706

۲ — نوریہ رضویہ پبلی کیشنز
۱۱، گنج بخش روڈ لاہور، فون نمبر 7313885

۳ — مکتبہ نوریہ رضویہ
گلبرگ اے فیصل آباد فون نمبر 626046

پیش لفظ

بہت سے علماء نے وعظ و نصیحت کی کتابیں لکھی ہیں لیکن ان کتب وعظ کا نتیجہ اچھا برآمد نہیں ہوا۔ میدان تقریر میں آنے والے نوواردان کتابوں پر تکیہ کر کے استراحت کے خوگر بن جاتے ہیں اور خود تحقیق و تفتیش نہیں کرتے جس کا انجام یہ ہوا کہ علمی انداز میں بولنے والے مقررین میں کمی ہو گئی۔ اس لئے میں وعظ کی کتاب لکھنا پسند نہیں کرتا تھا لیکن بہت سے مخلص علماء نے بار بار مجھے مشورہ دیا کہ آپ اپنی تقاریر لکھیں ان کے شدید اصرار نے مجبور کیا تو آخر کار قلم کو جنبش دینی پڑی اور عزم صمیم کر لیا کہ اپنے تمام خطبات کو زیور طباعت سے مزین کر دیا جائے تاکہ آنے والی نسل کے لئے ایک علمی تحقیقی سرمایہ فراہم ہو جائے اور یہ میرا کوئی ذاتی کمال نہیں بلکہ میری تقریر و تحریر کا فن مرہون منت ہے۔ میرے استاد گرامی میدان خطابت کے شہنشاہ لطافت نکتہ آفرینی میں اپنی مثال آپ، حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی کا جنہوں نے بڑی محبت سے اس فقیر کو کتابوں سے موتی نکالنے کا طریقہ سکھایا۔

دعا ہے کہ میری اس حقیر کوشش کو خدا تعالیٰ بطفیل مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم قبول تام سے سرفراز فرمائے اور اس ناکارہ خلائق کے لئے ذریعۂ نجات و غفران بنائے۔ آمین ثم آمین!

محمد صدیق ملتانی

اَلاِنتساب

احقر العباد فی الاقطار الجہانی **محمد صدیق ملتانی،**
اپنی اس حقیر سعی و کوشش اور جد و جہد کو شہباز لامکانی محبوب سبحانی، قندیل نورانی، آفتابِ شریعت، مہتابِ طریقت، واقف اسرارِ حقیقت، علم معرفت کے نیرِ تاباں، ہادیٔ گم گشتگاں، سید السادات، صاحبِ عظیم البرکات، خونِ رسولؐ، اولادِ بتولؓ، پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت

جناب سید دولت حسین شاہ صاحب قادری

زیب آستانہ عالیہ نیو داڑیاں شریف کھلابٹ ٹاؤن ہری پور ہزارہ کی بارگاہِ بیکس پناہ میں بصد ادب واحترام اور بصد عقیدت و نیاز پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔
جن کی خصوصی شفقت اور نگاہ لطف و کرم کی بدولت اس فقیر کو اپنی ظاہری اور باطنی اصلاح کی دولت نصیب ہوئی۔

سوئے دریا تحفہ آوردم صدف
گر قبول افتد زہے عزّو شرف

بندہ ناچیز
محمد صدیق ملتانی،

فہرست مضامین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برکاتِ تسمیہ

احادیث:

حدیث نمبر ۱: عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب معلم کے پڑھانے سے بچہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھتا ہے تو اس سے خدا تعالیٰ استاد شاگرد اور بچے کے والدین کو جہنم سے آزاد کر دیتا ہے۔

حدیث نمبر ۲: اگر زمین پر کوئی ایسا کاغذ پڑا ہو جس پر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لکھی ہو اور کوئی آدمی جلالتِ الٰہیہ کے پیشِ نظر اس کو زمین سے اٹھا لے تو خدا تعالیٰ اس کا نام اپنے ہاں صدیقوں میں لکھ دیتا ہے اور اس کے والدین کے عذاب میں کمی کر دی جاتی ہے اگرچہ وہ دونوں مشرک ہی کیوں نہ ہوں۔

حدیث نمبر ۳: حضور علیہ السلام نے فرمایا: اگر وضو کرتے وقت تسمیہ نہ پڑھی جائے تو وہی اعضاء پاک ہوتے ہیں جو وضو میں دھوئے جاتے

ہیں اور اگر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ لی جائے تو سارا جسم پاک ہو جاتا ہے۔

حدیث نمبر ۴: رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: قیامت کے دن ایک آدمی کے ہاتھ میں اس کا نامۂ اعمال دیا جائے گا۔ اس میں اس کے گناہ ہونگے وہ اپنی دُنیاوی عادت کے مطابق بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر اپنے ہاتھ میں لے گا تو وہ بالکل سفید ہو جائے گا اس میں کوئی گناہ باقی نہ رہے گا وہ بندہ کہے گا اس نامۂ اعمال میں تو کچھ بھی نہیں میں کیا پڑھوں اس سے کہا جائے گا تسمیہ کی برکت سے تمام گناہ مٹا دیئے گئے ہیں۔

حدیث نمبر ۵: نبیِّ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن جب مومن بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر پُلصراط پر قدم رکھے گا تو جہنّم کی آگ اس کے قدموں کے نیچے سے پکار کر کہے گی۔ اے مومن گزر جا تیرے نور نے میرے شعلے کو بُجھا دیا ہے۔

حدیث نمبر ۶: ارشادِ نبوی ہے کہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنے سے چار ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں، چار ہزار گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور چار ہزار درجات جنّت میں بلند ہو

جاتے ہیں۔

حدیث نمبر ۷: حضور علیہ السلام نے فرمایا: قیامت کے دن اس امت کے اعمال نامے تولیں جائیں گے تو اس امت کی ایک رکعت کا وزن بنی اسرائیل کی ایک ہزار رکعت کے برابر ہو گا بنی اسرائیل اس کی وجہ پوچھیں گے ان سے کہا جائے گا یہ ان کی نماز میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کی برکت ہے۔

حدیث نمبر ۸: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھی خدا نے اس کے تمام پہلے گناہوں کو معاف کر دیا۔ خدا تعالیٰ نے آسمانوں کو ستاروں سے زینت دی ہے فرشتوں کو جبرئیل سے جنت کو حور و قصور سے انبیاء علیہم السلام کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اور قرآن کو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سے زینت دی۔

حدیث نمبر ۹: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جبریل علیہ السلام تسمیہ لے کر آئے تو عرض کی یا رسول اللہ میں آپ کی امت کے بارے میں خائف تھا لیکن جب خدا نے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نازل کی تو دل کو تسلی ہوئی کہ خدا تعالیٰ ان کلمات کے ساتھ کسی کو عذاب نہ دے گا۔

حدیث نمبر ۱۰: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جب بندہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھتا ہے تو اُسے سات سو سال کی عبادت کا ثواب ملتا ہے اور اُس کی وجہ یہ ہے کہ جب خُدا تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا تو اُس کی طرف ہیبت سے دیکھا وُہ پھٹ گئی۔ خُدا نے فرمایا: قیامت تک کے حالات لکھ عرض کی ابتدا کیسے کروں فرمایا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سے قلم نے سات سو سال میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھی، خُدا تعالیٰ نے فرمایا: مُجھے اپنے عزّ و جلال کی قسم! اُمّتِ مُصطفٰے کا جو آدمی اور عورت بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھے گا اُس کو سات سو سال کی عبادت کا ثواب دُوں گا۔

حدیث نمبر ۱۱: معراج کی رات حضُور علیہ السّلام نے جنّت میں چار نہریں دیکھیں جبریل سے پُوچھا یہ کہاں سے جاری ہیں اُنہوں نے لاعلمی ظاہر کی ایک اور فرشتے نے کہا اِن چاروں نہروں کا چشمہ میں دکھاتا ہُوں وُہ ایک جگہ آپ کو لے گیا جہاں درخت کے نیچے ایک عمارت بنی ہُوئی تھی اور دروازے پر قفل تھا اس کے نیچے سے یہ چاروں نہریں نکل رہی تھیں، ارشاد فرمایا: اُس کا دروازہ کھولو عرض کی اس کی کُنجی آپ کے پاس ہے یعنی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

آپ نے تسمیہ پڑھ کر قفل کو ہاتھ لگایا تو قفل کھل گیا۔ اندر جا کر دیکھا کہ اس عمارت کے چار ستون ہیں اور ہر ستون پر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لکھی ہے۔ بسم کے میم سے پانی کی نہر جاری ہے۔ اللہ کے ہ سے دودھ جاری ہے۔ رحمٰن کی میم سے شراب اور رحیم کی میم سے شہد جاری ہے۔ اندر سے آواز آئی اے محبوب آپ کا جو اُمتی بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھے گا وہ ان چار نہروں کا مستحق ہوگا۔

اخبار

خبر اوّل: حضرت عیسٰی علیہ السّلام ایک قبر کے قریب سے گزرے دیکھا کہ عذاب کے فرشتے اس قبر میں عذاب دے رہے ہیں جب آپ اپنی حاجت سے فارغ ہو کر واپس ہوئے تو دیکھا کہ اسی قبر میں فرشتے نور کے طبق لے کر حاضر ہیں۔ آپ کو تعجب ہوا۔ نماز پڑھ کر خدا سے دعا کی یہ معاملہ کیا ہے۔ خدا نے ارشاد فرمایا: یہ صاحبِ قبر گنہگار تھا۔ اس وجہ سے عذابِ قبر میں مبتلا تھا۔ اس نے اپنی بیوی کو حاملہ چھوڑا اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا جب بڑا ہوا تو اُستاد کے پاس پڑھنے گیا۔ اس نے اس بچے کو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھائی

مجھے حیا آئی کہ جس کا بچہ مجھے رحمٰن ورحیم کہہ کر یاد کرے میں اُسے عذاب میں مُبتلا کروں۔ جب حضرت عیسٰی کے ایک اُمّتی کے بچے کے تسمیہ پڑھنے کی یہ برکت ہے تو محمّدی دن رات خلوصِ نیّت سے تسمیہ پڑھے گا اُسے خُدا کیوں نہ عذاب سے محفوظ فرمائے گا۔

خبر دوم: خُدا تعالٰی نے حضرت موسٰی علیہ السّلام کی طرف وحی کی اے موسٰی میں اُمّتِ مُصطفٰے صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اپنے تین نام ایسے عطا کروں گا کہ وُہ اگر ان ناموں سے دُعا کریں گے تو میں اُن کی دُعا قبول کروں گا۔ موسٰی علیہ السّلام نے عرض کی وُہ کون سے نام ہیں۔ ارشادِ خُداوندی ہُوا بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ اُس وقت حضرت موسٰی کے پاس ایک نابینا آدمی موجود تھا اُس نے خُدا کی بارگاہ میں عرض کی اے اللہ ان ناموں کی برکت سے مجھے میری بینائی دے دے۔ خُدا نے اُسے بینا کر دیا۔ جب موسٰی علیہ السّلام کے ایک اُمّتی نے ان ناموں کی برکت سے دُعا کی تو خُدا نے اُسے بینا کر دیا۔ اور اُس نے خُدا کی مخلوق کو دیکھا۔ اگر خُدا اُمّتِ مُصطفٰے پر یہ کرم کرے کہ ان ناموں کی برکت سے وُہ خُدا کا دیدار کرلیں تو کُچھ تعجّب نہیں کیونکہ بندۂ مومن جب قلب کی گہرائیوں میں خُدا کی یاد بسا لیتا ہے تو اُس کی بصیرت کی آنکھ خُدا کا دیدار کر لیتی ہے۔ چنانچہ حضرت بایزید بسطامی نے سو مرتبہ خُدا کا دیدار کیا۔ حضرت علی المرتضٰی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سجدے میں خدا کا دیدار کر لیتے ہیں۔

خبرِ سوم : خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور فرعونیوں کی طرف مبعوث فرمایا۔ حضرت موسیٰ نے اس کو ہر چند رشد و ہدایت کی طرف بلایا لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا عرض کی یا اللہ! فرعون راہِ مستقیم کی طرف آنا نہیں چاہتا خدا نے فرمایا: اے موسیٰ شاید تو فرعون کو ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ اے موسیٰ تو فرعون کے کفر کی طرف دیکھتا ہے اور میں یہ دیکھتا ہوں کہ اس کے گھر کے دروازے پر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھی ہوئی ہے۔

جس کے دروازے پر تسمیہ تحریر وہ ہلاکت سے محفوظ تو جس بندۂ مومن کے دل پر تسمیہ تحریر ہو اس پر خدا کا کتنا کرم ہوگا۔ خدا اپنے فضل و کرم سے اسے عذابِ دوزخ سے نجات دے گا۔

فرعون کو مصر کے شہر سے نکال کر ہلاک کیا گیا۔ ایک تو تسمیہ کی وجہ سے دوسرے مصر میں برادرانِ یوسف کی قبور کی برکت تھی۔

خبرِ چہارم : خدا تعالیٰ نے یہ تسمیہ تین پیغمبروں کو عطا کیا۔ ان میں سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام ہیں، جب وہ زمین پر نازل ہوئے تو خدا نے ان کو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ عطا کی ساری زمین ان کے تابع ہوگئی مشرق سے لیکر مغرب تک دنیا ان کو عطا کر دی گئی جب

آپ کی وفات ہوئی تو تسمیہ خُدا کے خزانے میں واپس کر دی گئی پھر جب حضرت سُلیمان علیہ السلام مبعوث ہوئے تو آپ کو مشرق سے لیکر مغرب تک ساری زمین عطا کی گئی اور اس کی صُورت یہ ہوئی کہ خُدا تعالیٰ نے حضرت جبریل کو حکم دیا کہ جنت سے خلافت کی انگوٹھی لے کر حضرت سُلیمان کے پاس جاؤ وُہ جنّت میں گئے اور وُہ انگوٹھی لی وُہ چمکدار ستارے کی مانند تھی اس سے کستوری کی خُوشبو آتی تھی اور وُہ سُرخ سونے سُرخ یاقُوت اور چاندی سے بنی ہُوئی تھی۔ جبریل اُسے لیکر جس درخت پتھر ڈھیلے اور فرشتے کے قریب سے گزرے آواز آئی:

"سُبحانك ربّنا ما هذا النّور"

جبریل نے جواب دیا یہ خاتم خلافت ہے جو حضرت سُلیمان علیہ السلام کو ہدیہ ہونی ہے۔ خُدا کی طرف سے اس انگوٹھی پر تین سطریں تھیں، سطر اول بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ سطر دوم لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ سطر سوم، مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہ جب جبریل اس انگوٹھی کو لے کر آئے تو فرشتوں نے خُدا کی تسبیح و تقدیس بیان کی اور پُوچھا یہ کرامت کیسی ہے۔ جبریل نے کہا خُدا نے حضرت سُلیمان علیہ السلام کو یہ شرف بخشا ہے۔ خُدا نے آپ کو پرندوں کی بولیوں کا علم عطا فرمایا۔ اور یہ رمضان کی ستائیسویں تاریخ جُمعہ کا دن تھا۔ جبریل نے حضرت سُلیمان کو اس ہدیہ

پر مبارک دی۔ آپ نے یہ انگوٹھی پہن لی۔ آپ نے اور آپ کے گرد جتنے بنی اسرائیل تھے سب نے خدا کی بارگاہ میں سجدہ کیا اور صبح سے شام تک سجدے میں رہے۔ بنی اسرائیل نے سر اٹھا کر حضرت سلیمان اور انگوٹھی کو دیکھنا چاہا لیکن نور اور ہیبت کی بنا پر نہ دیکھ سکے۔ حضرت سلیمان نے ان سے کہا۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہو۔ انہوں نے کہا تو حضرت سلیمان اور انگوٹھی کو دیکھ لیا وہ انگوٹھی اندھیری رات میں چراغ کی طرح روشن ہو جاتی تھی۔ حضرت سلیمان کی وفات کے بعد یہ تنزل الہیہ میں واپس کر دی گئی پھر ہمارے رسول مقبول پر یہ آیت نازل ہوئی۔ انہ من سلیمان وانہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ تو خدا نے آپ کو تسمیہ عز و شرف بخشا۔

"انہ من سلیمان وانہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے نکات"

نکتہ اوّل: جب حضرت سلیمان نے یہ تسمیہ کاتب کو تحریر کرایا تو اس کی برکت سے خدا نے آپ کو وہ ملک عطا فرمایا جس کے لئے آپ نے دعا کی تھی۔ "قال رب اغفرلی وھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی" اگر بندہ مومن ہر صبح و شام تسمیہ

کراماً کاتبین کو تحریر کرائے یعنی بندہ پڑھے اور کراماً کاتبین لکھیں تو خدا تعالیٰ اس بندہ کو بھی اپنے کرم سے جنّت کا ملک عطا کرے گا، جس کی صفت ہے۔

"اذا رایت ثم رایت نعیما وملکا کبیرا"

نکتہ دوم: آصف بن برخیا نے تسمیہ کی کتابت کی اس کی برکت سے خُدا نے ان کو اسمِ اعظم عطا کیا جس کی بنا پر اُنہوں نے تختِ بلقیس طرفۃ العین میں حاضر کر دیا۔ اگر بندۂ مومن دن رات تسمیہ کی کتابت کرے اور زبان سے ادا کرے تو خُدا اُس پر ضرور کرم فرمائے گا۔ اور ۳۰ ہزار سال کا پُلصراط کا راستہ آن واحد میں طے ہو گا۔

نکتہ سوم: چار ہستیوں کو تسمیہ سے فائدہ ہُوا حضرت سُلیمان کو مُلک ملا آصف بن برخیا کو اسمِ اعظم، ہُدہُد کو ذبح سے نجات، بلقیس کو ایمان، بندۂ مومن کو بھی تسمیہ کی برکت سے جنّت میں مُلکِ عظیم ملے گا۔ اسمِ اعظم تسمیہ میں لفظ اللہ نار سے نجات دے گا۔ حضورؐ نے فرمایا:

"مامن مومن ولا مومنة یقول بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الا حرمه اللہ علی النار

اور ایمانِ حقیقی یاایھا الذین اٰمنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا سے مشرف ہو گا۔"

نکتہ چہارم: ہُدہُد پرندے نے حضرت سُلیمان کے خط کو اپنی چونچ

میں لیکر بلقیس تک پہنچایا۔ اس کے نتیجے میں وہ ذبح کے عذاب سے مصئون و محفوظ ہو گیا۔ اگر بندۂ مومن دن رات تسمیہ کا ورد کرے تو خدا اپنے کرم سے اُسے عذابِ نار سے بچائے گا۔ کیونکہ بندۂ مومن تسمیہ کو دل و زبان سے اُٹھائے پھرتا ہے۔

نکتہ پنجم: جب ہُدہُد حضرت سُلیمان علیہ السّلام کے خط کو لیکر چلے تو پرندوں نے کہا۔ ہُدہُد تنہا جارہا ہے۔ ہُدہُد نے کہا جس کے ساتھ خُدا کا نام مُبارک ہو اُسے کسی دُوسرے ساتھی کی حاجت نہیں رہتی۔ اِس جواب پر خُدا نے خُوش ہو کر ہُدہُد کے سر پر تاج سجا دیا۔ اور یہ تاج ہمیشہ اس کے سر پر رہا۔ اگر بندۂ مومن اپنی ساری زندگی خُدا کے نام کو حرزِ جاں بنالے ہر وقت تسمیہ کا وِرد رکھے تو خُدا اُس کے سر ایمان کا ایسا تاج سجائے گا جو کبھی اس سے جُدا نہ ہو گا یعنی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کا وِرد رکھنے والا بے ایمان نہ ہو گا۔

نکتہ ششم: بلقیس کے چار ہزار تیر انداز تھے جو بلقیس اور اس کے زعمائے سلطنت کے لئے پرندوں کا شکار کرتے تھے جب ہُدہُد ان کے محاذ سے گزرا تو انہوں نے اُس پر تیر پھینکے۔ لیکن خُدا نے تسمیہ کی برکت سے ہُدہُد کو محفوظ رکھا۔ اگر بندۂ مومن دِن رات قلب و زبان میں تسمیہ کو جگہ دے تو خُدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم اُسے پلصراط پر جہنّم کے

۱۹ فرشتوں سے محفوظ فرمائیگا پلصراط سے پار گزار کر جنت میں داخل فرما دے گا۔

خبر پنجم: ایک کاغذ پر تسمیہ لکھی ہوئی تھی اور وہ کاغذ زمین پر پڑا تھا حضرت لقمان نے اس کاغذ کو اُٹھا کر نگل لیا۔ خدا تعالیٰ نے ان کو حکمت سے سرفراز فرمایا۔ اگر بندۂ مومن تسمیہ کو دل پر لکھ دے تو یقیناً خدا اس پر کرم فرمائے گا۔ اور اس کی زبان پر حکمت آمیز کلام جاری فرما دے گا۔

خبر ششم: دوزخ کے اُنیس ۱۹ فرشتے ہیں جب مالک جہنم ان میں سے کسی کو دوزخ میں بھیجنا چاہتا ہے تو اس کی پیشانی پر بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ لکھ دیتا ہے جس کی برکت سے وہ آگ سے محفوظ رہتا ہے۔ اگر بندۂ مومن اسے دل پر لکھ دے تو خدا اپنے فضل عمیم سے اسے نارِ جہنم سے محفوظ فرمائے گا۔

خبر ہفتم: جب زلیخا حضرت یوسف کو ساتویں کوٹھڑی میں لے گئی اور سارے دروازے مقفل کر دیئے تو پھر اس نے حضرت یوسف پر دست درازی کی آپ وہاں سے دوڑے اور ہر دروازے پر پہنچ کر تسمیہ پڑھا۔ نتیجتہً ہر دروازہ کھلتا چلا گیا۔ اگر بندۂ مومن ساری زندگی بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ پڑھتا رہے تو خدا اپنے فضل و کرم سے جنت کے آٹھوں دروازے اس کے لئے کھول دے گا۔

خبر ہشتم: ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک آدمی کے پاس ملک الموت آئے اُس نے پُوچھا آپ کون ہیں، فرمایا، عزرائیل یہ سُن کر اُس کا بند بند کانپنے لگا۔ ملک الموت نے اس کی وجہ دریافت کی اُس نے کہا: نارِ جہنم کے خوف کی بنا پر ایسا ہُوا ہے۔ ملک الموت نے کہا تجھے ایسا کلام نہ لکھ دوں جو تجھے آگ سے نجات دے اُس نے کہا ہاں۔ ملک الموت نے کاغذ منگوایا اُس نے حاضر کیا۔ ملک الموت نے اُس پر لکھا۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ اور کہا یہ جہنّم کی آگ سے برأت ہے۔

خبر نہم: جب فرشتے لفظ اللّٰہ اپنی زبان پر جاری کرنا چاہتے ہیں تو ان کو چار ہزار سال سجدہ کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح رحمان و رحیم کے لئے چار چار ہزار سال تک سجدہ کرنا پڑتا ہے یعنی پوری بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ کے لئے بارہ ہزار مرتبہ سر بسجود ہونا پڑتا ہے۔ لیکن بندۂ مومن چاہے تو ایک دن میں بارہ ہزار مرتبہ تسمیہ پڑھ لے۔ خدا کا کتنا کرم ہے بندہ مومن پر کہ فرشتوں کی بارہ ہزار سال کی عبادت ایک آن میں اُس کی زبان پر جاری کر دیتا ہے۔ اسی طرح اگر پُلصراط کا تیس ہزار سال کا فاصلہ ایک آن میں بندۂ مومن سے طے کرا دے تو اُس کے لئے کوئی مشکل نہیں۔

خبر دہم: خُدا تعالیٰ کے چار ہزار نام ہیں، ان میں سے ایک ہزار نام

صرف خدا جانتا ہے ایک ہزار لوح محفوظ پر ہیں جن کی حفاظت پر اسرافیل مقرر ہے۔ ایک ہزار نام ایسے ہیں جن کو صرف فرشتے جانتے ہیں، بقیہ ایک ہزار نام مخلوق میں مشہور ہیں ان میں تین سو توراۃ میں تین سو زبور میں تین سو انجیل میں ہیں، بقیہ ایک سو نام قرآن میں ہیں ننانوے ظاہر ہیں ایک پوشیدہ ہے۔ جب بندہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھتا ہے تو وہ ایسا ہے کہ جیسے اس نے خدا کے چار ہزار ناموں سے خدا کو یاد کرلیا۔

باب الآثار

الاثر الاوّل: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ دنیا اور آخرت کے مصائب و آلام سے امان کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ حضرت انس بن مالک ایک مرتبہ حجاج بن یوسف کے پاس گئے۔ حجاج نے ان سے دریافت کیا میرا لشکر بہتر ہے یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ اس پر حضرت انس بن مالک سخت ناراض ہوئے اور حجاج کو سخت سست کہا حجاج نے آپ کو سزا دینا چاہی لیکن کسی وجہ سے ایسا نہ کرسکا اور آپ نے فرمایا رسول خدا نے مجھے ایسی دعا تعلیم فرمائی ہے جس کی برکت سے مجھ پر زہر و سحر اور بادشاہ کا ظلم اثر انداز نہیں ہوسکتا۔ حجاج نے کہا وہ دعا مجھے

بتادو۔ آپ نے فرمایا۔ تجھے وُہ دُعا نہ بتاؤں گا اِس لئے کہ تُو ظالم ہے اور یہ کہہ کر آپ حجاج کے دربار سے نِکل گئے۔ جب آپکی وفات قریب ہوئی تو آپ نے اپنے خادم کو حقِ خدمت کے طور پر وُہ دُعا تعلیم فرمادی۔ دُعا یہ ہے

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اِسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ"

الاثر الثانی: حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں جو جہنم کے انیس زبانیہ سے محفوظ رہنا چاہے وُہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کا وِرد کرے۔ اس لئے اس میں بھی اُنیس حُروف ہیں، ہر حرف ایک زبانیہ کے خلاف ایک ڈھال ثابت ہوگا۔

علاوہ ازیں دِن رات کے چوبیس گھنٹے ہیں۔ نمازیں پانچ فرض ہیں۔ پانچوں نمازیں پانچ گھنٹوں میں، بقیہ اُنیس گھنٹے بچے اگر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ لی جائے تو گویا چوبیس گھنٹے عبادت میں گُزرے موجودات کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

عقل، جان۔ نہ فلک یعنی عرش و کُرسی اور سات آسمان عناصر اربعہ یعنی آگ، پانی، ہوا اور مٹی، موالید ثلاثہ یعنی حیوانات، نباتات اور جمادات اور انسان اشرف المخلوقات ہونے کی بنا پر ایک مُستقل مرتبے کا حامل ہے۔

یہ کُل اُنیس ہُوئے اور بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ کے حُروف بھی اُنیس ہیں جو اس طرف اشارہ ہے کہ متذکرہ تمام موجودات کا قیام تسمیہ کی برکت سے ہے

الاثر الثالث:۔ غزوۂ بدر میں ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے ایک مسلمان کو شہید کر دیا۔ اس پر حضور علیہ السلام مُسکرائے۔ حضورؐ کے صحابہؓ نے عرض کی ایک مشرک نے ہمارے ایک ساتھی کو قتل کر دیا ہے اور آپ مُسکرائے ہیں۔ اس میں کیا حکمت ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: میں قاتل اور مقتول کو جنت میں دیکھ رہا ہوں۔ فتح مکہ کے دن جب مشرکین کو شکست ہُوئی تو عکرمہ بھاگ کر سمندر کے کنارے پہنچ گیا۔ ایک کشتی میں سوار ہُوا۔ وہاں قلم قدرت نے کشتی کے ایک تختے پر سبز حروف میں تسمیہ لکھ دیا۔

"بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ کذب بہ قَومُکَ وَھُوَ الحَق"

عکرمہ نے اسے مٹانا چاہا لیکن نہ مٹا سکا۔ سمجھ گیا کہ یہ کلامِ الٰہی ہے پس وہاں سے واپس آکر اُس نے اسلام قبول کر لیا۔ اگر بندۂ مومن تسمیہ کو دل کی تختی پر لکھ لے تو خدا کے فضلِ عمیم سے اُمید واثق ہے شیطان اس کو مٹا نہ سکے گا۔ یہ تسمیہ عکرمہ کے ایمان کا سبب بنا۔ اسی طرح یہ تسمیہ مومن کے دل میں ایمان راسخ کا سبب بنے گا۔

الاثر الرابع: ایک روایت میں ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم

نے حضرت خالد بن ولید کو قیصر روم کی طرف اسلام کی دعوت دینے کے لئے بھیجا یہ جب وہاں پہنچے تو قیصر کے دربار میں حاضری کی اجازت طلب کی۔ دربان نے پوچھا کہاں سے آئے ہو۔ آپ نے فرمایا: مدینہ طیبہ سے اُس نے کہا۔ بڑی دُور سے آئے ہو۔ میں تمہارے لئے ابھی اجازت لیتا ہوں۔ دربان نے قیصر کے دربار میں جا کر ایک دیہاتی آیا ہے اور اُس کی چار عجیب چیزیں ہیں۔ لباس پھٹا پرانا سبعة مغلول نیز ٹیڑھا ہے اور گھوڑا دُبلا پتلا ہے اور وُہ اجازت لینے میں جلدی کر رہا ہے۔ آپ کو اجازت مل گئی اور آپ دربار میں لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر قیصر کے پہلو میں جا بیٹھے۔ آپ نے فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایلچی اور سفیر ہوں۔ میں تجھے چار باتوں کا حکم دیتا ہوں۔ اپنے آپ کو پہچان، خُدا کو ایک مان اور اپنے قاصد سے احسن سلوک کر اور اپنا دین چھوڑ دے۔ قیصر نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی بہتر آدمی نہ تھا جس کو میرے پاس بھیجتے۔ آپ نے فرمایا ان کے سارے صحابہ مجھ سے بہتر ہیں اور اگر تو لباس کو دیکھتا ہے تو اُن سب کا لباس مجھ جیسا ہے۔ لیکن ہمارے نبی لباس پہننے کے لئے نہیں بلکہ وُہ خُدا کی راہ میں جہاد کے لئے ہیں۔ قیصر نے کہا ہم تجھ پر زہر کا تجربہ کرتے ہیں اگر تو نے زہر پی لیا اور اُس نے تمہیں نقصان نہ

پہنچایا تو ہم تمہیں اور تمہارے دین کو برحق تصور کریں گے۔ آپ نے خوشی سے زہر پی لیا اور زہر پینے سے پہلے آپ نے پڑھا۔

"بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اِسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ"

جب آپ نے زہر پی تو نہایت پاکیزہ پسینہ بہنے لگا۔ اس زہر نے آپ کو نقصان نہ پہنچایا۔ قیصر نے آپ کی تعظیم کی اور آپ کو واپس کر دیا۔ جب خالد حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو ساری کاروائی بیان فرمائی۔ حضور نے فرمایا۔ اے خالد تجھے زہر پیتے ہوئے خوف محسوس نہ ہوا عرض کی اگر میں آپ کا سفیر نہ ہوتا تو ایسا ہو سکتا تھا لیکن مجھے معلوم تھا کہ رسولِ خدا کے سفیر پر زہر اثر نہ کرے گا۔ اور خادم حبیبِ خدا کو نقصان نہ دے گا۔ میں چار امور کی بنا پر زہر پی گیا۔ خدا کی حفاظت پر بھروسہ کر کے اسم اللہ کی برکت پر بھروسہ کر کے رسولِ خدا کی حرمت پر بھروسہ کر کے عدو اللہ کے غصے کو مدِنظر رکھ کر۔

سات انبیاءؑ کو سات کلمات

خدا تعالیٰ نے سات پیغمبروں کو سات کلمات عطا فرمائے اور ان کلمات کی سعادت برکت ان پیغمبروں کو بھی ملی اور اس اُمت کو بھی عطا ہوئی۔

نمبر۱: حضرت آدم علیہ السلام کو چھینک آئی تو انہوں نے کہا: اَلحَمدُ لِلّٰہ خُدا نے فرمایا: یرحمک ربک حضور کا جو اُمتی اَلحَمدُ لِلّٰہ کہے گا وُہ خدا کی رحمت کا مستحق ہو جائے گا۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضرت علی نے فرمایا کہ نبی کریم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دِن ایک منادی ندا کرے گا۔ حمد کرنے والے کھڑے ہو جائیں۔ ایک گروہ کھڑا ہو جائے گا۔ ان کے لئے جھنڈا نصب کیا جائے گا اور وُہ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ پُوچھا گیا حمد کرنے والے کون ہوں گے۔ فرمایا ہر حال میں خُدا کا شُکر کرنے والے

ایک حدیث میں ہے کہ خُدا تعالیٰ فرشتوں کے سامنے اس مریض پر فخر کرتا ہے جو مرض میں الحمد للہ کہتا ہے۔ خُدا فرماتا ہے دیکھو میرا بندہ مصیبت میں بھی میری حمد بیان کرتا ہے۔ اے فرشتو! اس کے لئے جہنم سے برأت لکھدو۔

حضرت کعب احبار فرماتے ہیں میں نے اللہ کی کتاب میں یہ بات لکھی دیکھی کہ جب بندہ ہر لقمہ پر بِسْمِ اللّٰہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن کہتا ہے تو لقمہ حلق سے اترنے سے پہلے خدا سارے گناہ معاف فرمادیتا ہے یہی حال پانی پینے کا ہے۔

نمبر ۲ : حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی میں سوار ہوتے وقت بِسْمِ اللّٰہ کہا۔ خدا نے ان کو طوفان سے نجات دی۔ اگر بندۂ مومن تسمیہ کا ورد رکھے گا تو خدا اس کو آخرت کے مصائب سے نجات دے گا۔ تسمیہ کی برکات از احادیث دیکھو۔

نمبر ۳ : حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب نارِ نمرود میں ڈالا جانے لگا تو جبریل علیہ السلام نے امداد کی پیشکش کی آپ نے قبول نہ کی اور فرمایا حَسْبِیَ اللّٰہ خدا نے آپ کو آگ سے نجات دی جو بندۂ مومن اس کلمہ کو ورد بنالے گا۔ خدا اسے دوزخ کی آگ سے نجات دے گا۔

جو سات مرتبہ صبح و شام حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ پڑھے خدا اس کی مہمات کے لئے کافی ہے۔ جو ہر نماز کے بعد حَسْبِیَ اللّٰہُ لَدِیْنِی ..الخ پڑھے۔ خدا اسے مقامات پر کفایت کرے گا۔ ص ۳۰۲ ج ۱ قرطبی

نمبر ۴ : جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے

ذبح کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا یا ابت افعل ما تومر ستجدنی انشاء اللہ من الصابرین .... اس انشاء اللہ کی برکت سے آپ ذبح کی تکلیف سے نجات پا گئے جو یہ کلمہ کہے گا وہ دوزخ کی آگ میں جلنے سے محفوظ رہے گا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی ۹۹ بیویاں ..... انشاء اللہ نہ کہا تو کسی کے ہاں اولاد نہ ہوئی ....

نمبر ۵: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا، لا حول ولا قوۃ الا باللہ اس کے نتیجے میں فرعون کے شر سے محفوظ رہے۔ جو بندہ ان کلمات کو کہے گا وہ نفس و شیطان کے شر سے محفوظ رہے گا۔

نمبر ۶: حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین بشکم ماہی سے نجات ہوئی جو کسی مصیبت میں ہو نجات پائے اور قبر روشن ہو جائے۔ رحمت و مغفرت کا مژدہ پائے۔

نمبر ۷: حضور نے شب معراج گیا۔ التحیات للہ والصلوات والطیبات خدا نے فرمایا: السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ جو یہ کلمات کہے بوقت موت ایمان سلامت لے جائے۔

جو بندۂ مومن ان سات کلمات کو ورد بنا لے۔ متذکرہ سات پیغمبروں کی شفاعت سے سرفراز ہوا اسکے جسم کے سات اعضاء گوشت پوست ہڈیاں رگیں

خون مغز پٹھے جہنم کے سات درجات سے نجات پائیں گے۔

تسمیہ میں خدا کے تین نام کیوں ہیں

وجہ اوّل: حضور علیہ السلام کی بعثت کے وقت لوگوں کے تین فرقے تھے مُشرکین عرب جو اللہ کو جانتے تھے۔ خدا فرماتا ہے۔ ولئن سالتھم من خلق السمٰوٰت والارض لیقولن اللّٰہ یہ لوگ رحمان کو نہ جانتے تھے۔ خدا فرماتا ہے۔ واذا قیل لھم اسجدو للرحمٰن قالوا وما الرحمٰن دوسرے یہودی تھے جو رحمان کو جانتے تھے۔ چنانچہ جب عبداللہ بن سلام ایمان لائے تو انہوں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ لا اری فی کتابکم ذکر الرحمٰن خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔ قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمٰن تیسرے عیسائی تھے۔ جو رحیم کو جانتے تھے۔ چونکہ حضور کا واسطہ ان تین قوموں سے تھا۔ جو خدا کے ان تین ناموں کو جانتے تھے۔ اس لئے تسمیہ میں ان تین ناموں کا ذکر ہوا۔ (ص ۱۳۶ اسرار الفاتحہ)

وجہ دوم: خدا تعالیٰ کے تین ہزار نام ہیں۔ ایک ہزار نام کو فرشتے جانتے ہیں۔ ایک ہزار نام کو نبی جانتے ہیں۔ تین سو نام توراۃ میں ہیں۔ تین سو نام زبور میں ہیں۔ تین سو نام انجیل میں ہیں اور ننانوے نام قرآن میں ہیں اور ایک

نام ایسا ہے جس کو صرف خدا جانتا ہے۔ اِن تین ہزار کے معنے اِن تین ناموں میں پائے جاتے ہیں، اس لئے تسمیہ میں ان تین ناموں کا ذکر ہے۔

(صـ۱۲۷ اسرار الفاتحہ)

وجہ سوم: خدا کا نام اللہ کی ولایت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ خدا فرماتا ہے۔ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا۔ خدا کا نام اَلرَّحْمٰن محبت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا اور خدا کا نام الرَّحِیْم رحمت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ وَکَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا (صـ۸۸ کبیر)

وجہ چہارم: قرآن کے مخاطبین تین طرح کے لوگ ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَمِنْھُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ وَمِنْھُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْھُمْ سَابِقٌ بِالْخَیْرَاتِ۔ خدا تعالیٰ اللہ ہے سابقین کے لئے رحمٰن ہے مقتصدین کے لئے اور رحیم ہے ظالمین کے لئے۔ یا اللہ نعمتوں کا عطا کرنے والا ہے۔ الرحمٰن اولیاء کی لغزشوں سے درگزر کرنے والا ہے اور الرحیم ظالموں کی جفاؤں کو معاف کرنے والا ہے اور یہ خدا کا کرم ہے کہ بندہ ایسے ایسے گناہ کرتا ہے کہ اگر اس کے والدین دیکھ لیں تو اس سے کنارہ کش ہو جائیں، بیوی دیکھ لے تو بھاگ جائے۔ ہمسائے دیکھ لیں تو ناراضگی و بیزاری کا اظہار کریں۔ لیکن خدا اپنے کرم سے پردہ پوشی کرتا ہے۔ کیونکہ وہ رحیم و کریم

ہے۔ (ص ۸۸؍۱ کبیر)

تسمیہ میں چار کلمات میں کیوں

زمانے کی بھلائی چار موسموں میں ہے۔ گرمی، سردی، خزاں اور بہار میں۔ اجسام کا قیام عناصر اربعہ سے ہے۔ زمین کی مٹی کی کثافت پانی کی لطافت سے ہوا کی نرمی سے آگ کی حرارت سے، جسدِ انسانی کا قیام بھی چار چیزوں سے ہے۔ حرارت، برودت، رطوبت اور یبوست.........

کسی بادشاہ کی حکومت کا قیام بھی چار چیزوں سے ہے۔ بادشاہ کے عدل سے تاجروں کی امانت، لوگوں کی باہمی شفقت اور امن وامان علماء کی بھلائی بھی چار چیزوں میں ہے۔ صدق مقال، اصلاح احوال، ترک طمع در اموال اور علم کے مطابق عمل، شریعت کا قیام چار چیزوں سے ہے۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج انسان کے ظاہر کی تکمیل کے لئے چشم بینا کان زبان اور قوت شامہ باطن کے لئے عقل علم، اطاعت اور گناہ سے اجتناب نماز کے لئے قیام رکوع سجود اور قعود وضو کے لئے چار فرض دین کا قیام تعظیم شیخین محبت ختنین میں اسی طرح کتب میں چار آسمانی کتابیں مقرب فرشتے چار اسی طرح تمام آیاتِ قرآنی کی بھلائیاں اور برکات ان چار کلمات میں ہیں۔

(ص ۱۸۵ اسرار الفاتحہ)

تسمیہ میں ۱۹ حروف ہیں کیوں؟

وجہ اوّل: دوزخ میں عذاب دینے والے زبانیہ ۱۹ ہیں، خدا فرماتا ہے۔ علیہا تسعۃ عشر جو تسمیہ پڑھتا ہے وہ ان ۱۹ زبانیہ سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ گویا تسمیہ کا ہر حرف ان ۱۹ زبانیہ میں سے ہر ایک کے لئے ایک ڈھال ثابت ہوتا ہے۔

وجہ دوم: دن رات کے گھنٹے ۲۴ ہیں۔ نمازیں پانچ ہیں، ہر نماز نے ایک ایک گھنٹے کو گھیرا ہوا ہے باقی ۱۹ گھنٹے بچتے ہیں اور تسمیہ کے ۱۹ حروف ہیں۔ لہٰذا تسمیہ پڑھنے سے باقی ۱۹ گھنٹے عبادت میں لکھے جاتے ہیں۔

وجہ سوم: علامہ ملا معین نے لکھا کہ موجودات کی تعداد من وجہ ۱۹ ہے عقل کل۔ جان نفس عرش و کرسی۔ سات فلک۔ آگ۔ ہوا۔ پانی۔ مٹی حیوانات۔ نباتات۔ جمادات اور انسان اشرف المخلوقات ہونے کی بناپر الگ حیثیت رکھتا ہے۔ یہ کل ۱۹ ہیں تسمیہ کے حروف بھی ۱۹ ہیں، نتیجہ یہ نکلا کہ ان ۱۹ موجودات کا قیام تسمیہ کے ۱۹ حروف کی بناپر ہے۔

(صـ ۱۸۴، اسرار الفاتحہ)

وجہ چہارم: شیطان کے ۱۹ نام ہیں۔

نمبر۱: ابلیس: فسجدوا الا ابلیس۔

نمبر۲: شیطان: الا تعبدوا الشیطان۔

نمبر۳: غُرور: لا یغرنکم باللہ الغرور۔

نمبر۴: خنّاس:

نمبر۵: وسواس: من شر الوسواس الخنّاس۔

نمبر۶: کافر: وکان من الکافرین۔

نمبر۷: صاغر: فاخرج انک من الصاغرین۔

نمبر۸: مارد: من کُل شیطان مارد۔

نمبر۹: المُرید: الا شیطانا مُریدا۔

نمبر۱۰: ملعون: وان علیک لعنتی۔

نمبر۱۱: فاتن: یابنی آدم لیفتننکم الشیطان۔

نمبر۱۲: مدحور:

نمبر۱۳: مذموم: قال اخرج منہا مذموما مَدحورا۔

نمبر۱۴: کفور: کان الشیطان لربہ کفورا۔

نمبر۱۵: خذول: وکان الشیطان لربہ خذولا۔

نمبر۱۶: عصّی: ان الشیطان کان للرحمٰن عصیا۔

نمبر۱۷: عدو: ان الشیطان لکم عدو۔

نمبر ۱۸: مضل: انہ عدو و مضل۔

نمبر ۱۹: طائف: طائف من الشیطان۔ اور تسمیہ کے بھی ۱۹ حروف ہیں، جو تسمیہ پڑھتا وہ شیطان کے ان ۱۹ ناموں کی شرارتوں اور برائیوں سے محفوظ رہتا ہے۔ (صن۴۰ اسرار الفاتحہ)

وجہ پنجم: قیامت کے دن ۱۹ واقعات سخت اضطراب کے ہوں گے۔ چھ نفخہ اولیٰ کے بعد

نمبر ۱: آسمان کا پھٹنا۔ نمبر ۲: زلزلہ زمین۔
نمبر ۳: انتشار کواکب۔ نمبر ۴: مہر و ماہ کا بے نور ہونا۔
نمبر ۵: پہاڑوں کا ریزہ ریزہ ہونا۔ نمبر ۶: دریاؤں کا جلنا۔

اور تیرہ واقعات نفخہ ثانی کے بعد۔

نمبر ۱: مُردوں کا زندہ ہونا۔ نمبر ۲: میدان محشر میں جمع ہونا۔
نمبر ۳: پسینہ آنا۔ نمبر ۴: دوزخ کی گرمی۔
نمبر ۵: آفتاب کی گرمی۔ نمبر ۶: سایہ نہ ہونا۔
نمبر ۷: خدا کی بارگاہ میں کھڑا ہونا۔ نمبر ۸: قہر الٰہی کا ظہور۔
نمبر ۹: حساب ہونا۔ نمبر ۱۰: وزن اعمال۔
نمبر ۱۱: دائیں یا بائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال۔ نمبر ۱۲: پلصراط سے گزارنا۔
نمبر ۱۳: جنت یا دوزخ میں داخلہ۔

جو تسمیہ پڑھے گا وُہ اِن ۱۹ شدائد سے محفُوظ و مصئُون رہے گا۔

(صفحہ ۲۲۹ عزیزی)

وجہ ششم: اِنسان جن آلات سے گناہ کرتا ہے۔ وُہ ۱۹ ہیں۔ دو ہاتھ دو پاؤں۔ زبان۔ دِل۔ دو شرمگاہیں شِکم۔ پشت۔ حواسِ خمسہ عقل۔ خیال شہوت غُصّہ۔ اگر بندہ مومن کثرت سے تسمیہ کا وِرد کرے تو ان ۱۹ آلات گناہ سے محفُوظ و مصئُون رہے گا۔ (صفحہ ۲۲۵ عزیزی)

بِسم کے حرُوف

باء: بِسم کی باء یہ مشتق ہے۔ بِرّ سے خُدا تعالیٰ مومنوں پر بار ہے۔ دُنیا و آخرت میں مُختلف نعمتوں کرامات کے ساتھ اور قیامت کے دِن سب سے بڑی کرامت اور شرف مومن کے لئے یہ ہوگا کہ خُداوند کو اپنا دِیدار کرائے گا۔ چنانچہ امام فخر الدّین رازی نے لکھا کہ کسی آدمی کا ہمسایہ ایک یہُودی تھا۔ وُہ بیمار ہوگیا۔ وُہ مُسلمان کہتا ہے کہ میں اس یہُودی کی عیادت کے لئے اس کے پاس گیا۔ اور اسے اسلام لانے کو کہا۔ اُس نے کہا میں کیوں ایمان لاؤں۔ اس نے کہا۔ آگ سے ڈرتے ہُوئے کہا۔ مجھے اس کی حاجت نہیں۔ میں نے کہا دخول جنّت کی غرض سے ایمان لے آؤ۔ اس نے کہا۔ مجھے اس کی بھی ضرورت نہیں

مَیں نے کہا تُو کیا چاہتا ہے۔ کہا مَیں اِس شرط پر ایمان لاتا ہُوں کہ خُدا کا دِیدار کروں۔ مَیں نے کہا چلو اسی مقصُود کے لئے ایمان قبُول کر لو۔ اُس نے کہا مُجھے تحریر لِکھ دو۔ مَیں نے لِکھ دِیا کہ اگر تُو ایمان لے آئے گا تو خُدا تجُھے دِیدار کی دولت سے سرفراز فرمائے گا۔ پس اُس نے ایمان قبُول کر لیا اور فوت ہو گیا۔ ہم نے جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا۔ مَیں نے خواب میں دیکھا کہ وُہ خراماں خراماں چل رہا ہے۔ مَیں نے پُوچھا۔ خُدا نے کیا سلوک کیا۔ کہا خُدا نے بخش دیا۔ اور خُدا نے فرمایا۔ تُو میری زیارت کے شوق میں مُسلمان ہُوا ہے۔

س : س خُدا کے نام سمیع سے لیا گیا ہے۔ وُہ فرش سے عرش تک ساری مخلوقات کی سُنتا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت زید بن حارثہ ایک منافق کے ساتھ مکّہ سے طائف کی طرف گئے۔ ایک ویرانے میں داخل ہُوئے منافق نے کہا۔ یہاں آرام کر لیں۔ حضرت زید بن حارثہ سو گئے۔ منافق نے حضرت زید کو رسیوں سے باندھ دیا اور قتل کا ارادہ کیا۔ حضرت زید نے کہا تُو مجھے کیُوں قتل کرنا چاہتا ہے۔ اُس نے کہا کہ محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم تجُھ سے محبّت کرتے ہیں اور مَیں ان سے بُغض رکھتا ہُوں۔ حضرت زید نے کہا۔ یَا رحمٰن اغثنی۔ منافق نے ایک آواز سُنی تُو ہلاک ہو جائے اسے قتل نہ کر۔ منافق اس کھنڈر سے باہر نِکل کر آیا

لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ واپس جا کر پھر قتل کا ارادہ کیا۔ پھر پہلی آواز سے بھی زیادہ قریب کی آواز سُنی کہ اسے قتل نہ کر پھر اِدھر اُدھر دیکھا مگر کوئی نظر نہ آیا پھر واپس آکر قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ پھر بالکل قریب کی آواز سُنی کہ اسے قتل نہ کر پھر جو دیکھا کہ ایک گھوڑ سوار ہے۔ اس کے پاس ایک نیزہ ہے۔ اس نے آتے ہی اس نیزے سے اس منافق کا کام تمام کر دیا۔ اور حضرت زید سے کہا کیا تو مجھے پہچانتا نہیں کہ میں جبریلؑ ہوں۔ جب تو نے فریاد کی تو میں ساتِ آسمان میں تھا۔ خدا نے فرمایا: میرے بندے کی فریاد کو پہنچو۔ اور دوسری آواز کے وقت میں آسمان دنیا میں تھا۔ اور تیسری آواز میں منافق کے پاس پہنچ گیا۔

م: اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ عرش سے فرش تک ہر چیز پر اُس کی مملکت ہے اور ہر چیز اُس کی مِلک میں ہے۔ ایک دفعہ حضرت سُلیمان علیہ السّلام کے عہد میں قحط پڑ گیا۔ لوگ آپ کے پاس آئے کہ چلیئے بارش کی دُعا کریں۔ آپ ان کے ساتھ ہو لیئے۔ آپ نے دیکھا کہ ایک چیونٹی اپنے دونوں پاؤں پر کھڑی ہو کر دستِ بدعا ہے اور کہہ رہی ہے کہ الٰہی میں تیری مخلوق ہوں مجھے اپنے فضل سے محروم نہ کر۔ خدا نے بارش برسا دی۔ حضرت سُلیمانؑ نے فرمایا۔ واپس چلو تمہارے علاوہ کسی اور کی دُعا کے نتیجے میں خدا نے بارش برسا

دی ہے۔ (ص ۱/۸۸ کبیرا)

"اسم"

اسم اُس علامت کو کہتے ہیں جو کسی ذات پر دلالت کرے اور ذات پر دلالت کرنے کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں۔ ذات یہ اللہ تعالیٰ ذات کا غیر یہ ساری مخلوق ہے۔ درمیانی وسیلہ یہ حضور کی ذات ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ حضور علیہ السلام اسم ہیں اور اسم مسند بھی ہوتا ہے۔ اور مسند الیہ بھی، یعنی یہ خود بھی اپنی ذات میں کسی کی خبر دیتا ہے اور کوئی دوسرا اس سے نسبت پیدا کرلے تو وہ بھی کامل بن جاتا ہے۔ نبی کریم نے اپنی حیثیت کو ان الفاظ میں واضح فرمایا:

"اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِیْ"

اس حدیث سے نبی کریم کی دو حیثیتیں واضح ہوئیں۔ ایک نسبت الی الخالق دوسری نسبت الی الخلق، نسبت الی الخالق سے خدا سے نعمتیں لیتے ہیں۔ اور نسبت الی المخلوق سے مخلوق میں خدا کی نعمتیں تقسیم کرتے ہیں نسبت الی الخالق کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے۔

"وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَاَغْنٰی"

خُدا نے تجھے اپنی نعمتوں کا حاجتمند اور طلبگار پایا تو اتنا عطا کیا کہ غنی کر دیا اور مالدار کر دیا۔ اور نسبت الی الخلق کے بارے میں فرمایا۔

"وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ"

جو سائل آپ کے دروازے پر آئے تو اُسے خالی نہ موڑے۔

پس آپ ساری کائنات میں انعاماتِ الٰہیہ کی تقسیم کے ضامن ہیں ... بخدا خُدا کا یہی ہے در۔

ان دونوں مقامات پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ نہ عطا میں تخصیص ہے نہ تقسیم میں، عطا بھی مطلق اور بلا قید ہے اور تقسیم بھی مطلق اور بلا قید ہے اسی طرح سائلوں پر بھی کوئی پابندی نہیں کہ تم کیا مانگو اور کیا نہ مانگو۔ جو کچھ بھی مانگو گے دُنیا یا آخرت ملے گا۔ کیونکہ ہم نے اپنے اسم مقدس مُحمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہاری ضرورتوں سے بھی زیادہ عطا کر دیا ہے۔

چنانچہ خُدا نے فرمایا:

"وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى"

یعنی آپ کے ہر آن عطاؤں کا سلسلہ بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ جب عطا میں کمی نہیں آسکتی تو تقسیم میں بھی کمی نہیں آنی چاہیئے۔

عالمِ دُنیا میں مانگو عطا ہو گا۔ چنانچہ حضرت ربیعہ نے جنت مانگی عطا ہوئی۔
عالمِ برزخ میں مانگو عطا ہو گا۔ چنانچہ ابوبکر اقطع نے روٹی مانگی عطا ہوئی۔

عالمِ آخرت میں مانگو عطا ہوگا۔ چنانچہ بروزِ قیامت لوگ شفاعت کے طالب ہوں گے۔ ان کی شفاعت کی جائے گی۔

؎ لا وربّ العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہؐ کی

"باء اسم پر آنے کی وجوہات"

نمبر۱: باء :۔ یہ ملانے کے لئے آتا ہے اور یہ خاص کام ہے نبی کریم کا کہ آپ نے مخلوق کو خالق سے ملایا۔

؎ محمّد زور معبودانِ باطل توڑنے والا
محمّد آدمی کا رشتہ حق سے جوڑنے والا

مثلاً حضرت عبداللہ بن جعفر کے سجدے سے زمین سے پانی کا چشمہ جاری ہوا۔ (ص اسد الغابہ)

؎ سلام اُس پر جلائی شمعِ عرفاں جس نے سینوں میں!
کیا حق کے لئے بیدار سجدوں کو جبینوں میں!

حرف مِنْ بھی حروف جار میں سے ہے۔ یہ ابتدائے غایت کے لئے آتا ہے یہ بھی خاص ہے حضور کے لئے۔

"یا جابر ان اللہ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہٖ"

اِسی طرح اِلیٰ بھی حرف جر ہے۔ یہ اِنتہا کے غایت کے لئے آتا ہے
ہر کمال کی انتہا آپ پر ہوتی ہے۔ آپ نے اوّل الانبیاء بھی ہیں اور خاتم النبیین
بھی فرمایا۔

"اَنَا اوّل النبیّین فِی الخلق وآخرھم فِی البعث"

علامہ زرقانی نے لکھا ایک بار جبریل نے حاضر خدمت ہو کر ان الفاظ
میں آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا۔

"السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَوَّلُ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اٰخِرُ
السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا ظَاہِرُ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا بَاطِنُ"

حضور نے فرمایا یہ صفات خدا تعالیٰ کی ہیں عرض کی۔

"اِنَّ اللّٰہ تَعَالیٰ اَمَرَنِی اَنْ اسلّم بِھَا عَلَیْکَ"

آپ اوّل تخلیق کے اعتبار سے آخر ہیں بعثت کے اعتبار سے
ظاہر ہیں معجزات کے اعتبار سے باطن ہیں، حقیقت کے اعتبار سے

نمبر ۲: بائے استعانت: حضور سے استعانت جائز ہے۔ خدا
نے فرمایا: "لتؤمنن به ولتنصرنه" اس کا عملی مظاہرہ
معراج کی رات ہوا کہ حضرت موسیٰ کی مدد سے پچاس سے پانچ نمازیں رہ
گئیں۔ علاوہ ازیں عمرو بن سالم نے حضور سے مدد مانگی .... ص ۲۲۳/۲۲ طبرانی کبیر
خدا فرماتا ہے: "اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ"

اے مسلمانوں خدا اور رسول تمہارا مددگار ہے۔

امام غزالی نے فرمایا:

"من یستمد بہ فی حیاتہ یستمد بہ بعد مماتہ"

(ص ۴۲ البصائر)

"قول القائل یا رسول اللہ و یا محمد بطریق الاستعانت جائزۃ" (ص ۱۴۹ البصائر)

"یجوز التوسل الی اللہ تعالیٰ والاستعانت بالانبیاء والصالحین بعد موتہم لان المعجزۃ والکرامۃ لا تنقطع بموتہم" (ص ۱۱۴ البصائر)

علما نے فرمایا ہے:

"اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا من اصحاب القبور" (ص ۱۲ البصائر)

حضور نے فرمایا:

"اذا ضل احدکم شیئا واراد عونا وھو بارض لیس بھا انیس فلیقل یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی فان للہ عبادا لا تترونہم" (ص ۵۱ البصائر)

شیخ عبدالقادر جیلانی نے فرمایا:

"مَن اَستَغَاثَ بِی فِی کُربَۃٍ کُشِفَت عَنہُ"

(ص ۵۰ البصائر)

مولوی قاسم نانوتوی نے قصائد قاسمی میں لکھا۔

مدد کر اے کرمِ احمدی کہ تیرے سوا
نہیں قاسمِ بیکس کا کوئی حامی کار

حضور علیہ السلام نے خود استعانت کی تعلیم دی جب وفد ہوازن خدمت اقدس میں پہنچا اور اپنے اموال و عیال کہ مسلمان غنیمت میں لائے تھے حضور سے مانگے اور طالب احسان ہوئے۔ حضور نے فرمایا:

"اِذَا صَلَّیتُ الظُّہرَ فَقُومُوا فَقُولُوا اِنَّا نَستَعِینُ بِرَسُولِ اللّٰہِ عَلَی المُؤمِنِینَ اَوِ المُسلِمِینَ فِی نِسَائِنَا وَاَبنَائِنَا"

(ص نسائی ص ۱۱۵ الامن)

ایک اور حدیث میں ہے۔

"بَعَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ اِلَی عُثمَانَ یَستَعِینُہُ فِی جَیشِ العُسرَۃِ فَبَعَثَ اِلَیہِ عُثمَانُ

بِعَشَرَةِ الْاٰلَفِ دِیْنَارٍ (ص۔ دارقطنی ص۲۴۳ الامن)

علاوہ ازیں فاروقِ اعظم نے حاکم مصر سے فرمایا، یاغوثاہ....

(ص۴۸ ابن خزیمہ)

نمبر۳: تسمیہ کو الف سے نہیں بلکہ بَاء سے شروع کیا گیا وجہ یہ ہے کہ ا میں تکبّر پایا جاتا ہے۔ اس کی شکل ایک متکبر انسان کی سی ہے۔ اس کی گردن اٹھی ہوئی ہے۔ اس کی ہیئت سے فخر و تکبّر کا اظہار ہوتا ہے مگر بَاء کی شکل ایک متواضع انسان کی سی ہے جو انکساری اور عاجزی کی بناء پر زمین پر جھکا ہوا ہوتا ہے۔ کیونکہ مثل مشہور ہے

تواضع کند ہوشمند ے گزیں
نہد شاخ پر میوہ سر بر زمیں

خدا کو عاجزی پسند ہے چنانچہ عجز و انکساری کی بناء پر جودی پہاڑی کو شرف ملا کہ کشتی نوح اس پر ٹھہری انکساری ہی کی بناء پر براق حضور کی سواری بنا۔

بَاء اسم کے ساتھ لگا کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ عجز و انکساری اپنے محبوب کا شیوہ بنا دیا ہے۔ اس لئے کہ...

عجز کار انبیاء و اولیاء است
عاجزی محبوب درگاہِ خدا است

حضور نے فرمایا:

"من تواضع للّٰہ رفعہ اللّٰہ"

چنانچہ حضور نے کمال عاجزی کا اظہار کیا اور خدا نے حضور کو سب سے زیادہ بلندی عطا فرمائی۔ چنانچہ عرش پر جلوہ گر ہوئے۔ ساری مخلوق آپکے قدموں کے نیچے کر دی۔

زہے عزت واعتلائے محمدؐ!
کہ ہے عرشِ حق زیرِ پائے محمدؐ

(صلی اللہ علیہ وسلم)

ان کی رفعت کا اندازہ کیا ہو عرش ہے جنکے قدموں کے نیچے عرش و کرسی بھی نعلین پاکو تاج اپنا بنائے ہوئے ہیں؛

خدا تعالیٰ نے فرمایا:

"ولا تمش فی الارض مرحا فانک لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولا"

حدیث میں ہے۔

"لا یدخل الجنۃ من کان فی قلبہ مثقال ذرۃ من کبر"

امام عبد الغنی نابلسی نے تکبر کی سات وجوہات لکھی ہیں علم۔ عبادت۔

مال، جمال، نسب، قوت، متبعین۔

ایک حدیث میں ہے۔

"من تواضع للہ رفعہ اللہ فھو فی نفسہ صغیر وفی اعین الناس عظیم ومن تکبر وضعہ اللہ فھو فی اعین الناس صغیر وفی نفسہ کبیر حتی لھو اھون علیھم من کلب اوخنزیر۔"

(صفحہ ۲۷۶ شعب الایمان)

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے۔

"مامن آدمی الا فی راسہ سلستان احداھما فی السماء السابعۃ والاخری فی الارض السابعۃ فاذا تواضع رفعہ اللہ بالسلسلۃ التی فی السماء واذا اراد ان یرفع نفسہ وضعہ اللہ۔"

(صفحہ ۲۷۶ شعب الایمان)

چنانچہ ایک دن حضرت جبریل امین حضور کے ساتھ تھے کہ حضرت ابوذر غفاری آگئے۔ جبریلؑ نے عرض کی کہ یہ ابوذر غفاری آرہے ہیں حضور نے فرمایا۔ کیا تم ان کو جانتے ہو عرض کی یہ زمین کی نسبت آسمان پر زیادہ شہرت

رکھتے ہیں۔ حضور نے وجہ دریافت کی۔

"بِمَاذَا نَالَ ھٰذِہِ الْفَضِیْلَۃَ قَالَ لِصِغْرِہٖ فِیْ نَفْسِہٖ وَکَثْرَۃِ قِرَأَتِہٖ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ"

(ص ۵۲۹/۸ کبیر)

نمبر ۴ : الف کو بوجہ تکبّر کے نقطہ تک سے محروم کر دیا گیا۔ مگر باء کی انکساری کی بناء پر خدا نے اسے نقطوں کی صورت میں انعام دینا چاہا مگر اُس نے توحید کو پسند کرتے ہوئے صرف ایک نقطہ لیا۔ کیونکہ ایک سے محبّت کرنا۔ انبیاء و اولیاء کا شیوہ ہے۔ چنانچہ حضور نے فرمایا :

"لَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَابَکْرٍ خَلِیْلًا وَلٰکِنَّہٗ اَخِیْ وَصَاحِبِیْ وَقَدِ اتَّخَذَ اللّٰہُ صَاحِبَکُمْ خَلِیْلًا"

(ص ۲۳۸/۲ مشکوٰۃ)

چونکہ حضور خدا کے خلیل ہیں اس لئے حضور کے دِل میں خدا کے غیر کا مقام نہیں، جب باء کو نقطہ سے نوازا گیا تو اُس نے تکبّر نہیں کیا۔ بلکہ اُس نقطہ کو کمال انکساری کا مظاہرہ کرتے ہوئے پاؤں کے نیچے لے لیا تاکہ ثابت ہو جائے کہ فقراء کی یہی شان ہوتی ہے کہ کسی امتیاز و اعزاز کے ملنے پر بھی وُہ عجز و انکساری کا مظاہرہ کرتے ہیں جیسے حضرت احمد کبیر

اعی کے لئے جب حضور نے اپنی قبر سے ہاتھ نکالا تو وہ زمین پر لیٹ گئے لوگوں سے کہا کہ میری گردن پر پاؤں رکھ کر گزرو تا کہ مجھ میں تکبر پیدا ہونے پائے ....

ف فخر بکر نے کیا مرے سوا کوئی نہیں
میں ہی میں ہوں اس جہاں میں دوسرا کوئی نہیں
جب نہ چھوڑی میں میں اس بے مایہ بے اسباب نے
پھیر دی گردن پہ تنگ آ کر چھری قصاب نے
گوشت ہڈیاں اور چمڑا جو تھا جسم زار میں!
کچھ پکا اور کچھ بکا اور کچھ گیا بازار میں!
آنت پر پڑنے لگی چوٹیں تو گھبرانے لگے!
میں کے بدلے تو ہی تو کی اب صدا آنے لگی!

ب ۵ : باء وہ حرف ہے جس کے ساتھ روز میثاق انسانوں کا منہ کھلا۔ جب خدا تعالیٰ نے تمام انسانوں کی روحوں سے فرمایا۔ الست بربکم وسب سے پہلے ہمارے نبی کی روح نے بلیٰ کہا۔ بعد میں تمام انبیاء و اولیاء کی روحوں نے خدا کی ربوبیت کا اقرار کیا۔

ے کن فیکون تے کل دی گل ایہہ اساں پہلے دی پریت لگائی؛
تیں میں حرف نشان نہ آیا دتی میم گواہی!

ے اُجے وِی سانوں اوہ پیے دسدے نیلے بُوٹے کاہی
مہر علی شاہ رَل دویں بیٹھے جدسک دوہاں نُوں آئی

چُونکہ بلیٰ کی ابتداء بَاء سے ہے تو گویا قرآن کو بَاء سے شروع فرمایا تاکہ وعدہ میثاق کی یاد تازہ ہو جائے کہ اے انسان جب تو میری ربوبیت کا اقرار کر چکا تو اس وعدہ پر عمل بھی کر اور میری ربوبیت کا عملی طور پر شکر ادا کر۔

نمبر ۶ : بَاء خود مکسور ہوتی ہے اور جس کے ساتھ مل جاتی ہے اسے مکسور بنا دیتی ہے اور یہی شان انبیاء اور اہل اللہ کی ہوتی ہے کہ وہ خود تو منکسر المزاج ہوتے ہی ہیں مگر جو ان سے متعلق ہو جائے اُسے بھی سراپا عجز و انکساری بنا دیتے ہیں۔

چنانچہ ایک مرتبہ حضرت سید محمد گیسو دراز حضرت مخدوم نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ حضرت ۔۔۔ کے خلیفہ تھے۔ حضرت مخدوم گھوڑے پر سوار تھے۔ حضرت سید محمد مخدوم صاحب کی ران کو بوسہ دیا۔ مخدوم صاحب نے فرمایا اور نیچے سے آپ نے ان کے پیر کو بوسہ دیا مخدوم صاحب نے فرمایا اور نیچے آپ نے زمین کو چوم لیا۔ مگر آپ کے گیسو اب بھی رکاب میں اُلجھے ہوئے تھے۔ مخدوم صاحب نے فرمایا۔ میر سید محمد تم گیسو دراز رکھتے ہو۔ حاضرین نے جب یہ واقعہ دیکھا تو انہیں یہ بات اچھی نہ لگی اور آپس میں کہنے لگے۔ فرزند رسول

جو تمام شہر کے مُقتدر ہیں آپ کی مُلاقات کو آئے تھے۔ مناسب تو یہ تھا کہ آپ گھوڑے سے نیچے اُتر کر مُلاقات کرتے یہ تو کیا نہیں بلکہ ہر مرتبہ اُور نیچے فرماتے رہے۔ اس فرزندِ رسُول کی توہین ہے۔ حضرت مخدوم کو یہ زیب نہ تھا جب یہ بات سید محمّد کو معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا اے ظاہر بینو تمہیں کیا خبر کہ مخدوم نے مجھے کہاں تک پہنچا دیا۔ میں نے جب ران کو بوسہ دیا تو مجھ پر عالمِ ناسوت یعنی ساری دُنیا منکشف ہو گئی، جب ران کو بوسہ دیا تو عالم ملکوت یعنی آسمانی حکومت منکشف ہو گئی، جب سم کو چُوما تو عالم جبروت یعنی آسمانی عظمت و جلال کا عالم منکشف ہو گیا اُور جب زمین کو بوسہ دیا تو عالم لاہوت یعنی مقام فنا فی اللہ منکشف ہو گیا۔

(ص ۱۵۹ سبع سنابل)

الرحمٰن و الرحیم کی تشریح

مفسرین نے بالعموم الرحمٰن کو رحمان الدنیا اور رحیم کو رحیم الآخرت کے طور پر واضح کیا ہے۔

الرحمٰن: رحمت اس کائنات کی ضرورت ہے۔ موجوداتِ عالم کا ایک ایک ذرہ خدا کی رحمت کا محتاج ہے۔ ہر ہستی کی ضرورت کو پورا کرنا رحمت کہلاتا ہے۔ ضرورت کے تین درجے ہیں۔

نمبر ا۔ **ایجاد:** کسی شے کو معرضِ وجود میں لانا۔ عدم سے وجود میں آنا ایک ضرورت ہے جو بغیر رحمت کے پوری نہیں ہو سکتی۔ خدا تعالیٰ انسان کو اپنی ایجادی رحمت اس طرح یاد دلاتا ہے۔

"ھَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّھْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا۔"

ایک اور جگہ فرمایا:

"یٰاَیُّھَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ الَّذِیْ خَلَقَکَ فَسَوّٰکَ فَعَدَلَکَ فِیْ اَیِّ صُوْرَۃٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ۔"

نمبر ۲۔ **البقاء:** ... وجود میں لانے کے بعد اسے باقی رکھنا۔ خدا تعالیٰ نے

انسانی وجود کی بقاء کے لئے کائنات میں بے شمار نعمتیں پیدا فرمائی ہیں۔

خدا فرماتا ہے۔

"وَاِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا۝"

آسمان وزمین کی تخلیق خدا کی رحمت ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

"اَلَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّ
اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ
رِزْقًا لَّكُمْ۝"

اسی طرح دریا اور سمندروں کی تخلیق انسانی بقاء کا ذریعہ ہے۔

خدا فرماتا ہے۔

"وَهُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا وَّ
تَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْیَةً تَلْبَسُوْنَهَا۝"

جانوروں کی پیدائش بھی اس دنیا میں انسان کے لئے خدا کی رحمت ہے۔ خدا فرماتا ہے۔

"وَالْخَیْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِیْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِیْنَةً
وَیَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۝"

ایک اور جگہ فرمایا۔

"نُسْقِیْكُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَیْنِ فَرْثٍ

"وَدَمٍ لَبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّارِبِيْنَ"

درخت بھی انسانی فائدے کے لئے پیدا کئے۔ خدا فرماتا ہے۔

"اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ"

شمس و قمر کی تخلیق انسان کے لئے خدا کی رحمت ہے۔ خدا فرماتا ہے۔

"وَسَخَّرَ لَکُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ وَسَخَّرَ لَکُمُ اللَّیْلَ وَالنَّهَارَ"

خلاصہ یہ کہ خدا نے انسانی بقاء کے لئے بہت سی نعمتیں پیدا فرمائیں یہ دنیا میں اسکی رحمانیت کا ظہور ہے۔

نمبر ۳۔ **اکمال**:۔ وجود کو باقی رکھ کر اُسے کمال تک پہنچانا۔ کوئی وجود اپنے کمال تک پہنچنے میں بھی ذات رحمان کا محتاج ہے۔ رحمت الٰہی کے بغیر نہ کسی کو وجود مل سکتا ہے۔ نہ کوئی وجود باقی رہ سکتا ہے اور نہ ہی اپنی تکمیل کو پورا کر سکتا ہے۔

جانور پیدا کئے تری وفا کے واسطے
کھیتیاں سر سبز ہیں تری غذا کے واسطے
چاند سورج اور ستارے ہیں ضیاء کے واسطے
ہیں یہ سب ترے لئے اور تو خدا کے واسطے

الرَّحِیْم۔ رحیم وُہ جو آخرت میں رحم فرمائے۔ خُدا تعالیٰ آخرت میں چھ
مقامات پر مومنوں پر رحم فرمائے گا۔

اوّل قبر:۔ جب بندۂ مومن کو لوگ قبر میں رکھ کر چلے جاتے ہیں۔ خُدا
فرماتا ہے۔ اے میرے بندے تجھے وُہ لوگ قبر میں تنہا چھوڑ کر چلے
گئے ہیں جن کی خاطر تُو نے میری نافرمانی کی اور میں آج تجھ پر اپنی رحمت نازل
کروں گا اور رحمت بھی ایسی کہ مخلوق حیران ہو گی۔ میں تجھ پر اس سے بھی
زیادہ رحم کروں گا۔ جتنا ایک ماں اپنے بچے پر کرتی ہے۔

اے میرے فرشتوں اس بندے پر اس کے گھر والوں نے زیادتی
کی ہے اور اُس کے قریبی لوگ اس کو تنہا چھوڑ کر چلے گئے ہیں وُہ اس
وقت نہایت کسمپرسی کے عالم میں ہے۔ اس پر جنّتی پھولوں کی بارش کرو
اور اس کے بستر پر نُوری چراغ روشن کر دو۔

(صـ۱۴۷ اسرار الفاتحہ)

ایک روایت میں آیا کہ جب بندہ مومن کی وفات ہوتی ہے تو اُس
کے کراماً کاتبین آسمان پر چلے جاتے ہیں اور خُدا کی بارگاہ میں عرض کرتے
ہیں۔ اے اللہ! تُو نے ہمیں اپنے بندے پر مقرر فرمایا تھا ہم اس
کے اعمال لکھتے رہے۔ اب تُو نے اِس بندے کو وفات دے دی ہے۔
اب ہمیں آسمان پر رہنے کی اجازت دے۔ خُدا فرماتا ہے۔ میرے

آسمان تو فرشتوں سے بھرے ہوئے ہیں جو میری تسبیح بیان کر رہے ہیں۔ وہ عرض کرتے ہیں ہمیں زمین پر رہنے کی اجازت دے۔ خدا فرماتا ہے۔ زمین بھی میری تسبیح بیان کرنے والی مخلوق سے بھری پڑی ہے تم یوں کرو کہ اِس بندے کی قبر پر کھڑے ہو کر میری تسبیح تہلیل اور تکبیر بیان کرو۔ قیامت تک اور اس کا ثواب اس بندہ مومن کے نامۂ اعمال میں لکھتے رہو۔ (ص۱۲۶ شرح الصدور، ص۱۸۴ شعب الایمان)

توشۂ اعمال اپنے ساتھ لے جاؤ اجی!
کون پیچھے قبر میں بھیجے گا سوچو تو سہی
بعد مرنے کے تجھے اپنا پرایا بھول جائے
فاتحہ کو قبر پر پھر آئے کوئی یا نہ آئے!!

نمبر۲۔ **قیامت**:۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: قیامت کے دن خدا کے حکم کے مطابق بندۂ مومن کو ایک قبہ میں لایا جائے گا۔ خدا اس سے فرمائے گا۔ اے بندے تجھے کس نے پیدا کیا۔ بندہ کہے گا اے خدا تو نے پیدا کیا۔ پھر خدا کہے گا۔ تیری پرورش کس نے کی۔ وہ کہے گا۔ اے اللہ یہ سب تیری ربوبیت کا صدقہ ہے۔ میری آنکھ، کان اور زبان کی نعمتیں تیری عطا کردہ ہیں۔ خدا فرمائے گا ان تمام اعضاء سے تو نے میری نافرمانی کی ہے۔ میں جس قدر نعمتوں میں اضافہ کرتا تو اسی قدر

نافرمانی زیادہ کرتا تھا۔ بندہ شرم کے مارے گردن جھکا لے گا۔ خدا فرمائے گا۔ اے بندہ سر اٹھا میں نے تیرے تمام گناہوں کو معاف کر دیا۔

(ص۱۴۷ اسرار الفاتحہ)

خدا فرماتا ہے۔ یوم تبیض وجوہ ... جس روز چہرے سفید ہوں گے۔ اہلِ تقویٰ کے چہرے نورانی ہوں گے۔ ایک جگہ یوم نحشر المتقین الی الرحمٰن وفدا۔ قیامت کے دن اہلِ تقویٰ سواریوں پر سوار ہوں گے۔ خدا کی بارگاہ میں آئیں گے۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسولِ خدا سے پوچھا گیا۔ اہلِ اعراف کون ہوں گے۔ فرمایا۔ خدا کی راہ میں قتل ہونے والے لیکن وہ اپنے باپ کے نافرمان ہوں گے۔ شہادت ان کو جہنم میں نہ جانے دے گی۔ اور والد کی نافرمانی جنت میں نہ جانے دے گی۔ وہ دوزخ اور جنت کے درمیان ایک دیوار پر ہوں گے۔ ان کے گوشت اور چربی پگھل جائے گی۔ جب خدا مخلوق کے حساب سے فارغ ہو گا۔ تو ان کو اپنی رحمت سے جنت میں داخل کر دیگا۔

(ص۲۳۸ طبرانی صغیر)

اس بیکسی میں دل کو میرے ٹیک لگ گئی
شہرہ سنا جو رحمتِ بیکس نواز کا!

نمبر۳ میزان: حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن میزہ

آئے گی۔ ان کے اعمال تولے جائیں گے تو ان کی نیکیاں بھاری ہو جائیں گی۔ دوسری اُمتیں پوچھیں گی۔ ان کی نیکیاں کیوں بھاری ہو گئی ہیں؟ ان کے نبی کہیں گے۔ خدا نے ان کو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ میں اپنے تین نام دیئے۔ خدا کے ان تین ناموں کی برکت سے ان کی نیکیاں بھاری ہو گئی ہیں۔ (صـــ۱۴۷ اسرار فاتحہ)

ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن خدا تعالیٰ میرے ایک اُمتی کو ساری مخلوق کے سامنے نجات دے گا۔ اس کے گناہوں کے ننانوے دفتر ہوں گے۔ ہر دفتر حدِ نگاہ تک وسیع ہو گا۔ خدا فرمائے گا۔ کراماً کاتبین نے کوئی زیادتی تو نہیں کی؟ وہ عرض کرے گا نہیں مجھے کوئی عذر ہے۔ وہ کہے گا نہیں۔ خدا فرمائے گا تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے اور آج تجھ پر ظلم نہ ہو گا۔ پھر ایک کاغذ نکالا جائے گا۔ جس پر کلمہ شہادت لکھا ہو گا۔ بندہ عرض کرے گا۔ بھلا یہ کاغذ کا ٹکڑا گناہوں کے ننانوے دفتروں کے سامنے کیا کام دے گا۔ کہا جائے گا۔ تجھ پر کوئی ظلم نہ ہو گا۔ وہ ننانوے دفتر میزان کے ایک پلڑے میں اور وہ کاغذ دوسرے پلڑے میں ڈالا جائے گا۔ تو یہ کاغذ ان ننانوے دفتروں سے بھاری ہو جائے گا۔ اور یہ ثقل اسم اللہ کا ہو گا۔

(صـــ۲۶۴ شعب الایمان، صـــ۲۱۳ مسند امام احمد)

؎ یہ ہفت ارض و سماوات اگر ہوں میزان میں
تو بالیقیں ہو گراں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ!

نمبر۴۔ **نامۂ اعمال**:۔ معراج کی رات حضور علیہ السّلام نے خُدا کی بارگاہ میں عرض کی، تُو نے بعض لوگوں کو پتھر مار کر ہلاک کر دیا۔ جیسے قوم لوط بعض کو تُو نے زمین میں دھنسا دیا۔ جیسے قارُون بعض لوگوں کی تُو نے صُورتیں مسخ کر دیں، جیسے بنی اسرائیل کا ایک گروہ میری اُمّت کے ساتھ تُو کیا سلوک کرے گا۔ خُدا نے فرمایا۔ مَیں ان پر اپنی رحمت نازل کروں گا۔ اور اُن کی بُرائیاں نیکیوں میں تبدیل کر دُوں گا۔ چنانچہ حضور نے فرمایا:

"انی لاعلم آخر اھل الجنۃ دخولا الجنۃ وآخر اھل النار خروجا منہا"

اس آدمی کو قیامت کے دِن لایا جائے گا اور اس پر اس کے سارے صغیرہ گناہ پیش کئے جائیں گے اور کبیرہ گناہ چھپا دیئے جائیں گے۔ خُدا فرمائے گا۔ یہ گناہ تُو نے کئے ہیں وُہ کہے گا۔ ہاں اور اُسے مجال انکار نہ ہوگی۔ اور اپنے کبیرہ گناہوں سے ڈرے گا۔ کہ کہیں وُہ پیش نہ کر دیئے جائیں، پھر خُدا فرمائے گا یہ تمام گناہ ہم نیکیوں میں تبدیل کرتے ہیں وُہ کہے گا یا اللّٰہ مَیں نے تو بڑے بڑے گناہ کئے ہیں وہ نظر نہیں آ رہے، اِس پر حضور مُسکرائے۔ (ص ۱۰۸ زرقانی)

ے جے میں ویکھاں عملاں وَلّے کچھ نہیں میرے پلّے
جے ویکھاں تیری رحمت وَلّے بلّے بلّے

نمبر ۵ پلصراط :۔ خُدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "وَاِنْ مِنْکُمْ اِلَّا وَارِدُھَا" جب پُلصراط سے لوگ گزریں گے تو مومن گزر جائیں گے اور کفار جہنم میں گر جائیں گے۔ خُدا فرماتا ہے:

"ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظّٰلِمِیْنَ فِیْهَا جِثِیًّا"

جب مومن پُلصراط سے گزر گیا تو جہنم پکار کر کہے گی۔

"جُزْ یَا مُؤْمِنُ فَاِنَّ نُوْرَكَ اَطْفَاءَ لَهَبِیْ"

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب مومنوں کو عذاب دینا مقصود نہیں تو ان کو جہنم کے اوپر سے کیوں گزارا جائے گا۔ اس کے متعدد جوابات دیئے گئے ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

جواب اوّل :۔ اگر خُدا تعالیٰ صرف کافروں کو دوزخ پر سے گزارتا تو ان کے دل میں خیال آتا کہ جس طرح ہم جہنم میں گر گئے ہیں اگر مومن ہمارے ساتھ ہوتے تو وہ بھی گر پڑتے۔ خُدا تعالیٰ مومنوں کو بھی پُلصراط سے گزاریگا تاکہ کافروں کے غم میں اضافہ اور خُدا یہ ظاہر فرمادے کہ جن لوگوں نے ہمیں وحدہٗ لاشریک مانا۔ ہمارے پیغمبر کی تصدیق کی ان کی شریعت پر عمل کیا۔ آج

ہم نے ان کو یہ مقام دیا کہ جہنم کی تین ہزار سال تک جلنے والی آگ ان کے قدموں کے نیچے ٹھنڈی ہو گئی۔ یہ دیکھ کر کافر تمنا کریں گے کاش ہم بھی مسلمان ہوتے۔ امام الانبیاء کی غلامی اختیار کرتے۔ خدا فرماتا ہے۔

"رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ"

ہے محمد کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی!
خدا کے دامنِ توحید میں آباد ہونے کی!

جوابِ دوم:۔ جب سونے اور چاندی کو آگ میں ڈالتے ہیں تو وہ نکھر جاتا ہے۔ اسکی میل کچیل دور ہو جاتی ہے۔ مومن کے پاس ایمان کا سونا موجود ہے لیکن اس کے ساتھ گناہوں کی میل لگی ہوئی ہے۔ اس میل کو دور کرنے کے لئے مومن کو پلصراط سے گزارا جائیگا۔

جوابِ سوم:۔ جب فرعون حضرت موسیٰ اور ان کی قوم کا تعاقب کرتا ہوا دریا تک پہنچا تو اس کا گھوڑا دریا میں داخل نہ ہوتا تھا۔ ڈرتا تھا۔ خدا نے جبریل کو گھوڑی پر سوار کر کے بھیجا۔ جبریل نے اپنی گھوڑی جب دریا میں ڈالی تو **الجنس یمیل الی الجنس** کے تحت فرعون کا گھوڑا جبریل کی گھوڑی کے پیچھے روانہ ہو گیا۔ فرعون کی طرف دیکھ کر اس کا سارا لشکر دریا میں داخل ہو کر غرق ہوا۔ اسی طرح پہلے مومن پلصراط پر سے گزریں گے تاکہ ان کی طرف دیکھ کر کافر پلصراط پر جائیں اور جہنم میں گر جائیں۔

جوابِ چہارم۔ جو مومن پُلصراط سے گزریں گے ان میں کچھ لوگ گُنہگار بھی ہوں گے۔ خُدا تعالیٰ اِس بات کو پسند نہ فرمائے گا۔ کہ گنہگاروں کے عیبوں سے پردہ اُٹھے اِس لئے وُہ ان کو پُلصراط سے گزاریگا اور اس کی صُورت یہ ہوگی کہ اوّل انبیاء علیہم السّلام پھر اولیاء کرام، پھر مومن اور بعد میں ان کے پیچھے گنہگار مومن ہوں گے اور سب سے آخر میں کفّار ہوں گے۔ انبیاء و اولیاء سے ایسا نُور ظاہر ہوگا کہ ان کے انوار میں گُنہگار کے گناہوں کی تاریکی ختم ہو جائیگی اور اس طرح ان کی پردہ دری نہ ہو گی۔ اس کی دو نظیریں ملاحظہ ہوں۔

نظیرِ اوّل

ایک مرتبہ رسُولِ خُدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے سفر کے دَوران ایک اُونٹ ذِبح کیا اور تمام حاضرین نے اس کا گوشت کھایا۔ حاضرین میں سے ایک صحابی کی ہوا خارج ہُوئی اور اس کا وضو ٹوٹ گیا۔ چند صحابہ کے علاوہ باقی کو اس کی خبر نہ ہُوئی۔ جب نماز کا وقت آیا تو حضور نے اس بات کو پسند نہ فرمایا کہ وُہ صحابی بے وضو نماز پڑھے اس لئے آپ نے فرمایا۔ جنہوں نے اُونٹ کا گوشت کھایا ہے وُہ وضو کریں سب نے وضو کر لیا۔ اس صحابی نے بھی وضو کر لیا اور اس طرح اُس کا بے وضو

ہونا ظاہر نہ ہوا۔ نبی کریمؐ نے پردہ پوشی سے کام لیا۔

؎ آج جو عیب کسی پر نہیں کھلنے دیتے!
کب وہ چاہیں گے میری حشر میں رسوائی ہو!

نظریہ دوم

جب حضرت یوسفؑ کی محبت کا زنانِ مصر نے زلیخا کو طعنہ دیا تو اُس نے ان سب کی دعوت کا انتظام کیا۔ جب حضرت یوسفؑ ان زنانِ مصر کے سامنے آئے تو ان میں ایک کنواری لڑکی کو ماہانہ عارضہ لاحق ہو گیا۔ اُس نے خدا کی بارگاہ میں عیب پوشی کی التماس کی۔ خدا نے اس کی پردہ پوشی اس طرح فرمایا کہ زنانِ مصر نے حسنِ یوسفؑ کو دیکھ کر اپنے ہاتھوں پر چھریاں چلالیں اور ان کے کپڑے بھی اسی طرح خون آلود ہو گئے جس طرح اس کنواری لڑکی کے کپڑے خون آلودہ ہوئے تھے۔ خدا اس واقعہ کا ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے۔

"فلما رأینه اکبرنه وقطعن ایدیهن و قلن حاش لله ما هذا بشرا ان هذا الا ملك کریم۔"

ے بیخودیاں وچہ کرن پکاراں جاں جناں کجھ باقی
قسم خدادی ایہہ خاکی ناہیں ایہہ کوئی ملک افلاکی

نمبر ۱۶ جہنم :۔ جو مومن اپنے گناہوں کی بناپر داخل دوزخ ہوجائیں گے ان پر خدا اپنے محبوب کے وسیلے سے خصوصی کرم فرمائے گا۔ تفصیل کے لئے دیکھو۔ (ص احسن المواعظ)

"الرحمٰن الرحیم"

ا :۔ ان دونوں اسمائے الٰہیہ کے بارہ حروف ہیں، اور یہ اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے بارہ قبیلے خدا تعالیٰ نے اُن پر یہ کرم کیا الرحمٰن الرحیم کے بارہ حروف کا صدقہ پتھر سے بارہ چشمے جاری فرمادیئے۔ خدا فرماتا ہے۔

"واوحینا الی موسیٰ اذا سفسقہ قومہ ان اضوب بعصاک الحجر فانبجست منہ اثنتا عشرۃ عیناہ"

نیز سال کے بارہ مہینے ہیں جو بندہ مومن خدا کو ان اسماء سے یاد کرے گا۔ اُس کے سال بھر کے گناہ معاف ہوجائیں گے۔

ب :۔ الرحمٰن الرحیم میں چھ چھ حروف ہیں، اطراف بھی چھ ہیں۔ مشرق

مغرب، شمال، جنوب اُوپر نیچے یہ اس طرف اشارہ ہے کہ الرحمٰن الرحیم کی رحمت شش جہات میں پہنچ رہی ہے۔ خدا فرماتا ہے:

"وَرَحْمَتِی وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ"

ج :۔ الرحمٰن الرحیم میں "دو" "م" ہیں اِن دونوں پر تشدید ہیں جو اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ خدا کی رحمت مومنوں پر دونوں جہانوں یعنی دُنیا و آخرت میں ہوگی۔

د :۔ حدیث میں آتا ہے کہ عبداللہ بن ابی اوفیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم کے حضور موجود تھے ایک آدمی نے آکر عرض کی ایک نوجوان قریب المرگ ہے۔ لیکن وہ کلمہ پڑھنے پر قادر نہیں، حضور نے پوچھا کیا وہ نمازی تھا عرض کی ہاں حضور اس آدمی کے ساتھ اس نوجوان کے پاس تشریف لے گئے۔ اس سے کلمہ پڑھنے کو کہا اُس نے کہا مجھے طاقت نہیں، پوچھا کیوں عرض کی والدہ کی نافرمانی کی بنا پر، پوچھا کیا والدہ زندہ ہے کہا ہاں فرمایا: اُسے بلاؤ وہ آئی فرمایا یہ تیرا بیٹا ہے کہا ہاں، فرمایا کیا خیال اگر ایک سخت آگ جل رہی ہو تجھے کہا جائے اگر تو سفارش کرے تو فبہا ورنہ اُسے آگ میں جلاتے ہیں کیا تو سفارش کریگی کہا ہاں۔ فرمایا، خدا اور رسول گواہ بنا کر کہہ دے۔ میں اس سے راضی ہوگئی۔ اُس نے کہا۔ میں خدا و رسول گواہ بناتی ہوں کہ میں اس سے راضی ہوگئی۔ حضور نے اُس لڑکے سے فرمایا۔

اَب کلمہ پڑھو۔ اس کی زبان پر کلمہ جاری ہو گیا حضور نے فرمایا۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْقَذَهٗ بِیْ مِنَ النَّارِ"

(صہ ۲۳۱ التّرغیب والترہیب ۴)

جب ایک والدہ کی رحمت اتنی ہے تو اس رحمٰن ورحیم کی رحمت بندوں پر کتنی ہو گی۔

ن: کسی غزوہ میں ایک بچہ سخت دھوپ میں کھڑا تھا۔ اس کی والدہ کی نگاہ اس پر پڑ گئی وہ بیتاب ہو کر دوڑی اور اپنے بیٹے کو پکڑ کر سینے سے لگایا اور اپنے پیٹ پر بٹھا کر اس کو دھوپ کی سختی سے بچانے کی کوشش میں مصروف ہوئی اور محبت بھرے انداز سے بیٹا بیٹا کہا۔ اس پر لوگ دیکھ کر رونے لگے۔ حضور کو خبر دی گئی۔ حضور نے فرمایا۔ تم ماں کی بیٹے پر رحمت سے تعجب کرتے ہو۔ خدا تم پر اس ماں سے بھی زیادہ رحمان ورحیم ہے۔

(صہ ۸۴ تفسیر کبیر ۱)

و: ایک حدیث میں ہے کہ رسول خدا ایک دن مسجد میں تشریف فرما تھے۔ ایک پرندہ دیوار پر آ کر بیٹھا اس کی چونچ میں رائی کے دانے کے برابر مٹی تھی۔ وہ پرندہ زور سے چیخنے لگا اور رسول خدا اس کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگے۔ لوگوں کے دریافت فرمانے پر آپ نے فرمایا۔ یہ پرندہ کہتا

ہے۔ جس طرح یُں اپنی چونچ کی مٹی سے دریائے قلزم کو گدلا اور مکدر نہیں کر سکتا۔ اسی طرح آپ کی اُمت کے گُناہ خُدا کی رحمت کے دریا کو گدلا نہیں کر سکتے۔ کیونکہ خُدا کی رحمت سُمندر سے بُہت بڑی ہے۔

(ص ۱۷۸ احسن القصص)

الرَّحمٰن الرَّحِیم ۳

امام بیضاوی نے لکھا کہ الرّحمٰن وُہ ہے جو بڑی بڑی نعمتیں دیتا ہے نہ کہ چھوٹی چھوٹی اس سے یہ وہم پیدا ہو سکتا تھا۔ چھوٹی چھوٹی نعمتیں خُدا سے نہ مانگی جائیں۔ اِتنی بڑی ہستی سے چھوٹی چیز مانگنا زیب نہیں دیتا۔ اِس وہم کو دُور کرنے کے لئے رحیم کا ذکر کیا گیا تاکہ چھوٹی نعمتیں جو رحمان سے خارج ہو گئیں تھیں وُہ صفت رحیم میں آجائیں۔

اب مفہوم یہ نکلا کہ اے میرے بندو مجھے رحمان جان کر مجھ سے بڑی بڑی نعمتیں طلب کرو۔ اور مجھے رحیم جان کر مجھ سے چھوٹی چھوٹی نعمتیں طلب کرو۔ چنانچہ حدیث میں کہ خُدا تعالیٰ نے حضرت مُوسیٰ علیہ السلام سے فرمایا۔

"سَلْ حَاجَتَكَ مِنِّی حَتّٰی مِلْحَ طَعَامِكَ وَشِسْعَ نَعْلِكَ"

(ص ۱۰۱ تفسیر بیضاوی)

الرَّحمٰن الرَّحیم

اِن اسماء کے چند نکات امام بیضاوی نے اپنی تفسیر بیضاوی میں نقل فرماتے ہیں،

اوّل نکتہ :۔ خدا تعالیٰ نے حضرت مریم کو ایک رحمت دی۔ خدا فرماتا ہے۔ وَرَحْمَةً مِّنَّا ہم نے اپنے پاس سے اُسے رحمت کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کفار کی ڈانٹ ڈپٹ سے محفوظ رہیں اور ہم روزانہ فرض کی سترہ رکعتوں میں ۳۴ مرتبہ رحمان و رحیم سے موصوف کرتے ہیں۔ جب ایک دفعہ کے ذکر نے حضرت مریم کو مکروہات سے نجات دے دی تو روزانہ ۳۴ مرتبہ کا ذکر بدرجہ اولیٰ عذاب نار آفات و بلیات سے باعث نجات ہوگا۔

نکتہ دوم :۔ علما نے فرمایا: خدا تعالیٰ رحمان اس لئے ہے کہ وہ ایسی شے کا خالق ہے جس پر بندہ قادر نہیں اور رحیم اس لئے ہے کہ وہ ایسی شے پر قادر ہے کہ بندہ اس شے پر قادر ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے بندہ تو نے گندے پانی کا قطرہ میرے سپرد کیا میں نے اچھی صورت بنا کر تیرے حوالے کیا۔

"لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ"

تُو نے ناقص طاعت میرے سُپرد کی میں نے خالص جنت تیرے سُپرد کی اس لئے میں رحیم ہُوں۔

نکتہ سوم :۔ جب غزوۂ اُحد میں نبی کریم کا دانت شہید ہُوا تو آپ نے فرمایا۔ "اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ" اور قیامت کے روز آپ اُمّتی اُمّتی فرمائیں گے، وجہ یہ ہے کہ خُدا نے آپ کو رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ "وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ" جب ایک رحمت کا یہ اثر ہے تو رحمان و رحیم کی رحمت کا کیا اثر ہوگا کیونکہ خُدا کی رحمت غیر متناہی ہے اور بندہ کی معصیت متناہی ہے اور متناہی غیر متناہی میں فنا ہو جاتی ہے تو بالضرور تمام گنہگاروں کے گناہ اس کی رحمت کے بے پایاں سمندر میں فناہ ہو جائیں گے کیونکہ وُہ رحمان و رحیم ہے۔

اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۵

الرحمٰن نام اللہ کے ساتھ خاص ہے۔ کسی دوسرے کو اس نام سے موسوم نہیں کیا جا سکتا۔ خدا فرماتا ہے۔

"وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً یُّعْبَدُوْنَ"

مسیلمہ کذاب نے اپنے آپ کو رحمان الیمامہ کہلانے کی کوشش کی لیکن

وہ اِس نام سے شہرت نہ حاصل کر سکا۔ بلکہ کذاب کے لفظ سے مشہور ہوا۔ الرحیم مخلوق کا نام بھی ہو سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے نبی کریم کے بارے میں فرمایا۔

"لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ"

اور علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ رحیم کا معنی یہ ہے کہ وہ ہستی جس کے ذریعے انسان خدا تک پہنچ جائے۔ اب بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کا مفہوم یہ ہوگا۔ کہ تم میرے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے مجھ تک پہنچے ہو یعنی تم ان کی اتباع اور تعلیمات سے بلند مقامات درجات عالیہ پر فائز ہوئے ہو اور میرے دیدار کی نعمت سے مالامال ہوئے ہو اور ہو گے۔

(ص۱۰۶ تفسیر قرطبی)

اس سلسلے میں چند اولیاء کے مقامات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ **ذوالنون مصری**، جب آپ کی رحلت ہوئی اور جس رات دنیا سے کوچ فرمایا تو شہر کے ۷۰ آدمیوں کو حضور کی زیارت ہوئی اور حضور کو یہ فرماتے سنا اللہ کا دوست ذوالنون مصری آرہا ہے ہم اس کے استقبال کو آئے ہیں۔ جب آپ کی وفات ہوئی تو آپ کی پیشانی پر یہ عبارت تحریر تھی۔

"هٰذَا حَبِیْبُ اللّٰهِ مَاتَ فِیْ حُبِّ اللّٰهِ" (ص۲۲۵ کشف المحجوب)

ب۔ ایک بزرگ جوانی کے عالم میں دریائے فرات کے کنارے سے گزرے حضرت ابو حبیب بن سلیم الراعی کو نماز پڑھتے دیکھا اور دیکھا کہ بھیڑیا بکریوں کی نگرانی کر رہا ہے۔ خیال آیا ان میں آثار ولایت ہیں۔ ملاقات کرنی چاہیئے۔ نماز ختم کرنے پر حاضر خدمت ہوئے۔ انہوں نے آنے کی وجہ دریافت کی انہوں نے کہا۔ زیارت فرمایا۔ جزاک اللہ اس جوان نے پوچھا۔ بکریوں اور بھیڑیے میں کب سے دوستی ہو گئی ہے۔ فرمایا، جب سے میری خدا سے دوستی ہوئی ہے۔ پھر انہوں نے اپنا پیالہ چوبیں ایک پتھر کے نیچے رکھدیا دو چشمے جاری ہو گئے۔ ایک دودھ کا اور ایک شہد کا اس نوجوان نے عرض کیا یہ مقام کیسے حاصل ہوا۔ فرمایا اتباع رسول سے پھر فرمایا صاحبزادے حضرت موسیٰ کی قوم ان کی ممانعت کرتی تھی، پھر بھی پتھر نے ان کو پانی دیا۔ حالانکہ موسیٰ علیہ السلام حضور کے درجے کے نہ تھے۔ پھر جبکہ میں سرکار ابد قرار کا غلام اور پیروکار ہوں تو پتھر مجھے دودھ اور شہد کیوں نہ دے۔

(ص ۲۰۹ کشف المحجوب)

ج۔ جنید لبغدادی؛ حضرت سری سقطی کی ظاہری حیات میں جنید لبغدادی کو آپ کے پیر نے .... وعظ کرنے کو کہا۔ لیکن آپ نے انکار کر دیا کہ اپنے پیر و مرشد حضرت سری سقطی کے ہوتے ہوئے میں یہ کام نہیں کر سکتا۔ ایک رات خواب میں حضور علیہ السلام کی زیارت ہوئی۔ حضور نے

فرمایا، اَے جُنید کچھ سُنایا کر تیرے ہاتھ پر ایک عالم کی نجات ہو گی۔ جب بیدار ہُوئے تو دِل میں خیال آیا کہ مَیں اپنے مُرشد سے اِس قدر بُلند مرتبہ ہو گیا ہُوں کہ نبیؐ کریم نے مجھے وعظ کرنے کا حُکم دیا ہے۔ جب صُبح ہُوئی تو سَری سقطی نے ایک مُرید بھیجا کہ جب جُنید نماز سے فارغ ہوں تو ان سے کہنا کہ تُم نے میرے مُریدوں کی درخواست کو قبُول نہ کیا۔ مشائخ بغداد نے کہا نہ مانے مَیں نے پیغام بھیجا وعظ کے لئے تیار نہ ہُوئے۔ اَب نبیؐ کریم نے حُکم دیا ہے اَب تو وعظ کہنا شرُوع کر دو۔

حضرت جُنید نے کہلا بھیجا کہ میرے دَماغ میں جو اَفضلیت کا سَودا سمایا تھا وہ چلتا رہا مَیں سمجھ گیا ہُوں کہ میرے پیرو مُرشد میرے تمام حَالات سے وَاقف ہیں، مَیں اپنی اِس غلطی سے تائب ہوتا ہُوں۔ پھر حضرت جُنید بغدادی نے حضرت سَری سَقطی سے عرض کی آپ کو کیسے پتہ چلا کہ مَیں خواب میں رسُولِ خُدا کی زیارت کی ہے۔ فرمایا مَیں نے خُدا تعالیٰ کا دیدار کیا۔ تو خُدا نے فرمایا، مَیں نے اَپنے محبُوب کو جُنید کی طرف بھیجا ہُوا ہے کہ وہ ان کو وَعظ کرنے کا حُکم دیں۔

(ص ۲۶۸ کشف المحجوبؒ)

د۔ بشر حَافی:۔ ایک دفعہ آپ شراب کے نشے میں مخمور کہیں جا رہے تھے۔ ایک کاغذ کا ٹکڑا دیکھا جس پر بِسمِ اللّٰہِ الرّحمٰنِ الرَّحیم تحریر تھی۔

آپ نے اُسے اُٹھالیا اور عطر میں معطر کر کے اُسے کسی بلند مقام پر رکھ دیا۔ رات آئی خواب میں خدا نے ارشاد فرمایا کہ تم نے ہمارے نام کو اپنے ہاں کے عطر میں بسلیا اور ہم نے تیرے نام کو اپنے ہاں کی خوشبو میں بسا دیا۔ تم نے دنیا میں ہمارے نام کو بلند کر دیا ہم نے دنیا اور آخرت میں تیرے نام کو بلند کر دیا۔

(صـ ۲۳۲/۲ ابنِ عساکر صـ ۸۷ تذکرۃ الاولیاء)

حدیث میں ہے رسولِ خدا نے فرمایا، جب کوئی زمین پر ایسا کاغذ پھینک دے جس پر خدا کا نام تحریر ہو تو خدا تعالیٰ اس کاغذ کی طرف فرشتوں کو بھیج دیتا ہے جو اس کاغذ کو اپنے پروں میں چھپا لیتے ہیں اور خدا کی تقدیس بیان کرتے ہیں۔ پھر اللہ اپنے کسی ولی کو بھیجتا ہے جو اس کاغذ کو اٹھا لیتا ہے اور جو کسی ایسے کاغذ کو اٹھائے گا، جس پر خدا کا نام لکھا ہو گا۔ خدا اس کا نام علیین میں لکھ دیتا ہے اور اس کے والدین کے عذاب میں کمی کر دیتا ہے۔ اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں۔

(صـ ۱۴۴/۱ طبرانی صغیر)

تسمیہ کا صحیح ترجمہ وہ ہے جو اعلیحضرت نے کیا ہے۔
اللہ کے نام سے شروع ......

الرَّحْمٰنُ ..... عمومِ رحمت کا بیان
الرَّحِیْمِ ..... خصوصِ رحمت کا بیان

رحمانیت کا فیضان اپنے دائرہ اثر کے لحاظ سے عام ہے۔ اور رحیمیت کا خاص۔ الرحمٰن ایسی شانِ رحمت پر دلالت کرتا ہے جو موجوداتِ عالم میں سے ہر ایک فرد کے لئے بلا استثنیٰ ثابت ہے اور الرحیم کی رحمت مومنوں کے لئے خاص ہے چونکہ الرحمٰن کا لفظ باری تعالیٰ نے اپنی شانِ خلاقیت و ربوبیت کے اظہار کے لئے اختیار فرمایا ہے اور اس کی خلاقیت و ربوبیت ساری کائنات کے افراد کے لئے عام ہے کسی خاص طبقے، جنس و نوع اور گروہ کے لئے مخصوص نہیں۔ وہ ساری مخلوقات کا بلا استثنیٰ خالق و رب ہے۔ کوئی اسے مانے یا نہ مانے اس کی بارگاہِ الوہیت میں کوئی سرِ تسلیم خم کرے یا نہ کرے کوئی اس کی اطاعت و غلامی اختیار کرے یا بغاوت و سرکشی، کوئی بزعم خویش اس کا بندہ بنے یا کسی اور کا، کوئی اس سے اپنی حاجت بیان کرے یا نہ، کوئی اس سے رحمت طلب کرے یا نہ، اس کی خالقیت و ربوبیت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ہر حال میں ہر فرد کو اپنی رحمت سے نوازے، ہر شخص کو اپنی نعمتوں سے بہرہ ور فرمائے۔ ہر ایک کو روزی دے، ہر ایک کو بیماری سے شفا دے، ہر ایک کو تکلیف سے نجات دے اور ہر ایک کو ضرورياتِ حیات عطا

کرے۔ پس اس کی خالقیت کا تقاضائے رحمت اس کی شانِ رحمانیت سے پورا ہو رہا ہے۔ وہ چونکہ رحمان ہے اس لئے اس کے خوانِ رحمت اور خرمنِ نعمت سے ہر مسلم و کافر برابر حصہ پا رہا ہے۔ اس کی عطائیں انسان کی طرح نہیں کہ اگر نوازا جانے والا شخص اپنے محسن کی نوازشوں کا انکار کر دے۔ اس کی عنایات و احسانات کو فراموش کر دے اور اس کی رضا و خوشنودی کی کھلی خلاف ورزی شروع کر دے تو محسن اپنی نوازشوں کا سلسلہ منقطع کر لیتا ہے اور اپنی عنایات اس سے ہمیشہ کے لئے روک لیتا ہے۔ لیکن خالقِ کائنات کی شانِ رحمانیت اس سے کہیں بلند و بالا ہے۔ روئے زمین پر کتنے انسان اس کی ہستی سے کھلا کفر کر رہے ہیں۔ اس کے وجود، اس کی توحید، اس کی الوہیت، اس کی خالقیت، اس کی ربوبیت اور اس کی رحمانیت کا برملا انکار کرتے ہیں۔ لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا کہ اس نے کسی سے اپنی رحمتوں کو روک لیا ہو اور کسی کو اپنی نوازشوں سے محروم کر دیا ہو۔ اس کی رحمت کی یہ عمومیت اس کے نام الرَّحْمٰن سے جھلک رہی ہے۔

قرآنِ حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:۔

"اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى۔" (طٰہٰ: ۵)

"اس رحمان نے عرش پر استواء فرمایا۔"

یہاں استواء علی العرش کا بیان اس کی شانِ رحمانیت کے حوالے سے کیا گیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح عرش ساری کائنات پر سایہ فگن ہے۔ اسی طرح الرحمان کے سرچشمہ رحمت سے ساری کائنات سیراب ہو رہی ہے لیکن جو لوگ عام افراد سے ہٹ کر اپنے آقا کی خصوصی اطاعت اختیار کرتے ہیں۔ ہمہ وقت اس کی یاد اور عبادت میں مصروف رہتے ہیں اور شب و روز اسی کی رضا کے مطابق بسر کرتے ہیں۔ ضروری تھا کہ ان کے لئے باری تعالیٰ کی رحمتِ مطلقہ میں سے خصوصی حصہ مقرر ہو اور وہ اپنے نیک اعمال کے بدلے میں زیادہ سے زیادہ رحمتِ الٰہی سے نوازے جائیں۔

پس ان مومنین و متقین کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی شانِ رحیمیت کو مخصوص کر دیا۔ اسی وجہ سے الرَّحِيْمُ الرَّحْمٰن کے مقابلے میں بالالتزام اہلِ ایمان اور صالحین کو رحمت سے نوازنے کی صفت کو ظاہر کرتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

"وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا"

(الاحزاب ۴۳:۳۳)

"اور وہ مومنوں کے لئے رحیم ہے"

"الرَّحْمٰن ..... تمام انواع رحمت کو شامل ہے۔

الرَّحِيْم ..... قبول توبہ اور مغفرت کو شامل ہے۔

الرحمٰن کے اسم سے جس رحمت کا ظہور ہو رہا ہے وہ اپنی نوعیت و ماہیت کے اعتبار سے عام ہے۔ یعنی رحمت کی جتنی صورتیں اور مدارج و مراحل ہو سکتے تھے وہ سب رحمانیت کے دائرے میں شامل ہیں۔ مگر الرَّحِيْم سے رحمتِ حق کا جو پہلو نمایاں ہوتا ہے وہ بالخصوص توبہ و مغفرت سے متعلق ہے۔ رحمت در حقیقت اس کائنات کی ضرورت ہے۔ موجوداتِ عالم کا ایک ایک ذرہ باری تعالیٰ کی رحمت کا محتاج ہے۔ ہر ہستی کی ضرورت کو پورا کرنا رحمت کہلاتا ہے۔ جیسے مخلوقات کی ضرورتیں مختلف ہوتی ہیں۔ ویسے ہی رحمت کی نوعیت بھی مختلف ہوتی ہے۔ پیاسے کے لئے پانی رحمت ہے اور بھوکے کے لئے کھانا۔ بیمار کے لئے صحت رحمت ہے اور تھکے ماندے انسان کے لئے آرام۔ الغرض ہر ضرورت مند کے لئے اسی کی طلب اور ضرورت کے لحاظ سے رحمت کی نوعیت بدلتی جائے گی۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ ضرورت تو کسی اور شے کی ہو لیکن رحمت کسی اور شے کو قرار دے دیا جائے۔

چنانچہ ضرورت اور رحمت کے تعلق کو جانتے ہوئے یہ بات بڑی

آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ ضرورت کے تین درجے ہیں اور ہر درجے کی حیثیت کے مطابق رحمت بھی تین طرح کی ہے۔

پہلا درجہ ___ ایجاد ___ کسی شئے کو معرضِ وجود میں لانا۔

دُوسرا درجہ ___ اِبقاء ___ وجود میں لانے کے بعد اسے باقی رکھنا۔

تیسرا درجہ ___ اکمال ___ وجود کو باقی رکھ کر اُسے کمال تک پہنچانا۔

الرَّحْمٰن الرَّحِیْم ..... دونوں کو اکٹھا بیان کرنے کا مقصد

الرحمٰن اور الرحیم کے معنوی امتیازات کو سمجھنے سے ہو جاتا ہے۔

تاہم یہاں تلخیص کی صورت میں اس امر پر مزید روشنی ڈالی جاتی ہے کیونکہ ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ "رحمان"، "رحیم" کی نسبت زیادہ مبالغے کے ساتھ رحمت پر دلالت کرتا ہے۔ اس پر تفصیلی روشنی پہلے ڈالی جا چکی ہے۔ مستزاد یہ کہ لفظ "رحمان" میں لفظِ "رحیم" کے مقابلے میں زیادہ حروف استعمال ہوئے ہیں اور عربی ادب کا یہ مسلّمہ قاعدہ ہے۔ کہ زیادتی حروف زیادتیِ معنیٰ پر بھی دلالت کرتی ہے۔ یعنی زیادہ حروف پر مشتمل الفاظ اسی معنیٰ میں کم حروف پر مشتمل الفاظ کے مقابلے میں زیادہ معنوی وسعت رکھتے ہیں۔ لہٰذا اس کی ضرورت کیوں محسوس کی گئی کہ ایک ایسے وصف یعنی "الرحمان" کو جو زیادہ رحمت پر محیط ہے پہلے بیان کر دینے کے بعد

پھر دُوسرے وصف یعنی "الرّحیم" کو جو اس کے مقابلے میں کم دائرے کو حاوی ہے۔ بیان کیا گیا اور اگر دونوں کو ہی بیان کرنا مقصود تھا تو اس ترتیب تقدیم و تاخیر کے ساتھ کیوں؟

۱۔ رحمان و رحیم دونوں کو اکٹھا کرنے کا پہلا مقصد یہ تھا کہ یہ حقیقت واشگاف ہو جائے کہ ذاتِ حق میں رحمت کا صرف صفتی ظہور ہی نہیں بلکہ فعلی ظہور بھی ہے۔ ہر چند کہ رحمان، رحیم کے مقابلے میں زیادہ معنیٰ رحمت پر دلالت کرتا ہے لیکن یہاں یہ واضح کرنا مقصود تھا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ وہ ذات کثرت کے ساتھ صفتِ رحمت کی حامل تو ہے۔ لیکن معلوم نہیں کہ وہ رحمت اس سے اسی قدر فعلاً بھی صادر ہوتی ہے یا نہیں تو رحمان کے بعد رحیم کے لفظ نے اس شبہ کا ازالہ کر دیا کہ ہستی باری تعالیٰ کی رحمت محض اس کی صفت اور حالت ہی نہیں بلکہ ہر لحہ عالمِ وجود اس کی رحمت سے بالفعل فیضیاب بھی ہو رہا ہے۔

۲۔ دونوں اوصاف کو اکٹھا بیان کرنے کا دوسرا مقصد یہ تھا کہ رحمانیت کی عمومی رحمت جو جمیع خلق کو بلا استثنیٰ محیط ہے۔ مومن و کافر دونوں کے لئے یکساں ہے۔ اس یکسانیت کے پیشِ نظر کہیں مومنین و متقین مایوس نہ ہو جائیں کہ اگر کفار و مشرکین بھی ہمارے برابر حصہ رحمت پائیں گے تو ہمیں اطاعت و غلامئ حق کا کیا صلہ ملا۔ اس

سوال کا جواب پہلے ہی دے دیا گیا کہ بیشک سب مخلوق بلاامتیاز رب کائنات کے چشمہ رحمانیت سے فیضیاب ہو رہی ہے۔ لیکن مومنین و متقین کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحیمیت کی بارگاہ سے خصوصی رحمت کا اہتمام بھی کر رکھا ہے۔

۳۔ اس کا تیسرا سبب یہ ہے کہ شانِ رحمانیت کے بیان سے وجود بقا اور کمال کے ہر مرحلے پر رحمتِ حق کے میسر آنے کا وعدہ تو ہو گیا تھا لیکن گناہگار و خطاکار پریشان تھے کہ اگر ہم سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے اور اپنی ہی بقاء و کمال کے خلاف کوئی عمل صادر کر بیٹھیں تو کہیں رحمتِ حق کا سلسلہ منقطع نہ ہو جائے۔ بارگاہِ رحیمیت سے ندا آئی کہ نہیں نہیں۔ خطاکاروں کے لئے بھی رحمتِ حق نے اپنی بخشش و مغفرت کا دروازہ کھول رکھا ہے۔ وہ ذات معاف کر کے اپنی رحمت بحال رکھے گی۔ صرف اس سے صفائی قلب کے ساتھ معافی مانگنے والے گناہگار کے زیادہ قریب ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ پرہیزگاروں کے مقابلے میں زیادہ ضرورت مند ہوتا ہے۔

سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مکشوفات میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

"اَھْلُ الطَّاعَاتِ یَذْکُرُوْنَ النَّعِیْمَ وَاَھْلُ

العصیان یذکرون الرحیم" (رسالہ غوث اعظم)

"عبادت کرنے والے جنّت کو یاد کرتے ہیں اور گناہگار رب کی رحمت کو یاد کرتے ہیں"۔

ایک اور مقام پر ارشاد منقول ہے۔

"اَنَا اَقْرَبُ اِلَی الْعَاصِیْ اِذَا فَرِغَ مِنَ الْعِصْیَانِ"

(رسالہ غوث اعظم)

"جب گناہگار گناہ سے دور ہو جاتا ہے تو میں اس کے زیادہ قریب ہو جاتا ہوں"۔

۴۔ دونوں اوصاف کو اکٹھا کرنے کا مقصد یہ بھی تھا کہ شانِ رحمانیت چونکہ بندوں کو زیادہ تر دنیا میں رحمت سے نوازنے کا مژدہ سنا رہی تھی۔ اس لئے اس سے کہیں بندے یہ تاثر نہ لے لیں کہ آخرت میں جب

"لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ"

"کہ آج کس کی بادشاہی ہے۔ اللہ کی جو ایک ہے قہر والا ہے"

کا اعلان ہوگا تو ہم کہاں جائیں گے۔ کیونکہ رحمتِ حق کے بغیر تو کسی کا کوئی ٹھکانہ نہ ہوگا۔

چنانچہ شانِ رحیمیت نے انسانوں کو اس مایوسی سے بچا لیا کہ تم

خود کو آخرت کے لئے تیار تو کرو، رحمتِ حق وہاں بھی تمہارا ساتھ نہ چھوڑے گی کیونکہ ربِ ذوالجلال صرف رحمٰنُ الدنیا ہی نہیں رحیمُ الآخرۃ بھی ہے۔

۵۔ دونوں اوصاف کو اکٹھا بیان کرنا اس وجہ سے بھی تھا کہ لوگ آدابِ بندگی سے بہرہ ور ہو جائیں کیونکہ رحمانیت کی شان یہ تھی کہ ذاتِ حق اپنے بندوں کو ہر وہ چیز عطا کرتی رہے ہے جس کی انہیں ضرورت اور طلب ہو اور بغیر مانگے بھی عطا کرنا رحمانیت کا تقاضا تھا۔ اس بے پایاں عطا سے لوگ کہیں یہ نہ سمجھ لیں کہ جب سب کچھ از خود مل جاتا ہے تو اس سے مانگنے کی کیا ضرورت ہے؟ رحیمیتِ باری نے بنی نوعِ انسان کو متنبہ کر دیا کہ از خود عطا کرنا میری شان ہے۔ مگر مجھ سے مانگنا تمہارا فرض ہے۔ اگر مجھ سے نہیں مانگو گے تو میری ناراضگی کے مستحق ٹھہرو گے۔ میں تمہیں دیتا رہوں اور تم ہر گھڑی مجھ سے مانگتے رہو۔ اس طرح رحمانیت و رحیمیت کی دونوں شانوں کے ظہور سے تمہارا تعلق بندگی پختہ ہوگا اور مجھے دینے میں خوشی ہوگی۔

۶۔ دونوں اسماء کا یکے بعد دیگرے بیان کرنا اس وجہ سے بھی تھا کہ رحمتِ حق کے امیدوار و طلب گار مطمئن رہیں کہ اس کے خزانۂ رحمت میں کوئی کمی نہیں جس طرح وہ اپنی صفتِ رحمت کو

بار بار مختلف عنوانات کے تحت بیان کر رہا ہے۔ اسی طرح وہ ضرورت مندوں پر ان کے حسب حال رحمت بھی بار بار کرے گا۔ اس کی رحمت مختلف صورتوں میں مسلسل ہوتی رہے گی۔ مبرد کا قول اسی امر کی تائید کرتا ہے کہ

"ھو انعام بعد انعام و تفضل بعد تفضل"

یہ ان حکمتوں میں سے چند ایک تھیں جن کی بنا پر خالق کائنات نے خود کو بیک وقت الرحمٰن کے وصف سے بھی متعارف کرایا اور الرحیم کے وصف سے بھی۔

رحمتِ خداوندی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔

ترجمہ: تم فرماؤ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ بیشک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے۔ بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے اول سے آخر تک سارا قرآن پڑھا مگر قُلْ کُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِهٖ سے بڑھ کر کوئی آیت امید دلانے والی نہ پائی کیونکہ بندہ کا کام نافرمانی اور عصیان ہے اور مولا کا کام غفران و بخشش ہے۔ فاروقِ اعظم فرماتے ہیں میں نے سارا قرآن پڑھا مگر

حٰمٓ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ۔

ترجمہ: یہ کتاب اُتارنا اللہ کی طرف سے جو عزت والا علم والا

اور توبہ قبول کرنیوالا ہے۔

سے بڑھ کر کوئی آیت نہ دیکھی جس میں اس سے اُمید اور توقع ہو کیونکہ یہاں خُدا نے گناہ کی مغفرت کو قبول توبہ پر مقدم رکھا ہے۔ حضرت عثمان بن عفان فرماتے ہیں۔ میں نے اوّل سے آخر تک سارا قرآن پڑھا مگر یہ آیت

نَبِّئْ عِبَادِیْ اَنِّیْۤ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ وَاَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ ۔

ترجمہ: خبر دو میرے بندوں کو کہ بیشک میں ہی ہوں بخشنے والا مہربان اور میرا ہی عذاب دردناک ہے۔

سے زیادہ کوئی آیت اُمید دلانے والی نہیں کیونکہ اس آیت میں بخشش اور رحمت کو دردناک عذاب پر مقدم رکھا گیا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے سارا قرآن اوّل تا آخر پڑھا مگر آیت قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اسرفوا علی انفسهم .... الخ سے بڑھ کر اُمید دلانے والی کوئی آیت نہیں (ص ۸۴ خیر المؤانس)

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ کتاب اللہ میں سب سے عظمت والی آیت

مَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ۔

ترجمہ: یعنی اللہ سے ڈرتے رہنے والوں کو خدا خود مخلصی دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں کا اسے

وہم وگمان بھی نہ ہو۔ (صہ ۱۲/۲۴ ابن کثیر)

آیت قل عبادی...... الخ متعدد وجوہ سے خُدا کی رحمت کی اُمید دلانے والی ہے مثلاً

۱۔ جب عبادی کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو مراد مومن ہوتے ہیں قرآنِ مجید میں ارشاد ربانی ہے

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا۔

ترجمہ: اللہ کے بندے زمین پر آہستہ چلتے ہیں۔

معلوم ہوا خدا مومنوں کے کبیرہ گناہ معاف کرے گا۔

۲۔ خُدا تعالےٰ نے فرمایا یاعبادی یعنی خدا تعالےٰ نے گنہگاروں کو اپنے بندے کہا اور جو خُدا کے بندے ہیں وہ عذاب سے محفوظ ہیں مثلاً حضرت احمد سہیل فرماتے ہیں میں نے حضرت یحییٰ بن اکثم کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا میں نے اِن سے پُوچھا اے یحییٰ تیرے رَب نے تیرے ساتھ کیا سلوک کیا۔ اُنہوں نے کہا خُدا تعالےٰ نے مجھے اپنی بارگاہ میں بلایا اور فرمایا اے برے بوڑھے تو نے یہ کام کیا تو نے فلاں کام کیا۔ میں نے عرض کی الٰہی جو کچھ میں نے تیرے بارے میں سُنا تھا وہ تو یہ نہ تھا۔ خُدا نے فرمایا تو نے کیا سُنا تھا۔ میں نے عرض کی۔ مجھ سے عبدالرزاق نے اُنہوں نے معمر سے اُنہوں نے زہری سے اُنہوں نے عروہ سے اُنہوں نے حضرت عائشہ سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

سے اُنہوں نے جبرئیل سے اور جبرئیل نے تجھ سے سُنا کہ تو نے فرمایا۔

مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَشِیْبُ فِی الْاِسْلَامِ اِلَّا وَاَنَا اُرِیْدُ اَنْ اُعَذِّبَہٗ اِلَّا وَاَنَا اَسْتَحِیْ اَنْ اُعَذِّبَہٗ۔

ترجمہ: جو اِسلام میں بُوڑھا ہو جائے میں اسے عذاب دینا چاہوں تو مجھے عذاب دیتے شرم آتی ہے۔

اور یا اللہ میں تو بوڑھا ہوں۔ خدا تعالےٰ نے ارشاد فرمایا، عبدالرزاق نے سچ کہا معمر نے سچ کہا زہری نے سچ کہا عروہ نے سچ کہا عائشہ نے سچ کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ کہا جبرئیل نے سچ کہا اور میں نے بھی سچ کہا۔ اے یحیٰی اِسلام میں جو بوڑھا ہو جائے میں اِسے عذاب نہیں دیتا۔ پھر خدا نے میرے لیے حکم دیا کہ دائیں طرف سے جنت میں داخل ہو جاؤ۔

(صفحہ ۱۲۱ تنبیہ الغافلین)

۲: زیرِ بحث آیت میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ میری رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ کیونکہ خُدا کی رحمت سے نااُمید ہونا کفار کا شیوہ ہے۔ خُدا تعالےٰ فرماتا ہے۔

وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَلِقَآئِہٖ اُولٰٓئِکَ یَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِیْ وَاُولٰٓئِکَ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔

ترجمہ: وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی آیات اور اس کی مُلاقات

کا انکار کیا وہ میری رحمت سے نا اُمید ہو گئے اور اِن کے لیے دردناک عذاب ہے۔

خدا تعالےٰ نے نا اُمیدی سے منع فرمایا کہ رحمت کا اُمیدوار بنا لیا کہ میرے کرم و مغفرت کی اُمید رکھو کیونکہ میری رحمت بہت وسیع ہے چنانچہ امام غزالی نے لکھا ہے کہ۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دِن مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک پرندہ آکر مسجد کی دیوار پر بیٹھ گیا اور اس کی چونچ میں رائی کے دانے کے برابر مٹی تھی۔ وہ پرندہ چیخنے لگا اور رسُول کریم اِس کے چیخنے پر مسکرانے لگے۔ لوگوں نے وَجہ دریافت کی: آپ نے فرمایا یہ پرندہ کہتا ہے کہ جس طرح میں بحرِ قلزم کو اس مٹی سے میلا نہیں کر سکتا اسی طرح آپ کی اُمت کے گناہ اللہ کی رحمت کو متغیر نہیں کر سکتے کیونکہ اللہ کی رحمت سمندر سے بہت بڑی ہے اور اللہ کے نزدیک گناہ اِس مٹی سے بہت کم ہیں۔

(صفحہ ۱۷۸ احسن القصص)

حضرت ابُوہریرہ سے مروی ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے رحمت کے سو حِصے بنائے ہیں۔ ننانوے حِصے اِس نے اپنے پاس رکھ لیے اور ایک حِصہ زمین پر نازل فرمایا۔ اِس ایک حِصے کی برکت یہ ہے کہ مخلوق آپس میں ایک دُوسرے پر رحم کرتی ہے۔ یہاں تک کہ گھوڑا اپنے بچے سے اپنا قدم اُٹھا لیتا ہے کہ کہیں میرے قدم کی وجہ سے بچے کو کسی قسم کی اذیت و تکلیف نہ ہو۔ (صفحہ ۴۵ شب الایمان)

۴ خدا تعالےٰ نے لاتقنطوا من رحمتی نہیں فرمایا بلکہ من رحمۃ اللہ فرمایا اور اسم اللہ خدا کا سب سے بڑا نام ہے۔ رحمت کو سب سے بڑے نام کی طرف مضاف کیا۔ مطلب یہ کہ تم پر اس کی سب سے بڑی رحمت نازل ہوگی۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ

قیامت کے دن حضور کی اُمت کا حشر تین طرح سے ہو گا۔ اُمت کی ایک قسم وہ ہو گی جو بغیر حساب جنّت میں داخل ہوگی اور ایک قسم وہ ہو گی جو آسان حسَاب کے بعد جنت میں داخل ہو گی اور ایک قسم اُمت کی وہ ہو گی جو اپنے پہاڑوں جیسے گناہ اُٹھائے ہو گی۔ خدا تعالےٰ جانتے ہوئے فرشتوں سے پُوچھے گا یہ کون ہیں۔ فرشتے عرض کریں گے یا اللہ یہ تیرے بندے ہیں یہ تیری عبادت کرتے تھے اور تیرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے تھے۔ خُدا تعالےٰ فرمائے گا ان کے گناہ یہوُدیوں اور عیسَائیوں پر لاد دو اور اِن کو میری رحمت سے جنّت میں داخل کر دو۔

(ص ۱۶۹/۱۲ کنز العمال ، ص ۵۸/۱ المستدرک)

۵ یغفر الذنوب سے مقصُود حاصل ہو جاتا تھا لیکن جمیعاً فرمایا کہ تاکید سے مؤکد کر دیا۔ گھبراؤ نہیں خُدا چھوٹے بڑے سارے گناہ معاف فرمائے گا چنانچہ قیامت کے دِن مومنوں کے دو فریق ہونگے۔

ایک گروہ مومن اور گناہان کبیرہ سے بچنے والوں کا ہوگا۔ ان کے اعمال کا وزن ہوگا۔ نیکیاں نورانی پلڑے میں اور صغیرہ گناہ اگر ہوں گے تو دُوسرے پلڑے میں ان صغیرہ گناہوں کا اپنا ایک وزن ہوگا۔ جب دونوں

کا وزن کیا جائے گا تو نورانی پلڑے والی نیکیوں کا وزن زیادہ ہو جائے گا اور اِن کے لیے جنت کا حکم ہو جائے گا اور ہر جنتی کو اِسکی نیکیوں اور اطاعت کے مطابق اَجر و ثواب دیا جائے گا۔

خُدا تعالےٰ فرماتا ہے۔

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔

ترجمہ: قیامت کے دن وزن برحق ہے جِن کی نیکیاں زیادہ ہُوں گی وہ کامیاب ہیں۔

اَور دُوسرا گروہ وہ ہو گا جو گنہگار ہوں گے اَور شرک کے علاوہ دیگر کبیرہ گناہوں کے مُرتکب ہوں گے۔ اِن کی نیکیاں نورانی پلڑے میں رکھی جائیں گی اور ان کے گناہ اَور برائیاں تاریک پلڑے میں رکھی جائیں گی اَور ان کے کبیرہ گناہوں کا اپنا ایک وزن ہو گا اور نیک اعمال کا بھی وزن ہو گا لیکن نیک اعمال کے ساتھ ایمان کی اَصل پُونجی ہو گی اور گناہوں کے ساتھ کُفر نہ ہو گا اور یہ بات محال ہے کہ کِسی کے پاس ایمان بھی ہو اور کُفر بھی ہو اور نیکی کرتے وقت آدمی کی نیت خُدا کی رضا ہوتی ہے جبکہ گناہ کے وقت خُدا کی مخالفت مقصُود نہیں ہوتی بلکہ انسان کی نفسانی خواہش کو گناہ میں دخل ہوتا ہے اور گناہ کرتے وقت خُدا کی ناراضگی کا خوف ہوتا ہے اِس لیے برائی کا نیکی کے برابر ہونا محال ہے لیکن بہر حال گناہ کا نیکی کی طرح اپنا ایک وزن ضرور ہے۔ اَب تقدیر کا لِکھا سامنے آئے گا اگر اِس کا جنتی ہونا

مقدر ہے تو خدا تعالےٰ اِس کے سارے گناہ مُعاف کر کے اسے داخل جنت کر دے گا۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰالِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ۔

ترجمہ: بیشک اللہ تعالےٰ شرک کو نہیں بخشے گا اور اس کے علاوہ جس کو چاہے گا بخش دے گا۔

۲۔ خدا تعالےٰ زیرِ بحث آیت میں ھُوَ الغفور فرماتا اور غفور مبالغے کا فائدہ دیتا ہے یعنی خدا تعالےٰ گناہوں کو بہت بخشنے والا ہے مثلاً۔

۱۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز اللہ تعالےٰ میری اُمت کے ایک شخص کو سب کے سامنے بلائے گا اور اِس کے گناہوں کے ننانوے دفتر کھولے گا اور ہر دفتر مدِ نگاہ تک پھیلا ہو گا۔ اللہ فرمائے گا اِن میں سے کِسی گناہ سے تجھے انکار ہے اور کراماً کاتبین نے کوئی زیادتی کی وہ آدمی کہے گا یا اللہ نہیں یعنی ہر گناہ کا اقرار کرلے گا۔ پھر اللہ فرمائے گا تجھے کوئی عُذر پیش کرنا ہے۔ کہے گا نہیں۔ خدا فرمائے گا ہاں تمہاری ایک نیکی ہمارے پاس موجود ہے اور آج تجھ پر ظلم نہ کیا جائے گا۔ پس ایک کاغذ کا ٹکڑا نکالا جائے گا جس پر لکھا ہو گا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ خدا فرمائے گا جا وزن کرالے بندہ کہے گا یہ کاغذ کا ٹکڑا اِن دفتروں کے سامنے کیا حیثیت رکھتا ہے۔

خدا فرمائے گا آج تجھ پر کوئی ظلم نہ کیا جائے گا۔ نبی کریم نے فرمایا وہ دفتر ایک پلڑے میں اور وہ کاغذ کا ٹکڑا دوسرے پلڑے میں رکھ کر وزن کیا جائے گا تو دفتر والا پلڑا ہلکا اور کاغذ کے ٹکڑے والا پلڑا بھاری ہو جائے گا اور اسکی وجہ یہ ہے کہ کلمۂ شہادت میں اسم اللہ ہے اور اس سے کوئی چیز بھاری نہیں ہو سکتی۔

خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ۔

ترجمہ: بیشک اللہ ایک ذرہ کے برابر ظلم نہ کرے گا اور اگر نیکی ہو گی تو اُسے دُگنا کر دے گا اور اپنے ہاں سے اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔

(صفحہ ۸۸ ترمذی شریف، صفحہ ۳۱۸ ابن ماجہ)

ب: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے پہلی اُمتوں میں سے ایک شخص نے ننانوے قتل کیے پھر اس نے زمین والوں سے پوچھا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے۔ اسے ایک بڑے راہب کا پتا دیا گیا وہ شخص اِس راہب کے پاس گیا اور کہا کہ اس نے ننانوے قتل کیے ہیں کیا اسکی توبہ ہو سکتی ہے۔ اِس نے کہا نہیں۔ اِس شخص نے اس راہب کو بھی قتل کر دیا اور سو ۱۰۰ پورے کر دیئے۔ پھر اِس نے سوال کیا کہ روئے زمین پر سب

سے بڑا عالم کون ہے تو اس کو ایک عالم کا پتہ دیا گیا۔ اس شخص نے اِس سے کہا کہ اِس نے سَو قتل کیے ہیں کیا اِس کی توبہ ہو سکتی ہے۔ عالم نے کہا ہاں توبہ کی قبولیت میں کیا چیز حائل ہو سکتی ہے جاؤ فلاں جگہ چلے جاؤ وہاں کچھ لوگ اللہ کی عبادت کر رہے ہیں تم ان کے ساتھ اللہ کی عبادت کرو اور اپنی زمین کی طرف واپس نہ جاؤ کیونکہ وہ بری جگہ ہے وہ شخص روانہ ہوا۔ جب وہ آدھے راستے پر پہنچا تو اس کو موت نے آلیا اور

فَاخْتَصَمَتْ فِیْهِ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ۔

رحمت اور عذاب کے فرشتوں میں اِس کے بارے میں جھگڑا ہو گیا۔

رحمت کے فرشتوں نے کہا یہ شخص توبہ کرتا ہوا اور دِل سے اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہُوا آیا تھا اور عذاب کے فرشتوں نے کہا اِس نے بالکل کوئی نیک عمل نہیں کیا۔ پھر اِن کے پاس آدمی کی صُورت میں ایک فرشتہ آیا اُنہوں نے اس کو اپنے درمیان حَکم بنالیا۔ اِس نے کہا دونوں زمینوں کی پیمائش کرو وہ جس زمین کے زیادہ قریب ہو اسی کے مطابق اس کا حکم ہوگا جب اُنہوں نے اس کی پیمائش کی تو وہ اُس زمین کے زیادہ قریب تھا جہاں اس نے جانے کا ارادہ کیا تھا۔ پھر رحمت کے فرشتوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔ حسن نے بیان کیا کہ جب اِس کی موت آئی تو اس نے اپنا سینہ پہلی جگہ سے دُور کر لیا تھا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ایک بالشت کے برابر نیک آدمیوں کی بستی کے قریب تھا اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس زمین سے کہا تو قریب ہو جا۔

(صہ ۲۵۹/۲ مسلم شریف، صہ ۲۰/۲ مسند امام احمد)

۷: زیرِ بحث آیت میں اللہ تعالیٰ نے "رَحِیْم" فرما کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ اللہ نہ صرف یہ کہ گناہ معاف فرما دے گا بلکہ اپنی رحمت سے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دے گا۔

ارشادِ ربانی ہے۔

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔

مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے۔ اللہ تعالیٰ اِن کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ تعالیٰ گناہ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔

۸: حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جنت میں داخل ہونے والے آخری آدمی اور جہنم سے نکلنے والے آخری آدمی کو جانتا ہوں۔ قیامت کے دن ایک آدمی کو لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا (فرشتوں سے) اس کے صغیرہ گناہ اس پر پیش کرو اور کبیرہ گناہ پیش نہ کرو۔ اس پر صغیرہ گناہ پیش کیے جائیں گے اور کہا جائے گا تو نے فلاں

روز یہ کیا فلاں روز یہ کیا وہ کہے گا ہاں اور اسے انکار کی مجال نہ ہو گی اور اپنے کبیرہ گناہوں سے خوفزدہ ہو گا کہ کہیں وہ بھی پیش نہ کر دیئے جائیں۔ پس کہا جائے گا ہر گناہ کے بدلے تیرے لیے ایک نیکی ہے۔ پھر وہ کہے گا یا اللہ میں نے تو ایسے بھی گناہ کیے جو مجھے یہاں نظر نہیں آ رہے۔ یہاں پر رسول کریم مسکرائے کہ آپ کے دانت ظاہر ہو گئے۔

(ص ۱۰۴/۱ مسلم شریف، ص ۱۹۰/۱ سنن کبریٰ)

ب: علامہ زرقانی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات خدا تعالےٰ کی بارگاہ میں عرض کی یا اللہ تو نے بعض امتوں کو عذاب میں مبتلا کیا تو نے بعض کو پتھر مار کر ہلاک کر دیا جیسے قوم لوط اور بعض کو تو نے زمین میں دھنسا دیا جیسے قارون اور بعض کی تو نے شکلیں مسخ کر دیں جیسے بنی اسرائیل کا ایک گروہ میری امت کے ساتھ تو کیا سلوک کریگا

خدا تعالےٰ نے ارشاد فرمایا

اُنَزِّلُ عَلَيْهِمُ الرَّحْمَةَ وَاُبَدِّلُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ۔

(ص ۱۰۶/۶ زرقانی شریف)

ترجمہ: میں ان پر رحمت نازل کروں گا اور ان کے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دوں گا۔

دُنیا میں خُدا کی رحمت

۱۔ حضرت عبداللہ بن عبید فرماتے ہیں کہ ابلیس ملعون نے کہا۔ اے میرے رب تو نے مجھے آدم کی وجہ سے جنت سے نکالا اور میں اس پر بغیر اس کے کہ تو مجھے اس پر غلبہ دے غالب نہیں آسکتا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا جا تو اس پر مسلط ہے۔ اس نے کہا اے خدا کچھ اور بھی عطا فرما۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا جا بنی آدم میں جتنی اولاد پیدا ہوگی اتنی ہی تیرے ہاں بھی ہو گی۔ اس نے پھر التجا کی باری تعالےٰ کچھ اور بھی مجھے زیادتی عطا فرما۔ پروردگارِ عالم نے کہا بنی آدم کے سینے میں تیرے مسکن بنا دوں گا اور تو ان کے جسم میں خون کی طرح پھرے گا اس نے پھر کہا کچھ اور بھی مجھے زیادتی عطا فرما اللہ تعالےٰ نے فرمایا جا تو ان پر اپنے سوار اور پیادے دوڑا اور ان کے مال و اولاد میں شریک ہو جا اور انہیں اُمنگیں دلا۔ گو حقیقتاً تیرا امنگیں دلانا اور وعدے دلانا سراسر دھوکا ہے۔ اس وقت حضرت آدم علیہ السّلام نے دُعا کی۔ اے میرے پروردگار تو نے اسے مجھ پر مسلط کر دیا۔ اب میں اس سے بغیر تیرے بچائے بچ نہیں سکتا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا سنو تمہارے ہاں جو اولاد ہوگی اس کے ساتھ میں ایک محافظ مقرر کر دوں گا جو شیطانی پنجے سے اسے بچائے گا۔ حضرت آدم نے اور زیادتی طلب کی تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا ایک نیکی کو دس گنا کر دوں گا بلکہ دس سے بھی زیادہ اور برائی اسی کے برابر ہوگی یا معاف کر دوں گا۔ آپ نے پھر بھی زیادہ طلب کی

رب العزت نے فرمایا توبہ کا دروازہ تمہارے لیے اس وقت تک کھلا رہے گا جب تک کہ روح جسم میں رہے۔ حضرت آدم نے دُعا کی الٰہی اور اضافہ فرما۔ خدا تعالےٰ نے یہ آیت سنا دی۔ قُل یا عبادی الذین..... الخ

(صـــ ۱۲/۲۴ ابن کثیر، صـــ ۲۹۹/۵ شعب الایمان)

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے فرشتوں کو نیکیاں اور برائیاں لکھنے کا حکم دیا۔ اس طرح کہ جو شخص نیکی کا ارادہ کرے۔ اور اس پر عمل نہ کر سکے تو اللہ تعالےٰ اس کو ایک پوری نیکی شمار کر لیتا ہے اور جو شخص نیکی کا ارادہ کر کے اس پر عمل کرے اِس کے حساب میں ایک نیکی کے بدلے میں دس نیکیاں بلکہ سات سو اور اس سے بھی زیادہ لکھی جاتی ہیں اور جو شخص برائی کا ارادہ کرے اور برائی کو عمل میں نہ لا سکے تو خدا تعالےٰ اپنے ہاں اِس کے حساب میں ایک پوری نیکی لکھ لیتا ہے اور جو شخص برائی کا ارادہ کر کے اس کو عمل میں بھی لائے تو صرف ایک برائی اس کے نامۂ اعمال میں.... لکھی جاتی ہے۔

(صـــ ۵۶۴/۱ مشکوٰۃ)

۳۔ حضرت عامر کہتے ہیں ہم لوگ حضور علیہ السلام کے پاس بیٹھے تھے ایک شخص کملی اوڑھے ہوئے آیا اور اس کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جس پر اس نے کمبل لپیٹ رکھا تھا۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ میں درختوں کے ایک جھنڈ کے قریب سے گزرا جہاں سے میں نے پرندوں کے بچوں کی آوازیں سنیں۔ میں نے ان کو پکڑ لیا اور اپنی کملی میں رکھ لیا۔ پھر اِن کی

ماں آئی اور میرے سر پر گھومنے لگی۔ میں نے اس کے سامنے اس کے بچوں کو کھول دیا اور وہ ان پر آپڑی۔ میں نے ان سب کو لپیٹ لیا۔ اب وہ سب میرے پاس ہیں۔ آپ نے فرمایا ان سب کو رکھ دے۔ چنانچہ میں نے ان سب کو رکھ دیا۔ بچوں کی ماں نے ان سب باتوں کو چھوڑ دیا اور بچوں سے لپٹنے لگی۔ رسول خدا نے فرمایا تم سب تعجب کرتے ہو اس پر کہ ماں اپنے بچوں پر رحم کرتی ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا۔ اللہ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ رحم کرنیوالا ہے۔

(صفحہ ۵۶۵ مشکوٰۃ)

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کسی غزوہ میں ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ ایک جماعت کے قریب سے گزرے اور پوچھا تم کون ہو انہوں نے کہا ہم مسلمان ہیں۔ اس جماعت میں ایک عورت ہانڈی پکا رہی تھی اور اس کا بیٹا اس کے پاس تھا۔ جب آگ کا شعلہ بلند ہوتا تو عورت لڑکے کو پیچھے ہٹا لیتی۔ پھر وہ عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی کہ آپ اللہ کے رسول ہیں فرمایا ہاں۔ عورت نے پوچھا۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ کیا اللہ بہت رحم کرنے والا نہیں ہے۔ فرمایا ہاں۔ عورت نے کہا اللہ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ کرنے والا نہیں ہے جتنا کہ ایک ماں اپنے بچے پر رحم کرتی ہے۔ فرمایا ہاں۔ عورت نے کہا ماں تو اپنے بچے کو آگ میں نہیں ڈالتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر جھکا لیا اور روتے رہے۔ پھر سر اٹھا کر فرمایا۔ خدا تعالےٰ اپنے

بندوں پر عذاب نہیں کرتا مگر صرف اِن لوگوں پر جو سرکش ہیں۔ اللہ سے سرکشی کرتے ہیں اور اس کا حکم نہیں مانتے اور لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کرتے ہیں۔ (ص ۵۶۵ مشکوٰۃ)

خدا تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فَاَمَّا الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَیُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِیْ رَحْمَتِهٖ ذَالِكَ هُوَا لْفَوْزُ الْمُبِیْنُ۔

ترجمہ: پس جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کیے ان کا رب اِن کو اپنی رحمت میں داخل کرے گا اور یہ روشن کامیابی ہے

۵ حضرت ثوبان کہتے ہیں کہ رسول خدا نے فرمایا کہ بندہ خدا کی رضا کی تلاش میں رہتا ہے اور ہمیشہ اِس حال میں رہتا ہے۔ پس خدا تعالےٰ جبریل امین سے فرماتا ہے کہ میرا فلاں بندہ میری رضا کی تلاش میں رہتا ہے۔ خبردار ہو کہ میری رحمت اس پر ہے۔ پھر جبریل کہتا ہے کہ خدا کی رحمت فلاں بندے پر ہے پھر یہی بات عرش کو اُٹھانے والے فرشتے کہتے ہیں اور وہ فرشتے بھی کہتے ہیں جو اِن کے قریب ہیں۔ یہاں تک کہ ساتوں آسمان کے فرشتے یہی کہتے ہیں۔ پھر رحمت اس شخص کے لیے زمین پر اترتی ہے۔ (ص ۵۱۶ مشکوٰۃ)

خدا فرماتا ہے۔ وَرَحْمَةُ رَبِّكَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ

اور تیرے رب کی رحمت اس سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔

۶ عبداللہ مزنی فرماتے ہیں۔ ایک قصائی اپنے کسی ہمسائے کی کنیز سے محبت کرتا تھا۔ گھر والوں نے اس کنیز کو کسی دوسرے گاؤں کسی کام کے لیے بھیجا۔ اس قصائی نے اس کنیز کا پیچھا کیا اور اس کو ورغلایا اس نے اس قصائی سے کہا ایسا نہ کرو مجھے تجھ سے اتنی محبت ہے کہ تہیں مجھ سے اتنی محبت نہیں لیکن میں خدا سے ڈرتی ہوں۔ اس نے کہا تو تو خدا سے ڈرے اور میں نہ ڈروں۔ پس اس نے توبہ کی اور واپس ہو لیا۔ اسے اس شدت کی پیاس لگی کہ قریب تھا کہ اسکی گردن ٹوٹ جائے۔ بنی اسرائیل کے بعض نبیوں میں سے کسی سے ملاقات ہوئی۔ نبی نے اس سے پوچھا کیا حال ہے۔ عرض کی پیاس لگی ہے۔ نبی نے فرمایا آؤ دعا کریں کہ گاؤں میں داخل ہونے تک خدا ہم پر بادل کا سایہ کرے۔ اس قصاب نے کہا میرا تو کوئی عمل ایسا نہیں کہ دعا کر سکوں۔ نبی نے فرمایا میں دعا کرتا ہوں تو آمین کہہ۔ نبی نے دعا کی اور اس نے آمین کہی۔ پس گاؤں تک بادل نے ان پر سایہ کیا۔ جب قصاب اپنے گھر جانے لگا تو بادل نے اس پر سایہ کر دیا اور رسول پر سایہ نہ کیا۔ رسول نے کہا تو تو کہتا تھا میرا کوئی ایسا عمل نہیں اور اب بادل نے مجھے چھوڑ کر تجھ پر سایہ کر دیا ہے۔ بتا یہ وجہ کیا ہے۔ اس نے اپنی توبہ کا ذکر کیا۔ رسول نے فرمایا اللہ کے نزدیک تائب کا وہ مقام ہے جو اور کسی کو حاصل نہیں۔

(ص ۲۳۱ شعب الایمان، ص ۲۴۰/۲ حلیۃ الاولیاء)

اللہ تعالیٰ نے قصاب کی توبہ کی برکت سے اس پر اپنی رحمت

بادل کی شکل میں نازل فرمائی جس کی وجہ سے وہ قصاب پیاس کی تکلیف سے نجات پا گیا اور وہ اور اللہ کا نبی تمازتِ آفتاب سے محفوظ رہے اور سکون کے ساتھ اپنے اپنے گھر پہنچ گئے۔

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

ترجمہ: تمہارے رب نے اپنے اوپر رحمت ضروری کر لی ہے کہ تم میں سے جو نادانی کی بنا پر برائی کریگا پھر اس کے بعد توبہ کرے گا اور اصلاح کرے گا تو وہ مغفرت کرنیوالا مہربان ہے۔

ث: عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يُنَزِّلُ اللّٰهُ كُلَّ يَوْمٍ عَلٰى حُجَّاجِ بَيْتِهِ الْحَرَامِ عِشْرِيْنَ وَمِائَةَ رَحْمَةٍ سِتِّيْنَ لِلطَّائِفِيْنَ وَاَرْبَعِيْنَ لِلْمُصَلِّيْنَ وَعِشْرِيْنَ لِلنَّاظِرِيْنَ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہر روز بیت الحرام کے حاجیوں کے لیے ایک سو بیس رحمتیں نازل

فرماتا ہے۔ ساٹھ رحمتیں طواف کرنے والوں کے لیے اور چالیس رحمتیں نمازیوں کے لیے اور بیس رحمتیں کعبہ کا دیدار کرنے والوں کے لیے۔

(ص ۱۹۲/۲ الترغیب والترہیب) (ص ۱۱۴/۳ مسند الفردوس)

موت کے وقت رحمتِ خداوندی

موت کے وقت بھی اللہ کی رحمت مومن کے ساتھ شامل ہو کر اسے سہارا دیتی ہے مثلاً

۱۔ حضرت ابوالنصر فرماتے ہیں مجھ سے واثلہ بن الاسقع نے کہا آؤ میرے ساتھ یزید بن الاسود کے پاس چلو کیونکہ مجھے پتہ چلا ہے کہ وہ بیمار ہے۔ میں ان کے ساتھ ہو لیا۔ پس یزید کے پاس پہنچے اس کا چہرہ قبلہ کی طرف تھا اور اس کی عقل اس کا ساتھ چھوڑ چکی تھی۔ واثلہ نے مجھ سے کہا یزید کو بلاؤ۔ پس اس کو بلایا۔ میں نے کہا یہ آپ کا بھائی واثلہ آئے ہیں۔ پس اللہ تعالےٰ نے ان کے حواس لوٹائے اور انہوں (یزید) نے واثلہ کا ہاتھ تلاش کرنا شروع کیا۔ حضرت ابوالنصر ان کا منشا سمجھ گئے فرماتے ہیں میں نے واثلہ کا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں دے دیا کیونکہ وہ (یزید) اپنا ہاتھ واثلہ کے اس ہاتھ میں دینا چاہتے تھے جو ہاتھ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں دیا تھا اور وہ واثلہ کا ہاتھ کبھی اپنے سینے پر رکھتے اور کبھی وہ اپنے چہرے پر پھیرتے اور اپنے منہ پر اس

ہاتھ کو رکھتے۔ واثلہ نے یزید سے کہا۔ اِس وقت میں آپ سے یہ پُوچھتا ہوں کہ اللہ کے بارے میں آپ کا کیا گمان ہے۔ اُنہوں نے کہا میرے گناہوں نے مجھے عاجز کر دیا ہے ولکن ارجو رحمۃ اللہ لیکن میں اللہ کی رحمت کا اُمیدوار ہوں۔ حضرت واثلہ بن الاسقع نے تکبیر کہی اور ان کی تکبیر پر اہلِ خانہ نے بھی تکبیر کہی۔ حضرت واثلہ اللہ اکبر کہہ کر فرمانے لگے۔ میں نے نبی کریم کو یہ فرماتے سُنا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ فَلْیَظُنَّ بِیْ مَاشَاءَ

ترجمہ: میرا بندہ میرے بارے میں جو گمان رکھتا ہے۔ میں اِسکے سَاتھ وہی سلوک کرتا ہوں۔ پس وہ جو چاہے میرے بارے میں گمان رکھے۔ (صہ ۶/۲ شعب الایمان سے)

خُدا تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَةَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔

ترجمہ: بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اَور اللہ کے راستے میں جہاد کیا وہی لوگ ہیں جو اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اَور اللہ گناہوں کو بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مَروی ہے کہ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک آدمی کی موت قریب ہوئی تو ملک الموت آئے اس کے اعضاء کو پھاڑ کر دیکھا کوئی نیکی نظر نہ آئی۔ اس کا دل چیر کر دیکھا کوئی بھلائی نظر نہ آئی۔ پھر اس کا منہ کھول کر دیکھا تو زبان کے ساتھ کلمہ لا الہ الا اللہ خلوص کے ساتھ لگا دیکھا۔ پس اس کلمہ کے اخلاص کی برکت سے اسے بخش دیا گیا۔

خدا فرماتا ہے۔

وَرَبُّکَ الْغَفُوْرُ ذُوالرَّحْمَۃِ۔

ترجمہ: تیرا رب گناہ بخشنے والا رحمت والا ہے۔

پھر حضرت ابوہریرہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کے بارے میں حکم دیا کہ اسے نارِ جہنم میں لے جاؤ۔ جب اسے آگ کے کنارے کھڑا کیا گیا تو اس نے خدا کی طرف توجہ کر کے کہا۔ واللہ اے میرے رب میرا تو تیرے بارے میں گمان بڑا اچھا تھا۔ خدا نے فرمایا اسے واپس لے آؤ۔

فَاَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ۔

ترجمہ: میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق اس سے سلوک کرتا ہوں۔

(ص ۹/۲ شعب الایمان)

۳۔ حضرت عبادہ بن الصامت سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی وفات سے ایک سال پہلے توبہ کر لے خدا تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ پھر فرمایا ایک سال زیادہ ہے

جو اپنی وفات سے ایک مہینہ پہلے توبہ کرلے اللہ تعالےٰ اِس کی توبہ قبول کرلیتا ہے۔ پھر فرمایا ایک مہینہ زیادہ ہے جو آدمی ایک جمعہ پہلے توبہ کرلے اللہ تعالےٰ اس کی توبہ کو قبولیت سے سرفراز فرمالیتا ہے۔ پھر فرمایا ایک ہفتہ زیادہ ہے۔ جو آدمی وفات سے ایک دن پہلے توبہ کرلے خُدا تعالےٰ اِس کی توبہ قبول کرلیتا ہے۔ پھر فرمایا ایک دِن زیادہ ہے جو غرغرہ طاری ہونے سے پہلے توبہ کرلے خُدا تعالےٰ اس کی توبہ قبول کرلیتا ہے۔ (صہ ۲۱۷ تاریخ بغداد)

۴۔ حضرت عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی سے سُنا وہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم سے سُنا جو شخص اپنی وفات کے ایک دِن پہلے توبہ کرے اللہ اِسکی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔ وہ صحابی فرماتے ہیں میں نے یہ حدیث نبی کریم کے ایک اور صحابی سے بیان کی اُنہوں نے کہا کیا تونے نبی کریم سے یہ سُنا اُس نے جواب دیا ہاں۔ اِس دوسرے صحابی نے فرمایا میں نے نبی کریم سے یہ سُنا جو آدمی اپنی وفات سے آدھ دن پہلے توبہ کرے خُدا تعالےٰ اِس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے یہ صحابی فرماتے ہیں میں نے ایک اَور صحابی سے یہ حدیث بیان کی۔ اُنہوں نے کہا کیا تم نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا میں نے کہا ہاں اُنہوں نے کہا میں نے تو یہ سُنا کہ جو انسان اپنی وفات سے ایک پہر پہلے توبہ کرلے اللہ تعالےٰ اِس کی توبہ قبول کرلیتا ہے۔ اَب یہ تیسرے صحابی فرماتے ہیں میں نے یہ حدیث ایک اور صحابی سے بیان کی تو اس نے دریافت کیا کیا

تو نے نبی کریم سے یہ سنا کہا ہاں۔ اِس چوتھے صحابی نے کہا میں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا۔ جو شخص غرغرہ طاری ہونے سے قبل توبہ کرلے خدا تعالےٰ اسکی توبہ کو قبول فرمالیتا ہے۔ (ص ۲۹۸ شعب الایمان)

خدا فرماتا ہے۔

فَقُلْ رَبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ۔

ترجمہ: پس تم فرما دو کہ تمہارا رب وسیع رحمت والا ہے۔

۵۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کسی مسلمان کی وفات قریب ہوتی ہے تو دو شیطان کم بخت اِس کے پاس آتے ہیں۔ ایک مرنے والے کے باپ کی صورت میں اور دوسرا اسکی ماں کی صورت میں۔ پہلے باپ اپنی محنت اور مشقت پدری کا اظہار کر کے کہتا ہے کہ اے فرزند میں دین عیسائی پر مرا تھا۔ بظاہر مسلمان تھا مگر درحقیقت میں عیسائی تھا اور مرنے کے بعد میں نے عیسائی دین کو سب سے بہتر دین پایا۔ چونکہ اب تیرا بھی آخری وقت آگیا ہے اِس لیے تجھے بھی دین عیسائیت کی طرف آنا لازمی ہے۔ دوسرا شیطان جو ماں کی صورت میں ہوتا ہے کہتا ہے کہ تمہیں وہ وقت کہاں یاد ہوگا کہ جب میں تمہیں اپنے پیٹ میں اٹھائے پھرا کرتی تھی اور میری چھاتیاں تمہارے دودھ پینے کے دو شیریں چشمے تھے اور میری گود تیری سواری اور میرے دونوں زانوں تیرے تکیے تھے۔ میں دنیا میں بظاہر مسلمان تھی مگر مرتے وقت یہودی ہو کر مری تھی اور مرنے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ یہودی دین نہایت بہترین

دین ہے۔ اے کاش آج تو بھی یہودی دین اختیار کرلے۔ مرنے والا مصنوعی ماں باپ کا کلام سن کر حیران رہ جاتا ہے اور دل میں کہتا ہے کہ الٰہی اب میں کیا کروں۔ ایک کہتا ہے عیسائی ہوجا دوسرا کہتا ہے یہودی بن جا اور میں ساری زندگی مسلمان رہا۔ اب اس آخری وقت میں کیا کروں۔ اس وقت بندہ حیران ہوتا ہے کہ اچانک اللہ تعالےٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور ملک الموت تشریف لاکر ان شیطانوں کو لات مار کر نکال دیتے ہیں۔ پھر مرنے والے سے فرماتے ہیں۔ یہ تیرے ماں باپ نہ تھے بلکہ دو شیطان تھے جو تیرا ایمان لینے آئے تھے۔ خدا تعالےٰ نے تجھ پر رحم فرمایا کہ ان کے ہاتھ سے تجھے نجات دی۔ اب تو کلمہ لا الٰہ الا اللہ پڑھ تاکہ میں تیری جان کلمہ طیبہ پر نکالوں۔ پس وہ کلمہ پڑھ کر باایمان اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔ (ص ۹۵ احسن، تفسیر ابن کثیر)

رحمتِ خداوندی عالمِ برزخ میں

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک شخص نے زندگی میں کوئی نیک عمل نہ کیا۔ اس نے موت کے وقت اپنے لڑکوں سے کہا۔ جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا کر میری راکھ کے دو حصے کر دینا۔ ایک کو زمین پر ڈال دینا اور دوسرے حصے کو سمندر میں ڈال دینا۔ اس لیے کہ خدا کی قسم اگر خدا

مجھ پر قادر ہو گیا تو مجھے ایسی سزا دے گا کہ عالمین میں ایسی سزا کسی کو نہ دی ہو گی۔ پس اس کی موت کے بعد اس کے لڑکوں نے اس کی وصیت پر عمل کیا۔ خدا تعالےٰ نے بحر و بر کو اس کی راکھ کے اجزاء اکٹھے کرنے کا حکم دیا۔ پھر اللہ نے اس سے پوچھا کہ تو نے یہ کیا کیا۔ عرض کی یا اللہ تجھ سے خوف کی وجہ سے میں نے یہ سب کچھ کیا اور تو سب کچھ جانتا ہے۔ پس اللہ تعالےٰ کا دریائے رحمت جوش پر آیا اور اسکے سارے گناہوں کو معاف فرما دیا۔

(صفحہ ۲۶۰ الترغیب والترہیب، صفحہ ۲۹۸ مسند امام احمد)

حضرت ابو غالب فرماتے ہیں میں ملک شام میں تھا اور قبیلہ قیس کے ایک نیک اور صالح آدمی کے ہاں ٹھہرا ہوا تھا۔ اس کا ایک بھتیجا تھا جو اس کی مخالفت کرتا تھا وہ اپنے بھتیجے کو نیکی کا حکم دیتا اور برائی سے منع کرتا تھا بلکہ مارتا بھی تھا لیکن وہ اس کی نافرمانی کرتا تھا۔ پس نوجوان بیمار ہو گیا اور اس نے اپنے چچا کو بلا بھیجا۔ اس نے آنے سے انکار کر دیا لیکن میں اس کے چچا کو اپنے ساتھ لے کر اس کے پاس گیا۔ چچا نے اپنے بھتیجے کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا اور کہا اے دشمن خدا تو نے یہ کیا وہ کیا۔ اس نے کہا اے چچا کیا خیال ہے اگر اللہ تعالےٰ مجھے میری ماں کے حوالے کر دے تو وہ میرے ساتھ کیا سلوک کرے گی۔ اس نے جواب میں کہا خدا کی قسم وہ تجھے جنت میں داخل کر دے گی۔ نوجوان نے کہا واللہ اللہ تعالےٰ میری ماں سے بھی زیادہ مجھ پر رحم فرمانے والا ہے۔ بعد میں نوجوان کی وفات ہو گئی اور اس کے چچا نے اسے دفن کر دیا۔ جب اس

نے لحد کی اینٹیں چُنیں تو ایک اینٹ گر گئی۔ جب اینٹ اُٹھائی تو ایک دم پیچھے ہٹا۔ میں نے وجہ دریافت کی تو کہنے لگا قبر نور سے بھر گئی ہے اور حدِ نگاہ تک وسیع ہو گئی ہے۔ (ص ۲۱۱ شعب الایمان، ص ۱۰ شرح الصدور)

وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ

ترجمہ: میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے۔

حضرت وہب بن منبہ فرماتے ہیں۔

بنی اسرائیل میں ایک آدمی تھا جس نے دو سو سال تک خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ پھر مر گیا تو قوم نے اس کے پاؤں سے پکڑا اور گھسیٹ کر اسے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی۔ جاؤ اس کی نمازِ جنازہ پڑھو۔ عرض کی یا اللہ بنی اسرائیل گواہی دیتے ہیں کہ اس نے دو سو سال تیری نافرمانی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا واقعہ یونہی ہے لیکن

كُلَّمَا نَشَرَ التَّوْرَاتَ وَنَظَرَ اِلٰى اِسْمِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَهٗ وَوَضَعَهٗ عَلٰى عَيْنَيْهِ وَصَلّٰى عَلَيْهِ فَشَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهٗ وَغَفَرْتُ ذُنُوْبَهٗ وَزَوَّجْتُهٗ سَبْعِيْنَ حُوْرَاءَ۔

ترجمہ: وہ جب بھی تورات کھولتا اور نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتا اس کو بوسہ دیتا اور اپنی دونوں آنکھوں پر لگاتا اور ان پر درود پڑھتا۔ میں نے اس کے اس عمل کو قبول

کرلیا اور اسکے گناہوں کو معاف کر دیا اور ستر حوروں سے اس کی شادی کر دی۔

(صفحہ ۴۲ حلیۃ الاولیاء)

اس حدیث سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

ا، حضور کی تعظیم کرتے ہوئے آپ کے اسمِ گرامی کو چوم کر آنکھوں پر لگانا خدا کی خوشنودی اور رضا کا موجب ہے اور گناہوں کی مغفرت کا سبب ہے۔

ب، ذاتِ مصطفیٰ پر درود شریف بخشش کا ذریعہ اور یہ ایک عمل ہے جو بلاشبہ مقبولِ بارگاہِ الٰہی ہے۔

ج، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرنے والا خواہ گنہگار کیوں نہ ہو۔ خدا کی رحمت کا مستحق ہے۔

د، نبی مکرم کے ادب و احترام کی وجہ سے خدا تعالےٰ اس کی شادی ستر حوروں سے کر دی۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ نبی کی تعظیم عبادت پر مقدم ہے۔ ایمان لانے کے بعد اگر تعظیم نبی کا جذبہ کارفرما ہے تو ضرور بخشش ہو گی۔ اگرچہ عبادتِ الٰہی میں کچھ کوتاہی ہو گئی ہو لیکن اگر تعظیم نبی دل میں نہیں تو بڑی سے بڑی عبادت بھی بیکار اور رائیگاں ہے۔ شیطان کی مثال بندہ مومن کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے۔ قرآن کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ایمان کے بعد تعظیم نبی اور تیسرے مقام پر عبادت کا درجہ ہے۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے۔

لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ

وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا

ترجمہ: تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اسکی یعنی رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور اس کی یعنی خدا کی صبح و شام تسبیح بیان کرو۔

ف: خدا تعالیٰ کی رحمت کا دریا بیکراں ہے۔ اس کی رحمت کی وسعت کا کوئی انسان اندازہ نہیں کر سکتا۔ وہ بڑے سے بڑے گنہگار کو ایک معمولی عمل سے بخش دیتا ہے۔ بندہ خواہ کتنا ہی گنہگار ہو اس کی رحمت سے نا امید نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ

رحمتِ خدا بہانہ می جوید

خدا کی رحمت تو بخشش کے لیے بہانہ تلاش کرتی ہے۔

ے جے میں ویکھاں عملاں ولے کجھ نئیں میرے پلے
جے ویکھاں تیری رحمت وَلے بلے بلے

حدیث: حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دن رات کی چوبیس ساعتیں یعنی گھنٹے ہیں ہر ساعت میں خدا تعالیٰ چھ لاکھ ایسے دوزخیوں کو آزاد کر دیتا ہے جنہوں نے اپنے اوپر جہنم کو واجب کر لیا ہوتا ہے۔

(صفحہ ۵۰ تاریخ کبیر)

حدیث: حدیث میں ہے کہ حضرت فاروقِ اعظم کے دورِ خلافت میں ایک عبادت گذار نوجوان اپنا اکثر وقت مسجد میں گزارتا تھا اور

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی عبادت سے تعجب کرتے تھے اور اس کا باپ بوڑھا تھا وہ نوجوان عشار کی نماز پڑھ کر گھر کو واپس لوٹتا تھا اور اس کا راستہ ایک عورت کے گھر کے قریب سے گزرتا۔ وہ عورت اس کو ورغلاتی تھی۔ ایک دن یہ رات کے وقت اس عورت کے دروازے کے قریب پہنچا تو اس کے ورغلانے میں آگیا اور اس کے گھر داخل ہو گیا۔ اچانک خوفِ خدا کی بنا پر خدا کو یاد کرنے لگا اور یہ آیت اسکی زبان پر جاری ہو گئی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ۔

ترجمہ: ڈر والوں کو جب کوئی جھپٹ شیطان کی پہنچتی ہے تو خدا کو یاد کرتے ہیں۔ اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

اس پر وہ بیہوش ہو کر گر پڑا۔ اس عورت نے اپنی لونڈی کو بلایا اور اسکی مدد سے اسے اس کے دروازے کے قریب ڈال دیا۔ اِدھر دیر ہو جانے کی وجہ سے باپ تلاش کے لیے نکلا تو اس کو دروازے پر بیہوش پایا اور گھر والوں کو بلایا اور اسے اٹھا کر گھر لے گئے۔ رات گئے ہوش آیا۔ باپ نے پوچھا بیٹا کیا وجہ ہوئی اور کیا میں تم سے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں۔ لڑکے نے حقیقت حال سے اپنے باپ کو آگاہ کر دیا۔ باپ نے پوچھا وہ کون سی آیت تھی۔ اس نوجوان نے دوبارہ آیت زبان پر

جاری کی اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ گھر والوں نے اسے ہلایا تو وہ فوت ہو چکا تھا۔ اسے غسل دے کر دفن کر دیا۔ صبح کو اس بات کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہوئی۔ آپ اس کے باپ کے پاس آئے اور تعزیت کی اور فرمایا تم نے اطلاع کیوں نہ کی۔ عرض کی یا امیر المومنین رات کا وقت تھا۔ حضرت عمر اور آپ کے ساتھی اسکی قبر پر آئے۔ حضرت عمر نے فرمایا

یَا فُلَانُ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتَانِ

ترجمہ: اے فلاں جو اپنے رب کی بارگاہ میں کھڑا ہونے سے ڈر گیا اس کے لیے دو باغ ہیں۔

اس نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا۔ اے عمر مجھے اللہ نے واقعی دو باغ عطا کیے ہیں۔

(ص۸۸ شرح الصدور، ص۵۱۶/۱ کنز العمال ص۴۶۸/۱ شعب الایمان)

اس حدیث سے درج ذیل باتیں ثابت ہوئیں۔

ا: خلوصِ نیت سے خدا کی عبادت رضائے الٰہی کا سبب ہے

ب: مسجد میں خدا کی عبادت خدا کی خوشنودی کا ذریعہ ہے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو مسجد میں اپنا گھر بنا لیتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ مسجد ہر متقی کا گھر ہے۔ جو مسجد کو گھر بنا لے اس پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالےٰ اس کے پلصراط سے سلامتی کے ساتھ گزارنے کا ضامن ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے۔ مسجد آخرت کا بازار ہے جو اس میں داخل ہو گیا وہ اللہ کا مہمان ہے اور اس کی مہمانی اللہ کی طرف سے

مغفرت ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ مسجدیں نبیوں کی مجالس ہیں۔

ج: عورت شیطان کا جال اور اسلحہ ہے۔ اس لیے غیر محرم عورت سے بچنا چاہیئے۔ نبی کریم نے فرمایا واتقوا النساء عورتوں سے بچ کر رہو۔ ایک حدیث میں فرمایا۔

مَا تَرَكْتُ بَعْدِيْ فِتْنَةً اَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ۔

ترجمہ: میں نے اپنے بعد مردوں کے لیے عورت سے بڑھ کر نقصان دہ فتنہ نہ چھوڑا۔

ایک جگہ فرمایا گیا۔

اِمْشِ وَرَاءَ الْاَسَدِ وَلَا تَمْشِ وَرَاءَ الْمَرْأَةِ

شیر کے پیچھے چل لینا عورت کے پیچھے نہ چلنا۔

کیونکہ شیر کے پیچھے چلنے سے صرف جان کا خطرہ ہے اور عورت کے پیچھے چلنے سے ایمان کا بھی خطرہ ہے۔

د: فاروقِ اعظم کا عقیدہ تھا کہ اہلِ قبور ہماری آواز سن سکتے ہیں اسی لیے تو آپ نے ان کو پکارا اور ہم اہلسنت وجماعت کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ معلوم ہوا ہمارا عقیدہ وہی ہے جو فاروقِ اعظم کا تھا اور آپ کا عقیدہ باطل نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا ہمارا عقیدہ برحق ہے۔

ن: اللہ کے برگزیدہ بندے اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں کیونکہ نوجوان عابد کا قبر سے جواب دینا ان کے زندہ ہونے کی نشانی ہے۔

ی: جس بندۂ خُدا کے دِل میں خدا کا خوف پیدا ہو جائے وہ خوش قسمت ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُہُمْ۔

ترجمہ: مومن لوگ وہ ہیں کہ جب اِن کو خُدا یاد آجائے تو ان کے دِلوں میں خدا کا خوف آجاتا ہے۔

حضور کی ایک حدیث میں ہے۔ میری اُمت کے نیک لوگ وہ ہیں جو اپنے رب کے عذاب کی شدّت کے خوف سے خُفیہ طور پر روتے ہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جو خوفِ الٰہی سے روئے تو میں اُمید کرتا ہوں کہ اِس کا رونا ایک گروہ کی نجات کے لیے کافی ہوگا۔

مَولوی اشرف علی تھانوی نے لِکھا کہ ایک دھوبی کا اِنتقال ہوا جب اِسے دفن کر چکے۔ منکر نکیر نے آکر سوال کیا من ربک ما دینک من ھذا الرجل تیرا رب کون ہے، تیرا دین کیا اَور یہ صاحب کون ہیں۔ وہ جواب میں کہتا ہے کہ مُجھ کو کچھ خبر نہیں میں تو حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا دھوبی ہوں اور فی الحقیقت یہ جواب اپنے ایمان کا اجمالی بیان تھا کہ میں ان کا ہم عقیدہ ہوں جو ان کا خدا وہ میرا خُدا جو اِن کا دین وہ میرا اِسی پر اِس دھوبی کی نجات ہو گئی۔

(صہ ۹۱/۲ الافادات الیومیہ)

اگر کِسی کے ذہن میں یہ اعتراض پیدا ہو کہ صِرف غوثِ اعظم

کی خدمت سے جنت مِل گئی۔ یہ بات عقل میں نہیں آتی تو سُنیئے اِس کا جواب حدیث میں آیا ہے کہ ایک فاسق و فاجر آدمی کہیں سفر پر تھا۔ دورانِ سفر پیاس کا غلبہ ہوا۔ ایک کنواں نظر آیا وہ اِس کنویں میں اُترا اور پانی پی کر پیاس بُجھائی۔ جب کنویں سے باہر آیا تو دیکھا کہ ایک کُتا گیلی مٹی کھا رہا ہے یہ سمجھا کہ اسے بھی پیاس لگی ہوئی ہے۔ وہاں پانی نکالنے کا سامان موجود نہ تھا۔ یہ شخص دوبارہ کنویں میں اُترا اور اپنے موزے میں پانی بھر کر باہر لایا اور پیاسے کُتے کو پلا دیا۔ خُدا تعالےٰ نے اس کے اِس عمل کی وجہ سے اسے بخش دیا اور وہ جنتی ہو گیا۔

مغفرت اور حصولِ جنت نتیجہ ہے عبادت کا۔ نماز، روزہ، حج زکوٰۃ، عمرہ، جہاد وغیرہ عبادات کی جائیں تو بخشش ہو جاتی ہے اور جنت مِل جاتی ہے لیکن وہ پانی پلانے والا تو فاسق و فاجر تھا اس کی جو بخشش ہوئی اور اسے جنت مِلی تو صرف کُتے کی خدمت کی وجہ سے جب کُتے کی خدمت عبادت ہے تو ولی کی خدمت بطریقِ اولیٰ عبادت ہے اور پھر وہ غوثِ اعظم جن کا قدم تمام ولیوں کی گردنوں پر ہے۔ ان کی خدمت کرنا اِن کے کپڑے دھونا کیوں نہ عبادت ہو گی۔ اِس لیے اِن کے خادم دھوبی کی مغفرت اور اِس کا جنت میں جانا ناممکن نہیں ہے۔

اوہ کہے مینوں خبر نہ کوئی میں ہاں مسکین نمانا ں
غوث الاعظم دا میں دھوبی اوسے نوں بس جاناں

نام لیا جد پیر سچے دا آئیاں غیب آوازاں
بخش دِتّا اِس بندے تائیں باجھ حساب کتاباں

قیامت کے دِن رحمتِ خداوندی

قیامت کے دِن اللہ تعالےٰ اپنے بندوں پر کتِنا رحیم ہوگا۔ اِس کے لیے مندرجہ ذیل احادیث مُلاحظہ فرمائیں۔

۱: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مجُھ سے جبریل نے کہا کہ قیامت کے روز اللہ تعالےٰ مجُھ سے خطاب فرمائے گا اے جبریل کیا وجہ ہے کہ فلاں بن فلاں اہل جہنم کی صفوں میں موجُود ہے۔ میں عرض کروں گا اِس کے نامۂ اعمال میں کوئی نیکی نہیں جو آج اِس کے کام آئے۔ خُدا تعالےٰ فرمائے گا میں نے دُنیا میں اسے یا حنان یا منان کہتے ہوئے سُنا ہے۔ جاؤ اس سے جا کر پوچھو وہ کہے گا اللہ کے سوا کوئی اور حنان منان ہے۔ یعنی جب جبریل اِس سے پوچھیں گے تو وہ کہے گا حنان منان تو صِرف اللہ ہے۔ اسکے علاوہ اور کوئی حنان منان نہیں۔ پس جبریل اِس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو اہلِ دوزخ کی صفوں سے نکال کر اہلِ جنت کی صفوں میں داخل کر دیں گے۔

(صفحہ ۱۴۶/۲ مسند الفردوس)

خدا تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے ۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً یُّضٰعِفْهَا وَیُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِیْمًا ۔

ترجمہ : اللہ ایک ذرہ بھر ظلم نہیں کرتا اور اگر کوئی نیکی ہو تو اسے دگنی کرتا اور اپنے پاس سے بڑا ثواب دیتا ہے ۔

۲۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

اللہ تعالےٰ قیامت کے دِن ایک بندے کو اپنی بارگاہ میں حاضر ہونے کا حکم دے گا اور اِس کے گناہوں کے بارے میں پوچھے گا کہ کیا تُو نے فلاں گناہ کیا ؟ فلاں گناہ کیا ۔ وہ اقرار کرے گا یہاں تک کہ وہ سمجھے گا کہ اب میں ہلاک ہو گیا ۔ اس وقت خُدا تعالےٰ فرمائے گا ۔ اے میرے بندے دُنیا میں مَیں نے تیری اِن برائیوں پر پردہ ڈال رکھا تھا اب آج تجھے کیا رُسوا کروں گا ۔ جا میں نے تجھے بخش دیا ۔

(صفحہ ۲۶/۲۹ ابنِ کثیر)

آج جو عیب کسی پر نہیں کھلنے دیتے
کب وہ چاہیں گے میری حشر میں رُسوائی ہو

۳۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں ۔ یمن کے شہروں سے ایک آدمی حضرت کعب احبارؓ کے پاس آیا اور کہا مجھے فلاں یہودی عالم نے آپ کے پاس بھیجا ہے ۔ ایک پیغام دے کر آپ نے فرمایا ۔ بتاؤ کیا

پیغام ہے۔ اس آدمی نے کہا وہ یہودی عالم کہتا ہے کیا تو ہم میں سردار اور معتمد نہ تھا۔ تجھے کس چیز نے اپنے دین سے نکال کر اُمت احمد میں شامل کر دیا۔ حضرت کعب احبار نے فرمایا میرا خیال ہے کہ تو واپس جائے گا اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا اگر تو اس یہودی کے پاس جائے تو اس کا دامن پکڑ لینا تاکہ وہ تجھ سے بھاگ نہ جائے اور اس سے کہنا تجھے کعب احبار کہتا ہے۔ تجھ سے سوال کرتا ہے اس ہستی کے نام پر جس نے حضرت موسیٰ کو اِن کی والدہ کی طرف واپس لوٹایا۔ حضرت موسیٰ کیلئے دریا کو پھاڑا اِن کو تورات کی تختیاں دیں اور ان میں ہر چیز کا علم تھا کیا تو اللہ کی کتاب تورات میں یہ بات لکھی نہیں پاتا کہ اُمتِ احمد کے تین ثلث یعنی حصے ہوں گے۔ ایک تہائی بغیر حساب داخل جنت ہو گا اور دُوسرا تہائی حِصہ اللہ کی رحمت سے جنت میں داخل ہو گا اور تیسری تہائی آسان حساب کے بعد داخل ہو گی۔ وہ یہودی عالم تجھ سے کہے گا ہاں ایسا ہی لکھا ہے۔ پھر اِس سے کہنا کعب الاحبار تجھ سے کہتا ہے مجھے اِن تینوں میں سے جس سے چاہو شمار کر لو۔

(صفحہ ۱۲۸ حجۃ اللہ)

۲۱ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ کی ایک سو رحمتیں ہیں۔ ایک حِصہ رحمت خدا تعالےٰ نے تمام دُنیا میں تقسیم فرما دیا اور اپنی وفات تک اِس ایک حِصہ رحمت سے مستفید ہوتے رہے اور باقی ننانوے حِصے رحمت

اپنے ولیوں کے لیے بچا رکھے۔ قیامت کے دِن اس ایک رحمت کو ننانوے کے ساتھ ملا کر مکمل سو حِصّے کر کے اپنے ولیوں کو اس سو حِصّے رحمت سے سرفراز فرمائے گا۔ (ص ۲۴۸/۴ المستدرک)

۵۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دِن انبیاء علیہم السّلام کے لیے نُورانی منبر رکھے جائیں گے جس پر وہ تشریف فرما ہوں گے مگر میرا منبر خالی رہے گا میں اِس پر نہیں بیٹھوں گا بلکہ اپنے رب کریم کے حضُور اِس خوف وخطر اور اندیشہ کے تحت کھڑا رہوں گا کہ کہیں مجھے جنت کی طرف بھیج دیا جائے اور میری اُمت جنت میں داخل ہونے سے رہ جائے لہٰذا میں اللہ سے عرض کروں گا اے خُدا اِن کا حساب جلد شروع کیا جائے۔ چنانچہ ان کو بلا کر حساب شروع کیا جائے گا۔ اِن میں سے بعض رحمت خداوندی سے جنت میں داخل ہوں گے اور بعض میری شفاعت سے جنّت میں داخل ہوں گے۔ میں ہمیشہ سِلسلہ شفاعت جاری رکھوں گا حتیٰ کہ مجھے ان لوگوں کی تفصیلی فہرست دی جائے گی جن کو آگ میں بھیجا جا چکا ہوگا اور خازنِ جنّت مجھ سے کہے گا کہ آپ نے اپنے رَب قہار کے قہر و غضب کے لیے اپنی اُمت میں اِنتقام کے لیے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی۔

(ص ۳۸/۱۰ مجمع الزوائد) (ص ۴۴۶/۲ طبرانی اوسط، ص ۴۱۴/۱۴ کنزالعمال)

شفاعت کرے حشر میں جو رَضا کی
سوا تیرے کس کو یہ قدرت ملی ہے۔

۷۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف تشریف لائے اور فرمایا میرے دوست جبریل امین ابھی میرے ہاں سے تشریف لے گئے ہیں۔ انہوں نے کہا قسم ہے اسکی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا۔ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہے جس نے سمندر کے ایک پہاڑ پر پانچ سو سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ تیس ہاتھ مربع تھا اور سمندر چاروں طرف سے چار ہزار فرسخ تھا۔ خدا تعالےٰ نے اس بندہ کے لیے انگلی کی چوڑائی جتنا میٹھے پانی کا چشمہ جاری فرما دیا جسکا پانی پہاڑ کے نچلے حصے میں جمع ہو جاتا اور ایک انار کا درخت تھا جو ہر رات ایک انار نکالتا۔ یہ بندہ دن کو عبادت کرتا شام کو نیچے اتر کر وضو کرتا اور اس انار کو لے کر کھاتا پھر اپنی نماز کے لیے کھڑا ہو جاتا۔ موت کے وقت اس نے اپنے رب سے عرض کی کہ اسے سجدے کی حالت میں وفات دی جائے اور زمین اور کوئی چیز اس کے جسم میں کوئی تغیر و تبدل نہ کرے یہاں تک کہ قیامت کے روز خدا اسے سجدے کی حالت میں اٹھائے۔ پس اس کی عرض قبول ہوئی۔ ہم فرشتے آتے جاتے اس پر سے گزرتے ہیں اور ہم اسے اللہ کے علم میں اس طرح پاتے ہیں کہ قیامت کے دن اسے اللہ تعالےٰ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا۔ اللہ تعالےٰ اس بندے کے بارے میں فرمائے گا۔ میرے اس بندے کو میری رحمت سے جنت میں داخل کر دو وہ کہے گا نہیں بلکہ میرے عمل سے۔ اللہ فرمائے گا میرے بندے پر میری نعمتوں

اور میرے بندے کی عبادت کا حساب کر لو۔ حساب کیا جائے گا تو ایک آنکھ کی نعمت پانچ سو سال کی عبادت کے برابر ہو جائے گی اور جسم کی باقی نعمتیں بچ جائیں گی۔ اللہ فرمائے گا میرے بندے کو دوزخ میں داخل کر دو۔ پس اسے آگ کی طرف کھینچا جائے گا۔ بندہ پکارے گا اے میرے رب مجھے اپنی رحمت سے جنتی بنا دے۔ اللہ فرمائے گا اسے واپس لے آؤ۔ اسے خدا کی بارگاہ میں کھڑا کیا جائے گا۔ اللہ فرمائے گا اے میرے بندے جب تو کچھ بھی نہ تھا تو تجھے کس نے پیدا کیا وہ کہے گا یا اللہ تو نے پیدا کیا۔ پھر اللہ فرمائے گا تجھے پانچ سو سال تک عبادت کرنے کی قوت کس نے دی ہے۔ وہ کہے گا تو نے۔ پھر خدا فرمائے گا سمندر کی گہرائی میں پہاڑ پر تجھے کس نے اتارا اور کھارے پانی سے تیرے لیے میٹھا پانی کس نے نکالا اور ہر رات تیرے لیے انار کس نے دیا اور سجدے کی حالت میں تیری روح قبض کرنے کی دعا کس نے قبول کی۔ یہ بندہ کہے گا اے میرے رب تو نے۔ اللہ فرمائے گا یہ سب کام میری رحمت سے ہوئے اور میں تجھے اپنی رحمت سے جنت میں داخل کروں گا۔ اے فرشتو میرے بندے کو جنت میں داخل کر دو۔ خدا فرمائے گا اے میرے بندے تو میرا بڑا اچھا بندہ تھا۔ جبریل نے عرض کی یا رسول اللہ تمام چیزوں کا قیام اللہ کی رحمت سے ہے۔

(ص ۳۹۹/۴ الترغیب والترہیب، ص ۱۵۰/۴ شعب الایمان)

اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہیں اِن

سب کا شکر ادا کرنا اِنسان کے بس کی بات نہیں۔ ہاں اگر بندہ خُدا کی عبادت کرتا رہے۔ اس کے احکام کی پابندی اپنا شیوہ بنائے اِس کے اوامر و نواہی پر کاربند رہے وہ اُمور جن سے وہ ناراض ہوتا اِن سے اجتناب کرتا رہے تو وہ اپنے بندے پر لطف و کرم فرما کر اسے جنّت میں داخل فرمائے گا۔

بندے کو چاہیئے کہ اگر اللہ تعالےٰ اپنی عبادت کی توفیق عطا فرمائے تو اپنا کمال نہ سمجھے اور نہ اِس پر فخر و مباہات کا مظاہرہ کرے بلکہ یہ خیال کرے کہ یہ فضلِ خُدا ہے کہ اِس نے مجھے اپنے دروازے پر جھکنے کی توفیق دی ہے اگر وہ توفیق نہ دیتا تو میں یہ عبادت نہ کر سکتا۔

یہ بھی معلوم ہُوا کہ جو شخص جس حال میں مرے گا اسی حال میں اٹھایا جائے گا۔ اِس بندے نے سجدے کی حالت میں وفات پائی اور سجدے ہی کی حالت میں قیامت کے روز اُٹھایا جائے گا۔ ایک آدمی اونٹنی سے تلبیہ کہتا ہوا گِر کر فوت ہوگیا فرمایا قیامت کے روز تلبیہ کہتا ہوا اُٹھے گا

اِس سمندر میں اِس پہاڑ سے میٹھے پانی کا چشمہ بہانا یہ خُدا کی کمالِ قدرت کا مظاہرہ ہے ورنہ تو چاروں طرف کھارا اور نمکین پانی تھا۔ چاہیئے تھا کہ چشمے کا پانی بھی نمکین ہوتا لیکن وہ خُدا اِس بات پر قادر ہے۔ چاہے تو کھارے کڑوے سمندر سے میٹھے پانی کے چشمے بہادے اِس لیے کہ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

انسان کی آنکھ خُدا تعالےٰ کی بہت عظیم نعمت ہے۔ اِس بندے

نے پانچ سو سال تک دِن رات خُدا کی عبادت کی تو صِرف ایک آنکھ کی نعمت کی برابر ہوئی۔ اندازہ لگائیے اِنسان تو خُدا کی بہت سی نِعمتوں کا مجمُوعہ ہے۔ پھر وہ کِس طرح سَاری نِعمتوں کا حق ادا کر سکتا ہے۔ لہٰذا انسان کو تکبر فخر گھمنڈ اور خود پسندی سے اجتناب کرنا چاہیئے بلکہ عجز و انکساری اَور تواضع اختیار کرنی چاہیئے اس لیے کہ

عجز کارِ انبیاء اولیاء اَست
عاجزی محبُوب دَرگاہ اَست

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسُول اللہ تشرف فرِما تھے۔ اچانک ہم نے دیکھا کہ آپ ہنسے یہاں تک کہ آپ کے دانت ظاہر ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کی یا رسُول اللہ اس ہنسنے کا سَبب کیا ہے۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں آپ نے فرمایا میرے دو اُمتی گھٹنوں کے بل رب تعالےٰ کے سامنے حاضر ہوئے ایک نے عرض کی اے میرے رَب میرے بھائی سے مجھے ظُلم کا بدلہ لے کر دے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا تو اپنے بھائی کے سَاتھ کیا سلوک کرے گا جب کہ اِسکی نیکیاں باقی نہیں رہیں۔ عرض کی یا اللہ میرا بوجھ اس پہ لاد دے یعنی میرے گناہ اِس کو دے دے۔ اس وقت رسولِ خُدا کی آنکھیں رونے سے تر ہو گئیں اور فرمایا وہ قیامت کا دِن بڑا سخت دن ہے۔ لوگ تمنا کریں گے کہ اِن کا بوجھ کوئی اُٹھا لے۔ اللہ تعالےٰ طالبِ بدلہ سے فرمائے گا اُوپر نگاہ اُٹھا کر دیکھو وہ دیکھ کر عرض کرے گا۔ اے میرے

رَب میں تو سونے کے شہر اور سونے کے محل موتیوں سے مرصع دیکھ رہا ہوں یہ کس نبی یا صدیق اور یا شہید کے لیے ہیں۔ اللہ فرمائے گا جو اِسکی قیمت ادا کرے۔ عرض کرے گا قیمت کون ادا کر سکتا ہے۔ خُدا فرمائے گا تیرے پاس اِسکی قیمت ہے۔ عرض کرے گا وہ کیا۔ خُدا فرمائے گا اِس کی قیمت یہ ہے کہ اپنے بھائی کو معاف کر دو۔ وہ کہے گا اے میرے رَب میں نے معاف کر دیا۔ اللہ فرمائے گا اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل ہو جا۔

(ص ۸۲۴/۲ کنز العمال) (ص ۳۰۹/۲ الترغیب)

۸ حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آدمی کے تین دفتر نکالے گا۔ ایک نیک اعمال کا ایک گناہوں کا اور ایک اپنی نعمتوں کا جو اس نے اپنے بندے کو دی ہونگی۔ اللہ تعالیٰ اپنی سب سے چھوٹی نعمت سے فرمائے گا۔ نیک اعمال سے اپنا حصّہ لے لے۔ ایک نعمت سارے نیک اعمال لے لے گی اور عرض کرے گی یا اللہ باقی گناہ رہ گئے ہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ بندے پر رحم فرمانے کا ارادہ کرے گا تو فرمائے گا۔

یَا عَبْدِیْ قَدْ ضَاعَفْتُ لَکَ حَسَنَاتِکَ وَتَجَاوَزْتُ عَلٰی سَیِّئَاتِکَ وَوَهَبْتُ لَکَ نِعْمَتِیْ ۔

(ص ۲۴۳/۶ تفسیر مظہری)

ترجمہ: اے میرے بندے میں نے تیری نیکیوں کو دُگنا کر دیا

اور تیرے گناہوں سے درگزر کیا اور اپنی نعمتیں تجھے عطا کر دیں۔
(صفحہ ۲۲۳/۶ تفسیر مظہری)

۹۔ حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتا دوں کہ قیامت کے روز خدا سب سے پہلے مومن بندوں سے کیا فرمائے گا اور وہ سب سے پہلے کیا کہیں گے صحابہ نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا خدا مومنوں سے فرمائے گا کیا تم میری ملاقات کو پسند کرتے ہو۔ وہ عرض کریں گے ہاں ہمارے رب۔ اللہ فرمائے گا اس کی وجہ کیا ہے۔ عرض کریں گے تیری عفو و درگزر اور رحمت کی امید ہے۔ اللہ فرمائے گا میں نے اپنی رحمت تم پر واجب کر دی۔
(صفحہ ۲۰/۲ شعب الایمان)

۱۰۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قیامت کے دن دو جہنمی دوزخ میں بڑی چیخ و پکار کریں گے اللہ تعالے فرشتوں سے فرمائے گا ان دونوں کو دوزخ سے نکال کر لے آؤ۔ جب دونوں کو نکالا جائے گا تو خدا تعالے ان سے پوچھے گا تم دونوں اتنا شور کیوں مچا رہے تھے۔ وہ عرض کریں گے اس لیے کہ تو ہم پر رحم کرے۔ اللہ تعالے فرمائے گا میری رحمت تم دونوں کے لیے ہے جاؤ تم جہاں پہلے موجود تھے اسی جہنم میں اپنے آپ کو ڈال دو۔ ان میں سے ایک جہنم میں چھلانگ لگا دے گا تو دوزخ کی آگ اس کیلئے

سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہو جائے گی۔ اللہ تعالےٰ دوسرے سے پوچھے گا تو نے اپنے ساتھی کی طرح دوزخ میں چھلانگ کیوں نہیں لگائی۔ وہ عرض کرے گا اے اللہ مجھے تیری رحمت سے امید تھی کہ تو جہنم سے نکال کر دوبارہ اس میں داخل نہ کرے گا۔ پس دونوں خدا کی رحمت سے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ (صہ۹۴/۲ ترمذی شریف)

۱۱۱ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قیامت کے دن اللہ تعالےٰ ایک آدمی کے لیے جہنم کا حکم دے گا۔ جب وہ جہنم کا ایک تہائی راستہ طے کرے گا تو پیچھے مڑکر دیکھے گا پھر آدھا راستہ طے کرنے کے بعد مڑکر دیکھے گا۔ پھر دو تہائی راستہ طے کرنے کے بعد دیکھے گا۔ اللہ تعالےٰ فرمائے گا اسے واپس لے آؤ۔ اللہ تعالیٰ اس سے دریافت فرمائے گا تو پیچھے مڑکر کیا دیکھتا تھا۔ وہ عرض کرے گا۔ اے میرے رب جب میں نے آدھا راستہ طے کیا تو مجھے تیرا یہ ارشاد یاد آگیا۔

وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ

ترجمہ: اللہ کے سوا گناہوں کو کون بخشے گا۔

میں نے سوچا شاید تو مجھے بخش دے گا۔ جب دو تہائی راستہ طے کر چکا تو مجھے تیرا یہ قول یاد آیا کہ

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۔

اس پر میری بخشش کی طمع اور بڑھ گئی۔ اللہ تعالےٰ فرمائے گا جا میں نے تجھے بخش دیا۔
(صـ۱۱۸ درۃ الناصحین)

۱۲ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جہنم کے اوپر پل ہوگا جو بال سے زیادہ باریک تلوار سے زیادہ تیز ہوگا۔ اس کے دونوں طرف کانٹے ہوں گے۔ ان کے ذریعے سے اللہ جس کو چاہے گا روک لے گا۔ اس دن کثرت سے مرد اور عورتیں جہنم میں گریں گے۔ اس کے دونوں طرف ملائکہ کھڑے ہوں گے جو اللّٰھم سلم اللّٰھم سلم کہہ رہے ہوں گے جو حق کے ساتھ آئے گا وہ پل کو پار کرلے گا۔ اس پر لوگوں کو ان کے ایمان اور اعمال کے مطابق نور دیا جائے گا۔ ان میں سے بعض وہ ہوں گے جو بجلی کی طرح گزر جائیں گے اور بعض ہوا کی طرح گزر جائیں گے اور بعض گھوڑے کی رفتار کی طرح گزر جائیں گے اور بعض معمولی رفتار اور بعض دوڑ کر گزر جائیں گے اور کوئی وہ ہوگا کہ اسے قدموں کی جگہ نور کر دیا جائے گا اور کوئی گھسٹتے ہوئے گزرے گا اور گناہوں کے مطابق آگ پکڑلے گی اور لوگوں کو ان کے گناہوں کے مطابق آگ جلا دے گی یہاں تک کہ وہ آگ سے نجات پا جائیں گے۔ جو سب سے پہلا گروہ نجات پائے گا وہ ستر ہزار لوگ ہوں گے جن کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح ہوں گے اور جو لوگ ان کے بعد ہوں گے ان کے چہرے آسمانی ستاروں کی طرح چمک

رہے ہوں گے۔ یہاں تک کہ سب اللہ کی رحمت سے جنت میں پہنچ جائیں گے۔ (صا ۳۳۱ شعب الایمان)

۱۲۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

قیامت کے دِن ایک آدمی کو لایا جائے گا اِس کا نامۂ اعمال تولا جائے گا۔ اِس کے گناہ زیادہ ہو جائیں گے۔ اِس کے لیے جہنم کا حکم ہو جائے گا۔ وہ عرض کرے گا الٰہی مجھے کچھ دیر مہلت دی جائے میں اپنی ماں سے نیکیاں لے لوں۔ پس اسے مہلت دی جائے گی۔ وہ اپنی ماں کے پاس آئے گا اور اپنی ماں سے عرض کرے گا۔ اے ماں خدا کے لیے مجھ پر احسان کر اور مجھے ایک نیکی دے دے تاکہ میں دوزخ سے نجات پا جاؤں۔ ماں کہے گی میں تو اپنے بارے میں حیران و پریشان ہوں تیرے لیے کچھ نہیں کر سکتی اور اِسی طرح تمام رشتہ داروں سے نا اُمید ہو کر واپس ہو گا۔ اللہ اسے جہنم کا حکم دے گا۔ اس کا ایک دوست اِسے جہنم کی طرف جاتا ہوا دیکھے گا اور وہ اسے کہے گا میں نے تمہیں اپنی تمام نیکیاں دے دیں تاکہ ہم دونوں میں سے ایک آگ سے بچ جائے اور یہ بات اِس سے بہتر ہے کہ ہم دونوں آگ میں چلے جائیں۔ پس اسے اللہ جنت کا حکم دے گا اور یہ جلدی سے جنت کی طرف جانے لگے گا۔ راستے میں ہی ہو گا کہ ایک آواز آئے گی یہ کوئی مروت نہیں ہے کہ دوست تو آگ میں جائے اور تو جنت میں داخل ہو جائے۔ یہ اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو کر اِس دوست کی (جس نے نیکیاں دیں) شفاعت کریگا

اللہ تعالیٰ دونوں کو جنت میں داخل کردے گا۔

(صفحہ ۲۳۱ درۃ الناصحین)

۱۴۱ حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن اللہ دو آدمیوں کو اپنی بارگاہ میں حاضری کا حکم دے گا۔ اِن میں سے ایک گنہگار اور دوسرا نیکو کار ہوگا لیکن دونوں کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ رضوان جنّت سے فرمائے گا اس مطیع کو جنّت میں لے جاؤ اور اِسکی عزت و اکرام کرو میں اِس سے راضی ہو گیا ہوں اور عاصی کے بارے میں جہنم کے فرشتوں کو حکم ہوگا اسے جہنم میں لے جاؤ اور اسے سخت عذاب دو کیونکہ یہ شراب پیتا تھا۔ مطیع خوشی خوشی جنّت کی طرف چلا جائے گا۔ جب جنّت کے قریب پہنچے گا تو پیچھے سے آواز آئے گی۔ اے میرے دوست اور ساتھی خُدا کے لیے مجھ پر رحم کرو اور میری شفاعت کرو۔ جب مطیع یہ آواز سُنے گا تو وہیں ٹھہر جائے گا اور جنّت میں داخل نہ ہوگا۔ رضوان کہے گا جنّت میں داخل ہو جا اور خُدا کا شُکر کر کہ اِس نے تمہیں آگ سے نجات دی۔ وہ کہے گا میں جنّت میں نہیں جاؤں گا مجھے دوزخ کی طرف لے چلو۔ رضوان کہے گا میں تمہیں دوزخ میں کِس طرح لے چلوں۔ خُدا نے تو مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھے جنّت میں داخل کردوں اور تیری خدمت کروں۔ وہ مطیع آدمی کہے گا۔ مجھے تمہاری خدمت کی ضرورت نہیں اور نہ ہی جنّت کی حاجت ہے۔ خُدا فرمائے گا اے رضوان میں جانتا ہوں میرا یہ بندہ کیا چاہتا ہے اور تو بھی جانتا ہے۔ رضوان اس سے کہے

گا کہ تو جنت میں داخل کیوں نہیں ہوتا اور جہنم پر کیوں راضی ہے وہ کہے گا جو گنہگار دوزخ کی طرف گیا ہے وہ دُنیا میں مجھے پہچانتا تھا اِس نے مجھے پکارا اَور عُذر پیش کیا اور مجھ سے شفاعت کا طالب ہوا اَور میں اسے دوزخ سے نکالنے پر قادر نہیں اَور جنّت میں داخل کرنے پر قدرت نہیں رکھتا۔ اِس لیے میں نے چاہا کہ میں بھی دوزخ کی طرف جا کر اِس کے ساتھ جہنم میں داخل ہو جاؤں۔ خُدا تعالےٰ کی طرف سے آواز آئے گی اے میرے بندے اپنے ضعف کے باوجود تو نے اِس بات کو پسند نہ کیا کہ وہ (عاصی) جہنم میں.... جائے کیونکہ اِس نے دُنیا میں تجھے ایک مُدّت قلیل تک دیکھا اور وہ تجھے پہچانتا تھا اور تیرا ساتھی تھا کچھ دنوں کے لیے میں اپنے بندے کے جہنم جانے پر کیسے راضی ہو جاؤں اور وہ ساری عمر مجھے پہچانتا رہا اور ستر سال تک اِس نے مجھے معبُود مانا۔ اسے لے کر جنّت میں داخل ہو جاؤ۔ (ص۱۴۱ درۃ الناصحین)

اِس بات میں کوئی شک نہیں کہ خدا تعالےٰ کی رحمت بے پایاں ہے۔ مغفرت اَور بخشش کے لیے رحمتِ خداوندی بہانہ تلاش کرتی ہے لیکن صرف رحمتِ خدا پر بھروسہ کر کے بیٹھ جانا اور نیک اعمال سے پہلوتہی کرنا بھی کوئی عقلمندی نہیں ہے بلکہ صحیح معنوں میں خدا کا بندہ وہ ہے جو فرائض الٰہیہ واجبات سُنن رسُول مقبُول اور مستحبات پر بھی عمل کرتا ہے کیونکہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات دورِ صحابہ تابعین اور تبع تابعین اور سلف صالحین میں ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی کہ کسی

صالح مومن نے عبادتِ خداوندی چھوڑ کر صرف خدا کی رحمت پر تکیہ کر لیا ہو۔ لہٰذا ہمیں بھی چاہیئے کہ ہم شریعت کی پابندی کریں۔ خدا اور اسکے رسول کے احکام پر عمل کریں۔ اِن کاموں سے اجتناب کریں جن سے شریعتِ اسلامیہ نے منع کیا اور جو خدا اور اِس کے پیارے حبیب کی ناراضگی کا سبب ہیں۔

ہمیں چاہیئے کہ اپنی زبان کو یاوہ گوئی، جھوٹ، چغلی اور غیبت سے بچائیں بلکہ اِس سے خدا کا ذِکر کریں۔ نبی کریم پر درود شریف پڑھیں۔ قرآن کی تلاوت کریں۔ ہاتھوں سے رزقِ حلال کمائیں۔ اِن سے کِسی کو اذیت اور دُکھ نہ دیں۔ پیٹ میں لقمہ حلال ڈالیں۔ حرام لقمہ سے اجتناب کریں۔ نگاہ کو حرام سے بچائیں۔ قدموں سے چل کر مساجد کی طرف جائیں۔ نیک مجالس میں حاضر ہوں۔ دِل میں حسد، بغض، عداوت تعصب نہ پیدا ہونے دیں۔ نیت میں خلوص پیدا کریں۔ غریب، نادار اور معذور لوگوں کے کام آئیں۔ کانوں سے بُری آواز گانے وغیرہ نہ سُنیں بلکہ علماء کرام کے وعظ، اولیاء کرام کے ملفوظات سُن کر اپنی اصلاح کریں۔ بدعقیدہ اور بدکردار لوگوں کی صحبت سے پرہیز کریں۔ اپنی اولاد کی احسن طریقے سے تربیت کریں۔ اِن کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرائیں۔ بزرگوں کا ادب و احترام کرنا سکھائیں۔ والدین کی فرمانبرداری کا درس دیں۔ غرضیکہ نیک کام کرنے کے بعد خدا کی رحمت سے اُمید رکھیں کہ وہ اپنے فضل وکرم سے ہماری جملہ عبادات کو قبول کرے گا اور ہماری کوتاہیوں کو معاف فرمائے گا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

"مقامِ نبوّت"

نبی وُہ مقدس انسان ہوتا ہے. جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ اَپنے احکام کی تبلیغ کے لئے اَپنے بندوں کی طرف بھیجتا ہے. نبی انسانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوتا ہے.

لفظ نبی بنا ہے نَبا ؑ سے جس کے معنے ہیں خبر. نبی کے معنے ہُوئے خبر وَالا. اَب اِس میں دو احتمال ہیں.

ا :. خبر لینے وَالا.

ب :. خبر دینے وَالا.

اگر نبی کا معنیٰ کیا جائے خبر لینے والا تو دیکھنا یہ ہے کہ نبی اپنی اُمّت کی کہاں کہاں خبر لیتا ہے.

عَالمِ دُنیا میں:- نبی اَپنے اُمّتیوں کی خبر لیتا ہے جو دُنیا میں بقیدِ حیات ہوتے ہیں.

مثلاً:- حضرت اُمِ عاصم زوجہ حضرت عتبہ بن فرقد جنہوں نے حضرت فارُوقِ اعظم ؓ کے دَورِ خلافت میں موصل کو فتح کیا تھا. بیان کرتی ہیں کہ حضرت عتبہ کے ہاں ہم چار عورتیں تھیں. ہم میں سے ہر ایک حضرت عتبہ کی خاطر خوشبو دار رہنے کی کوشش کرتی پھر بھی جو خوشبو

حضرت عتبہ کے جسم سے آتی وہ بہت زیادہ ہوتی اور جب وہ لوگوں میں جا بیٹھتا تو لوگ کہتے کہ ہم نے کوئی ایسی خوشبو نہیں سونگھی جو عتبہ کی خوشبو سے اچھی ہو۔

ایک دن ہم نے ان سے پوچھا کہ ہم خوشبو لگانے میں مبالغہ کرتی ہیں اور آپ باوجود خوشبو نہ لگانے کے ہم سے زیادہ خوشبودار ہوتے ہیں اس کا سبب کیا ہے۔ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں میرے بدن پر پھنسیاں نمودار ہوئیں۔ میں حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس بیماری کی شکایت کی۔

آپ نے مجھے فرمایا: اپنے کپڑے اتار دو۔ میں نے کپڑے اتار دیئے اور اپنا ستر چھپا کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے اپنا لعاب دہن اپنے دست مبارک پر ڈال کر میری پشت اور میرے پیٹ پر مل دیا۔ اس دن سے مجھ میں یہ خوشبو پیدا ہو گئی ہے اور میری بیماری جاتی رہی۔

(طبرانی کبیر ص ۱۳۳ ج ۱۷)

عالم برزخ میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ان امتیوں کی بھی خبر لیتے ہیں جو عالم برزخ میں پہنچ چکے ہوں۔ مثلاً:

"عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَفَنَ مَيِّتًا وَقَفَ

وَسَأَلَ لَهُ التَّثْبِيْتُ۔

(ص۲۲۳ نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول)

ترجمہ: "حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا جب کسی میت کو دفن کر لیتے تو اس کی قبر پر ٹھہر جاتے اور اس کے لئے ثابت قدم رہنے کی دعا کرتے۔"

حضرت عثمان غنی سے مروی ہے کہ فرمایا:

"کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَیِّتِ وَقَفَ عَلَیْہِ فَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا لِاَخِیْکُمْ وَاسْأَلُوْا لَہٗ بِالتَّثْبِیْتِ فَاِنَّہُ الْاٰنَ یُسْأَلُ۔

(ص۱۰۳/۲ ابوداؤد)

ترجمہ: "جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دفن میت سے فارغ ہوتے تو قبر پر ٹھہرتے اور فرماتے اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور اس کے لئے جواب نکیرین میں ثابت قدم رہنے کی دعا مانگو کہ اب اس سے سوال ہو گا۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

ہے کہ

"كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقِفُ عَلَى الْقَبْرِ بَعْدَ مَا سُوِّيَ عَلَيْهِ فَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ نَزَلَ بِكَ صَاحِبُنَا وَخَلَفَ الدُّنْيَا خَلْفَ ظَهُوْرِهِ اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ عِنْدَ الْمَسْئَلَةِ نُطْقَهٗ وَلَا تَبْتَلِ فِيْ قَبْرِهٖ بِمَا لَا طَاقَةَ لَهٗ بِهٖ"

(ص ۵۴۹ فتاویٰ رضویہ)

ترجمہ: "جب مُردہ دفن ہو کر قبر دُرست ہو جاتی تو حضور سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم قبر پر کھڑے ہو کر دُعا کرتے۔ الٰہی ہمارا ساتھی تیرا مہمان ہوا اور دنیا اپنے پس پشت چھوڑ آیا۔ الٰہی سوال کے وقت اُس کی زبان دُرست رکھ اور قبر میں اس پر وہ بلا نہ ڈال جس کی اُسے طاقت نہ ہو۔"

میّت کو دفن کرنے کے بعد دُعا میں حکمت یہ ہے کہ نمازِ جنازہ بجماعت مُسلمین ایک لشکر تھا کہ آستانہ شاہی پر میّت کی شفاعت و عذر خواہی کے لئے حاضر ہوا اور اب قبر پر کھڑا ہو کر دُعا یہ اس لشکر کی مدد ہے۔ اس لئے کہ میّت کو ہول اور وحشت کا سامنا ہے۔ اور نکیرین کے سوالات ہونے والے ہیں، حضور علیہ السلام کا اُن اُمتیوں

کے حق میں دُعا کرنا ان کی امداد اور خبر گیری ہے۔

عالمِ آخرت میں

"عَنْ اَنَسٍ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّشْفَعَ لِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فَقَالَ اَنَا فَاعِلٌ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَاَیْنَ اَطْلُبُکَ قَالَ اُطْلُبْنِیْ اَوَّلَ مَا تَطْلُبُنِیْ عَلَی الصِّرَاطِ قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَلْقَکَ عَلَی الصِّرَاطِ قَالَ فَاطْلُبْنِیْ عِنْدَ الْمِیْزَانِ قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَلْقَکَ عِنْدَ الْمِیْزَانِ قَالَ فَاطْلُبْنِیْ عِنْدَ الْحَوْضِ فَاِنِّیْ لَا اُخْطِئُ ھٰذِہِ الثَّلَاثَ الْمَوَاطِنَ"

(ص ۸۶ مشکوٰۃ)

ترجمہ:- "حضرت انس فرماتے ہیں، میں نے نبی کریم سے عرض کی کہ آپ میرے لئے خاص طور پر شفاعت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا، اچھا میں سفارش کروں گا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں آپ کو کہاں

تلاش کروں۔ آپ نے فرمایا، ابتداء میں تو مجھ کو پلصراط پر تلاش کرنا۔ میں نے عرض کی اگر میں آپ کو صراط پر نہ پا سکوں۔ فرمایا، تو میزان پر۔ میں نے عرض کیا۔ اگر آپ میزان پر بھی نہ ملیں۔ فرمایا تو پھر حوض پر۔ میں ان تینوں جگہ کو نہ چھوڑوں گا۔"

قیامت کے روز سرور کونین ان تینوں مقامات پر اپنی اُمت کے کام آئیں گے اور اس طرح خبر گیری فرمائیں گے کہ پلصراط کے دوسری طرف سجدہ ریز ہو کر اپنی اُمت کے لئے سلامتی کی دعائیں مانگیں گے۔

یہی وجہ ہے کہ اعلیحضرت نے فرمایا:

رضا پل سے اب وجد کرتے گزریئے
کہ ہے رب سلم صدائے محمد

پائے کو ہاں پل سے گزریں گے تیری آواز پر!
رب سلم کی صدا پر وجد لاتے جائیں گے

اور میزان پر اپنے بعض اُمتیوں کی نیکیوں کا پلڑا بھاری کر رہے ہوں گے۔

چنانچہ علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی نے لکھا ہے۔ کہ قیامت کے دن حضرت آدم علیہ السلام عرشِ الٰہی کے پاس سبز لباس پہنے ہوئے اپنی اولاد میں سے جنت و دوزخ کی طرف جانے والوں کو ملاحظہ کرتے ہوں گے۔ یکایک آپ کی نگاہ ایک

مُسلمان پر پڑے گی جیسے فرشتے دوزخ کی طرف کھینچتے ہوئے لئے جاتے ہوں گے۔ حضرت آدم بے چین ہو کر پکاریں گے کہ

اَے احمد! اِدھر آؤ دیکھو یہ آپ کی اُمت کا شخص ہے جسے فرشتے جہنم کی طرف لئے جاتے ہیں۔ حضور فرماتے ہیں میں حضرت آدمؑ کی آواز سُن کر کہوں گا۔

اَے میرے مولیٰ کے سپاہیو! ذرا ٹھہر جاؤ۔ ملائکہ عرض کریں گے کہ ہم خُدا کے حکم کی نافرمانی نہیں کر سکتے۔ آپ خُدا کی بارگاہ میں عرض کریں یہ سُن کر حضور عرشِ الٰہی کی طرف متوجہ ہوں گے اور عرض کریں گے الٰہی تُو نے تو وعدہ کیا تھا کہ ہم اُمت کے بارے میں تجھے غمگین نہ کریں گے۔ ارشاد ہو گا۔ فرشتو ٹھہر جاؤ اور محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی فرمانبرداری کرو۔ اور اس بندے کو میزان کی طرف لے جاؤ۔ ملائکہ اُسے میزان کی طرف لے جائیں گے اور نبیؐ کریم ایک چھوٹا سا پرچہ نہایت سفید اپنے پاس سے نکال کر میزان عدالت کے دائیں پلڑے میں ڈال دیں گے اور فرمائیں گے ترازو اُٹھاؤ اس پرچہ کے ترازو میں لٹکتے ہی نیکیاں بھاری اور گناہ ہلکے ہو جائیں گے۔ ایک فرشتہ پکارے گا اس کی نجات ہو گئی، یہ بخشا گیا اسے جنت میں لے جاؤ۔

یہ عجیب واقعہ دیکھ کر وہ شخص کہے گا کہ اَے نیک صورت نیک سیرت، آپ کون ہیں۔ حضور علیہ السلام فرمائیں گے، میں تیرا نبی محمد رسول اللہ ہوں، اور یہ پرچہ کاغذ کا وہ درود ہے جو تو نے کسی وقت مجھ پر بھیجا تھا۔

(صہ ۲۵۷ جواہر البحار)

ڈر تھا کہ عصیاں کی سزا اب ہوگی یا روزِ جزا
دی اُن کی رحمت نے صدا یہ بھی نہیں وُہ بھی نہیں

اور حوضِ کوثر پر اپنی اُمت کے پیاسوں کو حوضِ کوثر کے پانی سے سیراب کر رہے ہوں گے۔

جس کی دو بُوند ہیں کوثر و سلسبیل
ہے وُہ رحمت کا دریا ہمارا نبی

عالمِ برزخ میں رہ کر اہلِ دُنیا کی خبر لینا۔

امام ابوبکر بن مقری کہتے ہیں کہ میں اور طبرانی اور ابوالشیخ تینوں آدمی حرمِ نبوی میں تھے کہ بھوک نے ہم پر غلبہ کیا اور اسی حال میں دو دن گزر گئے۔ جب عشاء کا وقت آیا تو میں نے قبرِ مُبارک کے سامنے ہو کر عرض کی یارسول اللہ! الجوع یعنی بھوک بس اس کے سوا اور کچھ نہ کہا اور واپس چلا آیا۔ میں اور ابوالشیخ سو رہے اور طبرانی بیٹھے رہے۔ جیسے کسی چیز کے آنے کا انتظار کر رہے ہیں۔ ناگاہ ایک مردِ علوی نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا اور اس کے ساتھ دو غلام تھے ہر ایک کے ساتھ ایک زنبیل کھانے سے بھری تھی ہم نے دروازہ کھول دیا وہ آکر بیٹھ گئے۔ ہمارے ساتھ اس نے کھانا کھایا اور جو کچھ اس سے بچا وُہ ہمارے پاس چھوڑ گیا اور کہا۔

اے قوم شاید تم نے اپنی بھوک کی شکایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی ہے کیونکہ میں نے اس وقت رسولِ خدا کو خواب

میں دیکھا ہے کہ فرماتے ہیں کہ ان کو کھانا کھلاؤ۔

(صفحہ ۲۵۰ جذب القلوب)

؎ غریبو سوائے درِ مصطفٰےؐ کے
کہیں بھی نہ ہوگا ٹھکانہ تمہارا

؎ مصیبت زدو شاد ہو تم کہ ان سے!
نہیں دیکھی جاتی مصیبت کسی کی

ب: نبی بمعنی خبر دینے والا۔

اللہ کا نبی گذشتہ حالات کی بھی خبر دیتا ہے اور آئندہ حالات کی بھی مثلاً:

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں، ایک بھیڑیا آیا اور چرواہے کے ریوڑ میں سے ایک بکری اٹھا کر لے گیا۔ چرواہے نے اس کا تعاقب کیا اور بکری کو اس سے چھین لیا۔

ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ پھر وہ بھیڑیا ایک ٹیلے پر چڑھ گیا اور وہاں بیٹھ کر کہا۔ میں نے اپنے رزق کا ارادہ کیا تھا جو مجھ کو خدا نے دیا۔ میں نے اس پر قبضہ کیا تھا۔ لیکن تو نے اس کو مجھ سے چھین لیا۔

چرواہے نے کہا:

"تَاللّٰہِ اِنْ رَاَیْتُ کَالْیَوْمِ ذِئْبٌ یَتَکَلَّمُ
فَقَالَ الذِّئْبُ اَعْجَبُ مِنْ ھٰذَا رَجُلٌ

فِی النَّخَلَاتِ بَیْنَ الْحَرَّتَیْنِ یُخْبِرُکُمْ
بِمَا مَضٰی وَمَا هُوَ کَائِنٌ بَعْدَکُمْ ؕ

ترجمہ: "خدا کی قسم ایسی عجیب بات میں نے کبھی نہیں دیکھی جو آج کے دن دیکھی ہے۔ بھیڑیا بولتا ہے، بھیڑیے نے کہا۔ اس سے زیادہ عجیب اس شخص کا حال ہے جو ان درختوں میں ہے جو سنگستانوں کے درمیان واقع ہیں وہ شخص گذشتہ حالات کی خبریں دیتا ہے اور جو واقعات تمہارے بعد ہونے والے ہیں، ان کی خبر دیتا ہے۔"

(ص ۲۰۵ مشکوٰۃ)

صرف گذشتہ حالات کی خبر

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر کہا۔ میں فاقہ سے ہوں۔ آپ نے اپنی کسی زوجہ کی طرف پیغام بھیجا۔ انہوں نے کہا۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میرے پاس تو پانی کے سوا کچھ نہیں پھر آپ نے دوسری زوجہ کے پاس پیغام بھیجا۔ انہوں نے بھی اسی طرح کہا۔

حتیٰ کہ سب نے یہی کہا قسم ہے۔ اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میرے پاس سوائے پانی کے کچھ نہیں۔

بالآخر آپ نے فرمایا، جو شخص آج رات اِس کو مہمان بنائے گا۔ اللہ تعالیٰ اُس پر رحم فرمائے گا۔

انصار میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ اس کو میں مہمان بناؤں گا۔ وہ شخص اس مہمان کو اپنے گھر لے گیا اور بیوی سے پوچھا۔ تمہارے پاس (کھانے کی) کوئی چیز ہے۔ بیوی نے کہا صرف بچوں کا کھانا ہے۔ اُس نے کہا بچوں کو کسی چیز سے بہلا دو۔ جب ہمارا مہمان آئے تو چراغ بجھا دینا اور اُس پر ظاہر یہ کرنا کہ ہم کھانا کھا رہے ہیں، جب وہ کھانا کھانے لگے تو تم چراغ کے پاس جا کر اُسے بجھا دینا پھر وہ سب بیٹھ گئے اور مہمان نے کھانا کھا لیا جب صبح کو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا تو آپ نے فرمایا،

"عَجِبَ اللّٰہُ مِنْ صَنِیْعِکُمَا لِضَیْفِکُمَا"

(ص ۱۸۳ ج ۲ مسلم شریف)

ترجمہ: "تم نے اپنے مہمان کے ساتھ جو سلوک کیا اللہ تعالیٰ اس پر بہت خوش ہوا۔"

اِس حدیث سے ثابت ہوا کہ

ا۔ رسول خدا اور آپ کے گھر والے زاہدانہ زندگی بسر کرتے تھے اور بھوک پر صبر کرتے تھے۔

ب۔ مہمان نوازی کے لئے قوم کے رئیس کو ابتداء کرنی چاہیئے۔

ج۔ کسی شخص کی مصیبت میں اُس کی غمخواری کرنی چاہیئے۔

د۔ دوسروں کے لئے ایثار کرنا مستحسن امر ہے۔

ن۔ حضور علیہ السلام نے گذشتہ رات کی خبر دی کہ تم نے اپنے مہمان کے ساتھ بڑا احسن سلوک کیا ہے۔

آئندہ حالات کی خبر:

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جنت میں سب سے آخر میں داخل ہونے والا وہ شخص ہو گا جو کبھی چلنے لگے گا۔ اور کبھی منہ کے بل گر پڑے گا۔ اور آگ اُسے جُھلس دے گی۔ جب نارِ جہنم سے نجات پا جائیگا تو اُسے مُڑ کر دیکھ کر کہے گا۔ پاک ہے وہ اللہ جس نے مجھے تجھ سے نجات دی اور مجھے وہ چیز عطا کی جو اولین اور آخرین میں سے کسی کو نہ ملی، اس کے لئے ایک درخت بلند کیا جائے گا۔

وہ عرض کرے گا۔ اے میرے رب مجھے اس درخت کے قریب کر دے تاکہ میں اس کے سائے اور اس کے پانی سے لطف اُٹھاؤں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔ اگر میں تجھے وہ دے دوں تو اور کسی چیز کا سوال تو نہ کرے گا۔

عرض کرے گا نہیں اور کسی اور چیز کے سوال نہ کرنے کا وعدہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ اُس کا عذر قبول کرے گا۔ کیونکہ اللہ جانتا ہے

کہ یہ صبر نہ کر سکے گا۔ اللہ اس کو اس درخت کے قریب کر دے گا۔ وہ اس کے سائے اور پانی سے لطف اندوز ہوگا۔ پھر ایک اور درخت بلند کیا جائے گا جو پہلے سے زیادہ اچھا ہوگا۔

وہ عرض کرے گا۔ اے میرے پروردگار مجھے اس درخت کے قریب کر دے تاکہ میں اس کے سائے اور پانی سے لطف اندوز ہو سکوں میں کوئی اور سوال نہ کروں گا۔

خدا تعالیٰ فرمائے گا تو نے اور سوال نہ کرنے کا وعدہ نہ کیا تھا وہ عرض کرے گا ہاں۔ لیکن اب اس درخت کے ملنے پر کوئی اور سوال نہ کروں گا۔ اللہ اس کا عذر قبول فرمالے گا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس میں صبر کی طاقت نہیں۔ وہ اسے اس درخت کے نزدیک کر دے گا۔ وہ وہاں اہل جنت کی آوازیں سنے گا۔

عرض کرے گا۔ یا اللہ مجھے جنت میں داخل فرما دے۔ اللہ فرمائے گا کونسی چیز تجھے سوال کرنے سے باز رکھے گی کیا تو اس بات پر راضی ہے کہ تجھے دنیا اور دنیا کی مثل عطا کر دوں وہ عرض کرے گا یا اللہ تو رب العالمین ہو کر مجھ سے استہزاء فرماتا ہے۔ اللہ فرمائے گا میں استہزاء نہیں فرماتا بلکہ میں ایسا کرنے پر قادر ہوں۔

(صـ۱۰۵ مسلم شریف)

ان تینوں احادیث سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم مَا کَانَ وَمَا یَکُوْن سے سرفراز فرمایا ہے۔ فاضل بریلوی ارشاد فرماتے ہیں۔

؎ خُدا نے کیا تجھ کو آگاہ سب سے
دو عالم میں جو کچھ خفی و جلی ہے

نبی کا معنیٰ "مُخبَر" "خبر دیا گیا" بھی ہے۔ قرآن و حدیث سے اس کی دلیل ملاحظہ ہو۔

حضور علیہ السلام جب کبھی حضرت زینب بنتِ جحش کے گھر تشریف لے جاتے تو وہ آپ کی خدمت میں شہد پیش فرماتی تھیں، اس وجہ سے وہاں قیام زیادہ فرماتے تھے یہ زیادہ ٹھہرنا حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کو ناگوار گزرا اور رشک ہوا اِن دونوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب جب ہم میں سے کسی کے پاس حضور تشریف لائیں تو ہم عرض کریں کہ آپ کے دہنِ مبارک سے مغافیر کی بو آتی ہے۔ چنانچہ اِن دونوں نے ایسا ہی کیا۔

حضورؐ نے فرمایا: کہ ہم نے مغافیر تو کھایا نہیں شہد پیا ہے۔ اچھا میں شہد کو اپنے اُوپر حرام کرتا ہوں۔

یعنی چونکہ شہد کی وجہ سے حضرت زینب کے ہاں زیادہ ٹھہرتا ہوں جو تمہیں ناگوار ہے تو میں شہد حرام کئے لیتا ہوں۔

اور ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ حضرت فاروقِ اعظم بیمار ہو گئے حضرت حفصہؓ نے حضورؐ سے اجازت طلب کی کہ میں اپنے والد کی بیمار پرسی کے لئے اُن کے گھر جانا چاہتی ہوں۔

حضورؐ نے اجازت دے دی جب حضرت حفصہؓ اپنے والد کے ہاں تشریف لے گئیں تو بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماریہؓ کو حضرت حفصہؓ کے گھر بلا کر اُن کو اپنی صحبت سے

سرفراز فرمایا۔

ابھی ماریہؓ وہیں تشریف فرما تھیں کہ حضرت حفصہؓ بھی تشریف لے آئیں، دیکھا کہ دروازہ بند ہے۔ یہ دروازے پر بیٹھ گئیں، جب دروازہ کھلا تو انہوں نے حضرت ماریہؓ کو دیکھ کر حضورؐ کی بارگاہ میں عرض کی میری باری میں اور میری بستر پر آپ نے حضرت ماریہ کو شرفِ صحبت سے سرفراز فرمایا ہے۔

حضورؐ نے فرمایا: میں نے ماریہؓ کو اپنے اوپر حرام کرلیا اور دوسری خوشخبری تمہیں یہ دیتا ہوں کہ میرے بعد صدیق اکبرؓ اور اُن کے بعد تمہارے والد عُمر بن خطاب خلیفہ ہوں گے اور ان باتوں کی کسی کو خبر نہ دینا۔ لیکن یہ دونوں باتیں حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ کو بتا دیں۔

اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی حضور علیہ السلام کو مطلع فرمادیا کہ حضرت حفصہؓ آپ کی راز داری نہ کر سکیں اور انہوں نے یہ دونوں باتیں حضرت عائشہؓ کو بتادی ہیں۔

حضورؐ نے حضرت حفصہؓ سے فرمایا: تم نے حرمتِ شہد یا حرمتِ ماریہؓ کی خبر کیوں شائع کردی۔ حضرت حفصہؓ نے حضورؐ کی بارگاہ میں عرض کی یاحبیب اللہ یہ خبر آپ کو کس نے دی ہے۔

"قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ"

"فرمایا: مجھے علم والے خبردار نے خبر دی ہے"

اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے خبر دی جاتی ہے۔ اس سے آپ کا "خبر دیا گیا" ہونا ثابت ہوا۔

اسیرانِ بدر میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت مالدار تھے۔ بعض انصاریوں نے عرض کی یا رسول اللہ ہم چاہتے ہیں کہ آپ کے چچا حضرت عباس کا فدیہ معاف کر دیا جائے۔ لیکن مساوات کے علمبردار رسول نے فرمایا: کہ ایک چونی بھی کم نہ کی جائے۔

قریش نے فدیئے کی رقوم دے کر اپنے آدمیوں کو بھیجا تھا۔ ہر ایک نے اپنے اپنے قیدی کی من مانی رقم وصول کی، حضرت عباس نے عرض کی یا رسول اللہ میں تو مسلمان ہی تھا۔ آپ نے فرمایا: اگر تمہارا یہ قول صحیح ہے تو خدا تعالیٰ تمہیں اس کا بدلہ عطا فرمائے گا۔ لیکن چونکہ احکام ظاہر پر ہیں۔ اس لئے آپ فدیہ ادا کریں۔ بلکہ اپنے دونوں بھتیجوں نوفل بن حارث اور عقیل بن ابی طالب کا فدیہ بھی ادا کریں۔

علاوہ ازیں اپنے حلیف عتبہ بن عمرو کا بھی فدیہ ادا کریں۔ اُنہوں نے عرض کی میرے پاس تو اتنا مال نہیں۔ آپ نے فرمایا وہ مال کہاں گیا جو تم نے اور اُم فضل نے زمین میں دفنایا تھا۔ حضرت عباس نے عرض کی۔ اس دفینے کی سوائے مجھے اور میری بیوی اُم فضل کے کسی کو اطلاع نہیں، آپ کو کیسے معلوم ہوا۔ فرمایا:

اَخْبَرَنِیْ رَبِّیْ ؕ

"میرے رب نے مجھے خبر دی" (صـ ۲۰۸ زرقانی)

اس پر بے ساختہ حضرت عباس کی زبان پر جاری ہوا۔

"اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ؕ"

؎ خیال آیا مسلماں نیک و بد پہچان جاتے ہیں
محمد صلی اللہ علیہ وسلم آدمی کے دل کی باتیں جان جاتے ہیں

؎ جناب حضرت عباس پہ رعشہ ہوا طاری
کہ پیغمبر تو رکھتا ہے دلوں کی بھی خبر داری

نبی کا ایک معنیٰ۔

"اَلسَّامِعُ الصَّوْتِ الْخَفِیِّ"

یعنی ہلکی سے ہلکی اور پوشیدہ سے پوشیدہ آواز سننے والا۔ نبی اللہ کا خطاب و کلام سنتا ہے۔ اللہ کی وحی سنتا ہے اور وہ ایسی ہلکی اور خفیہ ہوتی ہے کہ جس تک نبی کا ہی ادراک پہنچ سکتا ہے اور نبی کی ہی قوت سامعہ اس کا ادراک کر سکتی ہے۔ دوسروں کی قوت اس کے ادراک سے عاجز ہوتی ہے۔ بلکہ اس دنیا میں بھی ہلکی سے ہلکی آواز سننا یہ نبی کی شان ہے۔

چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر وادیٔ نمل سے گزرا تو چیونٹیوں کی ملکہ نے دیکھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر آسمان کی بلندیوں پر آ رہا ہے۔ اگر یہ لشکر یہاں اتر گیا تو یہ میری چھوٹی چھوٹی چیونٹیاں اس لشکر کے [illegible] سے پامال ہو جائیں گی تو چیونٹیوں کی ملکہ نے چیونٹیوں کو مخاطب کر کے کہا:

اے میری چھوٹی چھوٹی چیونٹیو تم ان سوراخوں میں داخل ہو جاؤ [illegible]

نہ ہو کہ تمہیں سلیمان اور اُس کا لشکر بے خبری میں اپنے پاؤں تلے روند ڈالے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

"فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا"

حضرت سلیمان چیونٹیوں کی ملکہ کی بات سُن کر مسکرا پڑے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اُس وقت تین میل کے فاصلے پر تھے۔ آج کل سائنس کا زمانہ ہے۔ کوئی ایسا آلہ ایجاد نہیں ہوا جس سے چیونٹی کی آواز سُنی جا سکے۔ یہ نبی ہی کی قوتِ سامعہ کا کمال ہے کہ اتنی دور سے اتنی ہلکی آواز سُن لی۔

ب۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔

"لَمَّا كَلَّمَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مُوْسٰى كَانَ بَعْدَ ذَالِكَ لَيَسْمَعُ دَبِيْبَ النَّمْلَةِ السَّوْدَاءِ فِي اللَّيْلَةِ الظَّلْمَاءِ عَلَى الصَّفَا مِنْ مَسِيْرَةِ عَشَرَةِ فَرَاسِخَ"

(ص ۴۳۸ حلبیہ)

ترجمہ: "جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے کلام فرمایا تو اُس کے بعد حضرت موسیٰ تیس میل کے فاصلے سے سیاہ چیونٹی کی آواز سیاہ رات میں جو پتھر پر چلنے سے پیدا ہوتی تھی سُن لیتے تھے"

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام

کے ساتھ اللہ تعالیٰ کلام فرماتا تو اُن کی قوتِ سامعہ پر کلامِ الٰہی کا یہ اثر ہوجاتا کہ وُہ تیس۳۰ میل کے فاصلے سے پتھر پر چیونٹی کے چلنے سے جو آواز پیدا ہوتی اُس کو سُن لیتے تھے۔

ج۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابوطالب کے باغ میں موجود تھا۔ ابوطالب نے ہمیں جھانک کر دیکھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ابوطالب کو دیکھ لیا۔ اور ان سے فرمایا،

اَے چچا! کیا نیچے اُتر کر ہمارے ساتھ نماز ادا نہیں کرتے؟ انہوں نے کہا، اَے بھتیجے میں جانتا ہوں کہ تو حق پر ہے۔ لیکن میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ سجدے میں میری پیٹھ اوپر بلند ہو اور ابوطالب نے اپنے بیٹے حضرت جعفر سے فرمایا۔ تو نیچے اُتر کر اپنے چچازاد بھائی کا بازو بن جا۔

پس حضرت جعفر نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب کھڑے ہوکر نماز ادا کی جب نماز ختم ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا۔ جیسے تو اپنے چچازاد بھائی کا بازو بنا ہے۔ ایسے اللہ تعالیٰ تجھے دو بازو یعنی دو پَر عطا فرمائے گا۔ جن سے تو جنت میں اُڑتا پھرے گا۔

(ص ۲۷۴ تاریخ بغداد)

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور حضرت اسماء بنت عمیس حضورؐ کے قریب تھیں۔ حضور علیہ السلام نے سلام کا جواب دیا۔ پھر فرمایا

اے اسماء یہ حضرت جعفر حضرت جبریل اور میکائیل کے ساتھ گزرے ہیں اور انہوں نے ہم پر سلام کیا ہے۔ میں نے ان کے سلام کا جواب دیا ہے اور مجھے حضرت جعفر نے بتایا کہ

غزوہ میں مشرکین کے ساتھ میں نے جہاد کیا اور میرے جسم کے سامنے والے حصے میں تہتر نیزوں اور تلواروں کے زخم آئے۔ پھر میں نے اسلامی جھنڈا اپنے دائیں ہاتھ میں لے لیا وہ ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ میں نے جھنڈا بائیں ہاتھ میں لے لیا وہ بھی کاٹ دیا گیا۔

پس اللہ تعالیٰ میرے ان ہاتھوں کے عوض مجھے دو پر عطا فرما دیئے۔ ان دو پروں کے ساتھ میں جنت میں جبریل و میکائیل کی معیت میں اڑتا پھرتا ہوں۔ میں جنت میں جہاں چاہتا ہوں چلا جاتا ہوں۔ اور جو چاہوں جنتی پھل کھاتا ہوں۔

حضرت اسماء نے فرمایا جو بھلائی اللہ تعالیٰ جعفر کو عطا فرمائی ہے اسے مبارک ہو۔ لیکن یارسول اللہ مجھے خوف ہے لوگ میری اس بات پر میری تصدیق نہیں کریں گے۔

حضور علیہ السلام منبر پر جلوہ گر ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان فرمائی اور فرمایا:

اے لوگو! حضرت جعفر جبریل و میکائیل کے ساتھ میرے پاس سے گزرے۔ اللہ تعالیٰ ان کو دو بازوؤں کے عوض دو پر عطا فرمائے ہیں، جن سے وہ جنت میں جہاں چاہتے ہیں اڑ کر چلے جاتے ہیں۔

(صفحہ ۴۷۳ طبرانی اوسط)

حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ کہ اچانک حضور نے اپنا سر اقدس اوپر اٹھا کر فرمایا:

وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

"فَقَالَ النَّاسُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَاھٰذَا؟ قَالَ مَرَّبِیْ جَعْفَرُ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ فِیْ مَلَاءٍ مِّنَ الْمَلَائِکَۃِ فَسَلَّمَ عَلَیَّ"

(ص ۲۱۰/۳ المستدرک)

ترجمہ: "حاضرین نے عرض کی یارسول اللہ آپ نے کس کو سلام کا جواب دیا ہے۔ فرمایا: جعفر بن ابی طالب فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ اوپر سے گزرے ہیں انہوں نے مجھے سلام کیا جس کا میں نے جواب دیا۔"

ان دونوں مندرجہ بالا احادیث سے پتہ چلا کہ جب حضرت جعفر نے حضور علیہ السلام کو سلام کیا تو حاضرین صحابہ میں سے کسی نے ان کے سلام کی آواز کو سنا نہیں، اگر سنا ہے تو صرف اللہ کے محبوب نے سنا ہے۔ کیونکہ قوت سامعہ کا جو کمال اللہ اپنے نبی کو عطا فرماتا ہے وہ غیر نبی کو عطا نہیں فرماتا۔

؎ دُور و نزدیک کے سُننے والے وہ کان
کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

امام غزالی نے علمِ نبوت پر بحث فرماتے ہُوئے لکھا ہے۔

جس طرح عقلِ انسان کے لئے ایک قسم کی قوت ہے۔
جس میں ایک ایسی آنکھ ہے جو اِن معقولات کو دیکھ لیتی ہے جنہیں حواس نہیں دیکھ سکتے۔ اس طرح نبوت میں ایک ایسا نور ہوتا ہے جس سے نبی پر غیب ظاہر ہو جاتا ہے اور وہ اُمور منکشف ہو جاتے ہیں جن کا عقل ادراک نہیں کر سکتی۔ مثلاً

(المنقذ من الضلال ص۵۵)

حدیث ۱:۔ حضرت ابو قتادہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے (غزوۂ خیبر سے لوٹتے وقت) ہم سے فرمایا: کہ تم دوپہر سے لے کر رات تک سفر کرو گے۔ اور کل صبح انشاء اللہ پانی پر پہنچو گے۔ لوگ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے بغیر سفر کرتے رہے۔ حتیٰ کہ آدھی رات ہوگئی۔ اس وقت میں آپ کے پہلو میں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو اونگھ آنے لگی جب آپ اپنی سواری پر جھکے تو میں نے جگائے بغیر آپ کو سہارا دیا۔ حتیٰ کہ آپ سیدھے ہو کر سواری پر بیٹھ گئے۔

پھر چلتے رہے، یہاں تک کہ رات ڈھل گئی پھر آپ سواری پر جھک گئے تو میں نے جگائے بغیر آپ کو سہارا دیا۔ حتیٰ کہ آپ سیدھے ہو کر سواری پر بیٹھ گئے۔

یہاں تک کہ آخیر شب کا عمل ہوگیا۔ آپ پھر سواری پر پہلی

دو بار سے زیادہ جھک گئے۔ قریب تھا کہ آپ گر پڑتے۔ میں نے آپ کو سہارا دیا۔ آپ نے سرِ اقدس اٹھا کر پوچھا تم کون ہو۔ میں نے عرض کی ابوقتادہ آپ نے مجھ سے پوچھا تم کب سے میرے ساتھ چل رہے ہو۔

میں نے عرض کیا: میں پوری رات اسی طرح آپ کے ساتھ چلتا رہا ہوں۔

آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری اس طرح حفاظت کرے جس طرح تم نے اس کے نبی کی حفاظت کی ہے۔ پھر فرمایا کہ تم دیکھ رہے ہو کہ ہم لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہیں اور پوچھا کیا تمہیں کوئی شخص نظر آ رہا ہے۔

میں نے عرض کیا ایک سوار ہے۔ پھر میں نے کہا ایک اور سوار ہے۔ یہاں تک کہ ہم سات سوار جمع ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راستہ کے ایک کنارے ہو گئے اور اپنا سر رکھ لیا اور فرمایا: تم لوگ (جاگ کر) ہماری نماز (فجر) کا خیال رکھنا۔ پھر سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے۔

دراں حالیکہ آفتاب آپ کی پیٹھ پر آ چکا تھا۔ پھر ہم لوگ بھی گھبرا کر اٹھ بیٹھے۔ آپ نے فرمایا چلو سوار ہو کر یہاں سے نکل چلو۔ ہم چل پڑے۔ جب سورج بلند ہوا تو آپ سواری سے اترے اور میرے پاس جو وضو کا برتن تھا منگوایا۔ اس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ آپ نے عام اوقات کی بہ نسبت کم مرتبہ پانی ڈال کر اس برتن سے وضو کیا۔ پھر آپ نے حضرت ابوقتادہ سے فرمایا۔ اس برتن کی حفاظت

کرنا۔ عنقریب اِس میں ایک عجیب خبر ظاہر ہو گی۔ پھر حضرت بلالؓ نے اذان کہی۔ رسُول اللہ نے دو رکعت نماز (سُنّت فجر) پڑھی اور صحابہ کو صُبح کی (فرض) نماز اسی طرح پڑھائی۔ جس طرح پہلے پڑھایا کرتے تھے۔ پھر رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سوار ہُوئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ سوار ہو گئے۔

دراں حالیکہ ہم میں سے ہر شخص سرگوشی کر رہا تھا کہ آج جو نماز ہم سے قضا ہو گئی ہے۔ اس کا کیا کفّارہ ہو گا۔

رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: کیا تمہارے لئے میری زندگی میں نمُونہ نہیں۔ پھر فرمایا کہ نیند میں کوئی تقصیر نہیں۔ تقصیر اس صُورت میں ہے جب کوئی شخص (جاگتے میں) نماز نہ پڑھے۔ حتّٰی کہ دُوسری نماز کا وقت آ جائے جس کسی کو یہ صُورت پیش آئے وُہ بیدار ہونے کے بعد نماز پڑھ لے اور دُوسرے دِن نماز اپنے وقت پر پڑھے۔ پھر فرمایا۔ تمہارا کیا خیال ہے۔ لوگوں نے کیا کیا ہو گا۔

پھر خُود ہی فرمایا کہ صُبح کے وقت لوگوں نے اپنے نبی کو نہیں دیکھا ابوبکر اور عُمر نے کہا، رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم تمہارے پیچھے ہیں وُہ تمہیں چھوڑنے والے نہیں۔

دُوسرے لوگوں نے کہا: رسُولِ خُدا تمہارے آگے ہیں۔ اگر لوگ ابوبکر و عُمر کی بات مان لیتے تو بہتر ہوتا پھر ہم لوگ اُن کے پاس اُس وقت پہنچے جب دِن چڑھ چُکا تھا اور ہر چیز گرم ہو گئی تھی۔ سب لوگ کہنے لگے یا رسُول اللہ ہم تو پیاس سے ہلاک ہو گئے۔

آپ نے ... ہلاک نہیں ہو گے، پھر رسُول اللہ صلّی اللہ

علیہ وسلم نے پانی کا برتن منگوایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس برتن سے پانی انڈیلنا شروع کیا اور حضرت ابوقتادہ لوگوں کو پانی پلانے لگے۔ لوگوں نے جب دیکھا کہ پانی ایک برتن میں ہے تو سب اس برتن پر ٹوٹ پڑے۔

آپ نے فرمایا: کہ اطمینان کے ساتھ پانی پیو تم سب سیر ہو جاؤ گے۔ پھر لوگ مطمئن ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی انڈیلتے رہے اور میں پانی پلاتا رہا۔ یہاں تک کہ سب سیراب ہو گئے اور صرف میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رہ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی انڈیلا اور مجھ سے فرمایا پیو۔

میں نے عرض کی یا رسول اللہ جب تک آپ پانی نہیں پئیں گے...... میں نہیں پیوں گا۔

آپ نے فرمایا: قوم کو پانی پلانے والا سب سے آخر میں پیتا ہے۔ چنانچہ میں نے پانی پی لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پانی پی لیا پھر سب لوگ آسودگی سے پانی تک پہنچ گئے۔

(مسلم شریف، کتاب المساجد)

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی قوت اور صفت حاصل تھی جس سے آپ غیب کو جان لیتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ نے اس حدیث میں بہت سے امور غیبیہ بیان فرمائے۔

ا۔ آپ نے ابوقتادہ سے فرما دیا کہ اس برتن میں عجیب خبر ظاہر ہو گئی۔ چنانچہ اس برتن کا تھوڑا سا پانی کثیر صحابہ کو کافی ہو گیا۔

ب - جب صحابہ نے کہا یہ تھوڑا سا پانی ہمیں کیسے کافی ہوگا تو آپ نے فرمایا کہ تم سب اس سے سیراب ہو جاؤ گے اور ایسا ہی ہُوا۔

ج - آپ نے ابو قتادہ کو پہلے ہی بتا دیا تھا کہ ابوبکر اور عمر کیا کہہ رہے ہیں اور عام لوگ کیا کہہ رہے ہیں۔

د - کسی کو پتہ نہ تھا کہ آگے پانی ملے گا یا نہیں نہ وہاں پانی کے آثار تھے۔ لیکن آپ نے علمِ نبوت سے پہلے بتا دیا کہ دوپہر اور رات کے بعد تم کو پانی مل جائے گا۔ اس سے معلوم ہُوا کہ آپ کو آنے والی کل کا علم حاصل تھا۔

حدیث ۲: حضرت اُبی بن کعب بیان فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں تھا۔ ایک شخص آکر نماز پڑھنے لگا۔ اور نماز میں قرآن مجید کی ایسی قرأت کی جو میرے لئے غیر مانوس تھی پھر دوسرا شخص آیا۔ اور اس نے ایک اور قرآنِ مجید کی قرأت کی۔ جب ہم لوگ نماز سے فارغ ہُوئے تو ہم رسُول اللہ کی خدمت میں حاضر ہُوئے۔

میں نے عرض کی اس شخص نے اس طرح قرآن پڑھا ہے جو میرے لئے غیر مانوس تھا اور دوسرا شخص آیا تو اس نے اس کے علاوہ ایک اور قرأت کی رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ان دونوں کو پڑھنے کا حکم دیا۔ انہوں نے پڑھ کر سنایا اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ان دونوں کو صحیح قرار دیا۔

جس سے میرے دل میں (رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم) کی ایسی تکذیب پیدا ہُوئی جو زمانہ جاہلیت میں نہ تھی۔ جب رسُول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اس حال کو دیکھا تو میرے سینے پر ہاتھ مارا جس سے میں پسینہ پسینہ ہو گیا اور خوفِ الٰہی کی مجھ پر ایسی کیفیت طاری ہو گئی کہ گویا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا تھا۔

(مسلم شریف کتاب فضائل القرآن)

جب حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے دل میں تکذیب کا وسوسہ پیدا ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نورِ نبوت سے اس وسوسہ تکذیب پر مطلع ہو گئے۔ اس میں آپ کے نورِ علم کا ثبوت ہے اور جب آپ نے ان کے سینے پر ہاتھ مار کر اس تکذیب کو زائل کر دیا تو اس میں آپ کے تصرف کا ثبوت ہے۔

لفظ نبی نَبْوَۃٌ یا نَبَاوَۃٌ سے بنا ہے۔ جس کے معنیٰ ہے بلندی نبی کا معنیٰ ہو گیا بلندی والا۔ بلندی ایک جسمانی ہوتی ہے اور دوسری مرتبے کے اعتبار سے خدا تعالیٰ نے نبیٔ کریم کو دونوں قسم کی بلندیوں سے سرفراز فرمایا۔

جسمانی بلندی معراج کی رات خدا تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو اپنی ملاقات کا شرف بخشا۔ اس رات ساتوں آسمان نیچے، بیت اللہ نیچے، بیت العزت نیچے، بیت المعمور نیچے، آٹھوں جنتیں نیچے، سدرۃ المنتہیٰ نیچے، ستر ہزار نوری پردے نیچے، لوح و قلم کرسی، حتیٰ کہ خدا تعالیٰ کا عرشِ عظیم نیچے اور پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم اوپر تھے۔

؎ زہے عزت و اعتلائے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
کہ عرشِ حق زیرِ پائے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

؎ محترم یوں تو سارے نبی ہیں پر کسی کا یہ رتبہ نہیں ہے
تاجدارِ حرم کے علاوہ عرش پر کوئی پہنچا نہیں ہے

مرتبے کی بلندی:- عند اللہ

ا۔ خدا تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر آپ کی باتوں، آپ کے زمانے اور آپ کی جان کی قسم کھائی ہے اور یہ ایک ایسا مرتبۂ جلیلہ ہے جو اس جانِ محبوبیت کے سوا کسی کو میسر نہ ہوا قرآن رطب اللسان ہے۔

" لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ "
"میں قسم کھاتا ہوں، اس شہر کی کہ تو اس شہر میں جلوہ فرما ہے۔"

" وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ "
" مجھے قسم رسول کی اس بات کہ اے میرے رب یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔"

" وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِىْ خُسْرٍ "
" زمانۂ محبوب کی قسم بے شک آدمی ضرور نقصان میں ہے۔"

" لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِىْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ "
" تیری جان کی قسم وہ اپنے نشہ میں اندھے ہو رہے ہیں۔"

ہ وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلامِ مجید نے کھائی شہا ترے شہر و کلام بقا کی قسم

ہ وَالعصر ہے تیرے زماں کی قسم ولعمرک ہے تیری جاں کی قسم
وَالبلد ہے تیرے مکاں کی قسم ترے رہنے کی جا کا کیا کہنا

ب۔ انبیائے سابقین کے زمانے کے کفار طرح طرح سے حضرات انبیاء سے بیہودہ گوئی کرتے اور وہ نفوسِ قدسیہ اپنے حلمِ عظیم اور فضلِ عمیم کے لائق ان کو جواب دیتے۔

چنانچہ حضرت نوح علیہ السّلام سے ان کی قوم نے کہا۔

"اِنَّا لَنَرٰكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۝"

"بے شک ہم تمہیں کھلا گمراہ سمجھتے ہیں۔"

آپ نے فرمایا:

"یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ۝"

"اے میری قوم میرا گمراہی سے کیا تعلق میں تو پروردگار کی طرف سے رسول ہوں۔"

سیّدنا حضرت ہود علیہ السّلام سے قوم عاد نے کہا۔

"اِنَّا لَنَرٰكَ فِیْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ

مِنَ الْكَاذِبِيْنَ ○

"یقیناً ہم تمہیں حماقت میں دیکھتے ہیں اور ہمارے گمان میں تم بے شک جھوٹے ہو۔"

آپ نے قوم سے فرمایا:

"یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○"

"اے میری قوم مجھ میں کوئی حماقت نہیں، میں تو رسول ہوں پروردگار عالم کا۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرعون نے کہا۔

"اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰمُوْسٰی مَسْحُوْرًا ○"

اے موسیٰ میرے گمان میں تجھ پر جادو ہوا ہے۔

آپ نے فرعون کو جواب دیا۔

"وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ○"

"اے فرعون میرے یقین میں تو ہلاک ہونے والا ہے۔"

لیکن جب حضور کے زمانے میں مشرکین نے آپ کی شان میں نازیبا کلمات استعمال کئے تو جواب خود خالق کائنات نے دیا۔ چنانچہ کفار نے کہا:

"یٰاَیُّهَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَیْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ○"

"اے وہ جن پر قرآن اترا تم مجنون ہو۔"
خدا تعالیٰ نے جواب دیا۔
"نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ ۙ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۚ"
"قسم ہے قلم اور تحریر ملائکہ کی تو اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں۔"
کفّار نے کہا: لَسْتَ مُرْسَلًا تم رسول نہیں،
خدا تعالیٰ نے جواب دیا۔
"یٰسٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ ۙ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۙ"
"اے سردار مجھے قسم ہے حکمت والے قرآن کی تو بیشک رسول ہے۔"
رئیس المنافقین نے کہا:
"لَىٕنْ رَّجَعْنَاۤ اِلَى الْمَدِیْنَةِ لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ"
"جب ہم مدینہ لوٹ کر جائیں گے تو ہم عزت والے ان ذلیل (معاذ اللہ) لوگوں کو اس سے نکال باہر کریں گے۔"
خدا نے جواب دیا۔

"وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ"

"عزّت تو ساری خدا و رسول و مؤمنین ہی کے لئے ہے لیکن منافقوں کو خبر نہیں۔"

کچھ دنوں کے لئے وحی کا سلسلہ رُک گیا تو کافر بولے۔

"اِنَّ مُحَمَّدًا وَدَّعَهٗ رَبُّهٗ وَقَلَاهُ"

"بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کے رب نے چھوڑ دیا اور دشمن پکڑا۔"

حق تعالیٰ نے جواب دیا

"وَالضُّحٰى وَاللَّيْلِ اِذَا سَجٰى مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى"

"قسم اے محبوب تیرے رُخِ روشن کی اور قسم ہے تیری زلف کی جب چمکتے رخسار پر بکھر جائے نہ تجھے تیرے رب نے چھوڑا اور نہ دشمن بنایا۔"

ے دشمن نے تیرے جو کچھ بھی کہا اللہ نے اس کا جواب دیا
پر تو نے پلٹ کر کچھ نہ کہا تیری شرم و حیا کا کیا کہنا

حدیث :-

عمرو بن قیس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما

"اِنَّ اللّٰہَ اَدْرَکَ بِیَ الْاَجَلَ الْمَرْحُوْمَ وَاخْتَصَرَ لِیْ اِخْتِصَارًا"

(ص ۲۵ دارمی)

ترجمہ: "جب رحمت خاص کا زمانہ آیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا فرمایا۔ اور میرے لئے کمال اختصار کیا اب دیکھنا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے لئے کیا اختصار کیا؟"

ا۔ میرے لئے اُمت کی عمریں کم کیں، تاکہ دُنیا کے مصائب و آلام سے جلد خلاصی حاصل کرلیں۔ گناہ کم ہوں اور نعمت باقی تک جلد پہنچیں۔ عمریں کم ہونے کی بناء پر عمل تھوڑے لیکن فضل خدا کی بناء پر ثواب زیادہ۔ **مثلاً**

حضور علیہ السلام نے فرمایا: اے صحابہ تمہاری اور اہل کتاب کی مثل اس آدمی جیسی ہے جس نے مزدوروں سے کہا ہو۔ کون ہے جو میرے لئے صبح سے لے کر دوپہر تک ایک روپیہ پر مزدوری کرے تو یہودیوں نے مزدوری کی پھر کہا کون ہے۔ جو میرے لئے دوپہر سے عصر تک ایک روپے پر کام کرے۔ یہ عیسائی تھے جنہوں نے کام کیا پھر کہا کون ہے جو عصر سے مغرب تک میرے لئے دُو روپے پر کام کرے اور یہ تم ہو جنہوں نے کام کیا۔ یہود و نصاریٰ ناراض ہوئے۔ ہم نے کام زیادہ کیا اور مزدوری کم ملی۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا: کیا میں نے تمہارا حق مارا عرض کریں گے نہیں، خدا فرمائے گا۔

"فَذَالِكَ فَضْلِي اُوْتِيْهِ مَنْ اَشَاءُ"

(مسلمان کو زیادہ اِس لئے دِیا گیا) کہ یہ فضل ہے جس کو چاہوں عطا کر دُوں۔

معلوم ہُوا اُمّتِ مُسلمہ اللہ تعالیٰ کی محبوب ہے۔ چنانچہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کی میری اُمّت کا حساب میرے سپرد کیا جائے۔ تاکہ میری اُمّت دُوسری اُمتوں کے سامنے رُسوا نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کی ان کا حساب مَیں خُود لُوں گا۔ اگر اِن میں کوئی عیب ہُوا تو مَیں اُسے چھپاؤں گا۔ تاکہ میرا کوئی بندہ رُسوا نہ ہو۔

(ص ۴۳۲ مسند الفردوس ۱)

ب۔ میری اُمّت کے لئے طول حساب کو اِتنا مختصر کر دیا کہ اَے اُمّت مُصطفےٰ مَیں نے تمہیں اپنے حقوق مُعاف کئے۔ آپس میں ایک دُوسرے کے حقُوق معاف کرو اور جنّت کو چلے جاؤ۔ **مثلاً** حدیث میں ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے رُوایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے دُو اُمتی اللہ کی بارگاہ میں گھٹنوں کے بل حاضر ہوں گے۔

ایک عرض کرے گا۔ اَے میرے رَبّ میرے اس بھائی نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔ مجھے اس سے بدلہ لے کر دے۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا تُو اپنے بھائی کے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ اُس کی تو کوئی نیکی باقی نہیں رہی۔

وُہ عرض کرے گا وُہ میرے گناہ لے لے۔ اللہ اس طالب

سے فرمائے گا۔ اپنی نگاہ اُوپر اُٹھا کر دیکھو وُہ سر اُوپر اُٹھائے گا۔ اور عرض کرے گا میں تو سونے کے شہر اور سونے کے محل موتیوں سے مرصع دیکھ رہا ہوں۔ یہ کس نبی یا صدیق یا شہید کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ جو اس کی قیمت ادا کر دے۔

وُہ عرض کرے گا۔ یا اللہ اس کی قیمت کون دے سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تُو اس کی قیمت دے سکتا ہے۔ عرض کرے گا وُہ کون سی قیمت ہے۔ اللہ فرمائے گا۔ اپنے اس بھائی کو معاف کر دو وُہ عرض کرے گا۔ یا اللہ میں نے اسے معاف کر دیا۔ اللہ فرمائے گا اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ لو اور اسے جنت میں داخل کر دو۔

(ص ۸۲۴ کنز العمال، ص ۳۰۹ الترغیب والترہیب)

ج۔ میرے غلاموں کے لئے پلصراط کی راہ جو کہ پندرہ ہزار برس کی راہ ہے۔ پانچ ہزار سال چڑھائی پانچ ہزار سال ہموار راستہ اور پانچ ہزار سال ڈھلوان راستہ ہو گا۔ اتنی مختصر کر دے گا کہ چشم زدن میں گزر جائیں گے۔ جیسے بجلی کوند گئی۔

د۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"فِی یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ"

قیامت کا دِن پچاس ہزار سال کا ہو گا۔ لیکن حضور کی اُمت کے لئے ایسا ہو جائے گا۔ جیسے ایک نماز کا وقت۔

چنانچہ مشکوٰۃ میں حدیث ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے بارگاہِ نبوت میں عرض کی ہم پچاس ہزار سال کا دِن کیسے گزاریں گے۔

سرورِ کائنات نے فرمایا:

"وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنَّہٗ لَیُخَفَّفُ عَلَی الْمُؤْمِنِ حَتّٰی یَکُوْنَ اَھْوَنَ عَلَیْہِ مِنَ الصَّلٰوۃِ الْمَکْتُوْبَۃِ یُصَلِّیْھَا فِی الدُّنْیَا"

"قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے وُہ دن مومن کے لئے اس سے بھی کم دیر میں گزر جائے گا۔ جتنی دیر میں وُہ دُنیا میں فرض نماز ادا کر لیتا تھا"

ذ۔ علوم و معارف جو ہزار ہا سال کی محنت و ریاضت میں حاصل نہ ہو سکیں، میری چند روزہ خدمت گاری میں میرے اصحاب پر منکشف فرما دیئے۔

مقام غور ہے کہ لوگ حافظ سے قرآن مجید پڑھتے ہیں، اور قاری سے اس کے الفاظ سیکھتے ہیں، عالم دین سے اس کے معنی معلوم کرتے ہیں۔ پیر کامل سے اس کے اسرار تک پہنچتے ہیں۔ گویا ایک قرآن کو سیکھنے کے لئے چند آستانوں پر حاضری دینی پڑتی ہے۔ لیکن حضور کی بارگاہ میں بیٹھنے والے کو کسی دوسری جگہ جانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ حضور کے بعض صحابہ وُہ بھی ہیں جو اسلام لاتے ہی آن کی آن میں قاضی عالم حافظ اور قاری بن گئے۔

؎ جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا اور نکتہ وروں سے کھل نہ سکا
وہ راز اِک کملی والے نے سمجھا دیا چند اشاروں میں

ط۔ مکہ معظمہ کی زمین سے رب تعالیٰ کی بارگاہ کا فاصلہ تین لاکھ برس کی راہ ہے۔ میرے لئے ایسی مختصر کر دی کہ رات کے تھوڑے سے حصے میں آنا جانا اور تمام کو تفصیلاً ملاحظہ فرمالیا۔ بیت المعمور میں فرشتوں کی امامت ساتوں آسمانوں پر انبیاء کرام سے ملاقات جنت کی سیر سدرۃ المنتھیٰ پر جبریل سے مکالمہ عرش پر جلوہ گری۔ خدا کی بارگاہ میں حاضری وہاں سلام و کلام وغیرہ یہ ساری کارروائی آن کی آن میں ہو گئی۔

؎ حیران ہوئے برق اور نظر اِک آن ہے اور برسوں کا سفر
راکب نے کہا اللہ غنی مرکب نے کہا سبحان اللہ

ع۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وہ کتاب اتاری جس کے معدود ورقوں میں تمام اشیاء گذشتوں و آئندہ کا روشن مفصل بیان ہے۔
چنانچہ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

"وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ط"
"اور ہم نے آپ پر قرآن اتارا جو ہر چیز کا روشن بیان ہے۔"

"مَا كَانَ حَدِيثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ"

"یہ قرآن کوئی گھڑی ہوئی بات نہیں، بلکہ اگلی کتابوں کی تصدیق اور ہر شئے کی تفصیل ہے۔"

ان آیات سے ثابت ہوا کہ قرآن میں ہر شئے کا روشن بیان ہے اور بیان بھی تفصیلی۔ اسی لئے حضرت مجاہد اور ابن سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔

"مَا مِنْ شَيْءٍ فِي الْعَالَمِ إِلَّا هُوَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ"

"تمام عالم میں کوئی چیز ایسی نہیں جس کا بیان قرآن میں نہ ہو۔"

لوح محفوظ میں لکھے گئے علوم کے بارے میں قرآن نے ارشاد فرمایا۔

"كُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ"

ہر چیز چھوٹی اور بڑی لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔

"وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِيْنٍ"

"اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز مگر وہ لوح محفوظ میں ہے۔"

"لَا أَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي

کِتَابٍ مُّبِیْنٍ

" ذرہ سے چھوٹی اور بڑی کوئی ایسی چیز نہیں، جو لوح محفوظ میں نہ ہو۔"

"وَکُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰہُ فِیْٓ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ"
اور ہم نے ہر شے کو لوح محفوظ میں محفوظ کر رکھا ہے۔

"وَمَا مِنْ غَآئِبَۃٍ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مُّبِیْنٍ"

" زمین و آسمان کی ہر غیب چیز لوح محفوظ میں ہے۔"

ان آیات سے ثابت ہوا ہر چیز کا بیان لوح محفوظ میں ہے۔ اب سُنیئے کہ لوح محفوظ کا تفصیلی علم قرآن میں ہے۔

"وَمَا کَانَ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ یُّفْتَرٰی مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَلٰـکِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْہِ وَتَفْصِیْلَ الْکِتٰبِ لَا رَیْبَ فِیْہِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ"

"ترجمہ:۔ اور اس قرآن کی یہ شان نہیں کہ کوئی اپنی طرف سے بنا لے بغیر اللہ کے اتارے ہاں وہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے اور لوح محفوظ میں جو کچھ لکھا ہے پروردگارِ عالم کی طرف اس کی تفصیل ہے۔"

نتیجہ یہ نکلا کہ قرآن میں تمام اشیاء کا روشن بیان ہے۔

ن ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے۔

"اِنَّ اللّٰہَ قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا وَاِلٰی مَا ھُوَ کَائِنٌ فِیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ"

ترجمہ: "بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے ساری دنیا کو اٹھا لیا میں اُسے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے اس میں اس کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح میں اپنی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔"

معلوم ہوا مشرق سے لے کر مغرب تک اتنی وسیع دنیا کو اللہ تعالیٰ نے حضور کے لئے ایسا مختصر کر دیا کہ جو کچھ اس میں قیامت تک حالات رونما ہونے والے تھے۔ حضور نے ان کو ہتھیلی کی طرح ملاحظہ فرما لیا۔

ی ۔ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السّلام کو جوامع الکلم سے سرفراز فرمایا۔ یعنی ایسا کلام کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی کہ لفظ کم لیکن معنیٰ کثیر۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

"اَلْوَحْدَۃُ خَیْرٌ مِّنْ جَلِیْسِ السُّوْءِ"

"تنہائی بُرے ساتھی کی صحبت سے بہتر ہے۔"

"قُلِ الْحَقَّ وَاِنْ کَانَ مُرًّا"

"حق بات کہو، خواہ کڑوی ہی کیوں نہ ہو۔"

"اَلسَّعِیْدُ مَنْ وُّعِظَ بِغَیْرِہٖ"

"نیک بخت وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے۔"

"اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ کَالْبُنْیَانِ یَشُدُّ بَعْضُہٗ بَعْضًا"

"مومن دوسرے مومن کے لئے عمارت کی طرح ہے جو ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتی ہے۔"

"اَلْھَمُّ نِصْفُ الْھَرَمِ"

"غم آدھا بڑھاپا ہے۔"

"حُبُّكَ لِلشَّیْءِ یُعْمِیْ وَیُصِمُّ"

"کسی چیز کی محبت انسان کو اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے۔"

"اِنَّ الْمُؤْمِنَ مَنْ سَاءَتْہُ سَیِّئَتُہٗ وَسَرَّتْہُ حَسَنَتُہٗ"

"مومن وہ ہے جسے اپنی بدی پر افسوس ہو اور اپنی نیکی سے مسرت حاصل ہو۔"

"اَلتَّکَبُّرُ مَعَ الْمُتَکَبِّرِ صَدَقَۃٌ"

"متکبر کے ساتھ تکبر کرنا صدقہ ہے۔"

عند الانبیاء مرتبہ:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جبریل امین بیت المقدس پہنچے تو آپ نے وہاں کچھ لوگ بیٹھے دیکھے۔ انہوں

نے آپ کا استقبال کیا۔ اور ان میں ایک بزرگ تشریف فرما تھے۔
حضور نے جبریل سے پوچھا یہ کون ہیں۔
عرض کی یہ حضور کے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور یہ حضرت موسیٰ و عیسیٰ ہیں، پھر نماز قائم ہوئی اور امامت ایک نے دوسرے پر ڈال دی۔ یہاں تک کہ سب نے مل کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امام بنایا۔

(ص ۸۴ تجلی الیقین)

مرتبے انبیاء کے بڑے ہیں عظمتوں کے نگینے جڑے ہیں
مقتدی بن کے پیچھے کھڑے ہیں وہ جو پہلے سے آئے ہوئے ہیں

عند الملائکہ مرتبہ:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جبریل امین نے مجھے یوں سلام کیا۔

"السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَوَّلُ، اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا آخِرُ اَلسَّلَامُ یَا ظَاہِرُ اَلسَّلَامُ یَا بَاطِنُ"

میں نے کہا: جبریل یہ تو خالق کی صفات ہیں، مخلوق کو کیونکر مل سکتی ہیں۔
عرض کی میں نے خدا کے حکم سے حضور کو یوں سلام کیا ہے۔

اُس نے اِن صفتوں سے حضورؐ کو فضیلت دی ہے اور تمام انبیاء پر خصوصیت بخشی ہے۔ اپنے نام و صفت سے حضورؐ کے نام و صفت مشتق فرمائے ہیں۔

آپ کا نام اوّل رکھا کہ آپ پیدائش کے اعتبار سے سب انبیاء پر مقدم ہیں اور آخر اس لئے کہ ظہور میں سب سے مؤخر ہیں اور آخری اُمت کی طرف خاتم الانبیاء ہیں اور باطن اس اعتبار سے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے باپ حضرت آدم علیہ السّلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے ساقِ عرش پر سُرخ نور سے اپنے نام کے ساتھ آپ کا نام لکھا اور مجھے آپ پر دُرود بھیجنے کا حکم دیا۔

میں نے دو ہزار سال تک آپ پر دُرود بھیجا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا۔ بشیر و نذیر بنا کر اور سراجِ مُنیر بنا کر اور ظاہر اس لئے حضورؐ کا نام رکھا کہ اُس نے اس زمانہ میں آپ کو تمام ادیان پر غلبہ دیا۔ اور آپ کا مرتبہ سب آسمان و زمین پر آشکارا کیا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ پر دُرود بھیجا۔ اللہ محمود ہے۔ اور آپ محمد ہیں۔ آپ کا رب اوّل، آخر، ظاہر اور باطن ہے اور آپ بھی اوّل آخر ظاہر اور باطن ہیں۔

یہ عظیم بشارت سُن کر حضور سیّد المرسلین نے فرمایا:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ فَضَّلَنِیْ عَلٰی جَمِیْعِ

النَّبِيِّيْنَ حَتّٰى فِيْ اِسْمِيْ وَصِفَتِيْ۔

"تعریف اُس خدا کی جس نے مجھے تمام انبیاء پر فضیلت بخشی یہاں تک کہ میرے نام اور میری صفت میں"۔

(ص ۲۱۶ جواہر البحار، ص ۲۲۵ نسیم الریاض)

ے وہی ہے اوّل وہی ہے آخر وہی ہے ظاہر وہی ہے باطن
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اسکی طرف گئے تھے

نبی کا معنیٰ "اَلْخَارِجُ" بھی ہے۔
"یعنی ایک جگہ سے نکل کر دوسری جگہ جانے والا"۔ علاوہ ازیں۔
نبی کا معنیٰ "اَلْمُخْرَجُ" بھی ہے۔
کیونکہ نبی اعدائے دین کی ایذا رسانی کی وجہ سے ایک جگہ سے نکل کر دوسری جگہ جاتا ہے۔
اس اعتبار سے نبی کو مخرج بھی کہا جاتا ہے۔ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے ہجرت فرمائی اور مدینہ تشریف لے گئے اس سے خارج اور مخرج دونوں کا مفہوم متحقق ہوگیا۔

ا۔ ہر انسان کو وطن سے محبت ہوتی ہے۔ اس بنا پر حضور علیہ السلام کو بھی مکہ معظمہ سے اشد محبت تھی اور اس کی ایک وجہ یہ بھی کہ وہاں کعبہ ہے جو خدا کی رحمت کے نزول کا مرکز ہے۔

چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ کعبہ پر روزانہ ایک سو بیس رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ ہجرت کے وقت حضور کعبہ کو مڑ مڑ کر دیکھتے اور روتے اور فرماتے تھے۔ اگر میری قوم مجھے نہ نکالتی تو میں ہرگز تجھے نہ چھوڑتا۔

حضور کی محبت کعبہ کے ساتھ اس حد تک تھی، ادھر حضور کو خدا نے اپنی محبت کے لئے چن لیا تھا۔

خدا تعالیٰ نے اس بات کو پسند نہ فرمایا کہ حضور کا دل میری محبت کے علاوہ کسی اور کی الفت کا مرکز ہو۔

کیونکہ ایک دل میں دو عشق اور ایک قلب میں دو محبوب نہیں سما سکتے۔ اس لئے کعبہ کی محبت کو حضور کے دل سے چھڑایا اور وہاں سے ہجرت کا حکم دیا۔

ب۔ کعبہ معظمہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی برکت سے متبرک ہو چکا تھا۔ اگر حضور علیہ السلام بھی وہیں قیام پذیر رہتے تو کوئی نئی بات پیدا نہ ہوتی۔ اور نہ آپ کا کوئی شرف ظاہر ہوتا۔

خدا تعالیٰ نے آپ کو بیماری والی جگہ کی طرف ہجرت کا حکم

دیا۔ تاکہ آپ کی برکت سے وُہ جگہ افضل اور متبرک ہو جائے حضور نے مدینہ کے لئے دُعا مانگی۔

"اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِیْنَۃِ ضِعْفَیْ مَا جَعَلْتَ بِمَکَّۃَ مِنَ الْبَرَکَۃِ"

"یا اللہ! جتنی برکت تُو نے مکّہ میں رکھی ہے۔ اِس سے دُگنی برکت تُو مدینہ میں کر دے!"

اَب یہ حضورؐ کی دُعا اور آپ کے طفیل کی وجہ ہے کہ مدینہ منورہ اکثر باتوں میں مکّہ مکرمہ سے افضل ہے۔

مدینہ منورہ میں زمین کا وُہ ٹکڑا بھی ہے جو اللہ تعالیٰ کے عرش سے بھی افضل ہے اور وُہ ہے حضورؐ کی قبرِ انور کا وُہ حصہ جس کے ساتھ آپ کا جسدِ اقدس لگا ہُوا ہے۔

یہاں کے لاکھوں ذرّے عرشِ اعظم سے بھی افضل ہیں،
تعالیٰ اللہ یہ عزّو وقارِ گنبدِ خضریٰ!

ہے بیتاب جس کے لئے عرشِ اعظم!
وُہ اِس رہروِ لامکاں کی گلی ہے!

ج۔ ہجرت میں ایک حکمت یہ بھی تھی کہ صدیق اکبر کی اَفضلیت تمام صحابہ پر ثابت ہو جائے اور وُہ اِس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے صدیق اکبر کو اپنے ساتھ لینے کا حکم نبی کریم کو دیا۔ جس سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ کوئی صحابی بھی اِس مرتبہ اور مقام کا

نہیں، جس مرتبے کے صدیقِ اکبرؓ ہیں۔

۷ بھلا کون رُتبے میں ہمسر ہو اُن کا
ملا جن کو صدّیق نام اللہ اللہ!

نبی کا معنیٰ "اَلطَّرِیْقُ الْوَاضِحُ" بھی ہے۔ یعنی نبی کی ذات وُہ روشن راستہ ہے جس کی برکت سے انسان اپنا مقصدِ تخلیق حاصل کر سکتا ہے اور انسان کی تخلیق کا مقصد خُدا کی معرفت ہے یہ بات ذہن نشین رہے کہ حصولِ علم کے تین ذریعے ہیں۔

"حواسِ خمسہ، عقل اور خبرِ صادق"۔

حواسِ خمسہ یہ ہیں، قوّتِ باصرہ یعنی آنکھ قوّتِ سامعہ یعنی کان قوتِ لامسہ یعنی ہاتھ سے چھُونا قوتِ شامہ یعنی ناک سے سُونگھنا اور قوتِ ذائقہ یعنی زبان سے چکھنا۔

ہم نہ تو آنکھ سے خُدا دیکھ سکتے ہیں نہ اُس کی آواز سُن سکتے ہیں اور نہ ہی خُدا کو کوئی چھُو سکتا ہے۔ وُہ سُونگھے جانے اور چکھے جانے سے بھی پاک ہے۔ لہٰذا ان حواسِ خمسہ سے خُدا کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی۔

عقل سے بھی خُدا کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی، کیُونکہ عقل اکثر دھوکا کھا جاتی ہے۔ مثال کے طور چاند بادلوں میں ہو اور بادل چل رہے ہوں تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ چاند چل رہا ہے یا ہم ٹرین میں سوار ہوں اور وُہ سٹیشن پر کھڑی اور اُس کے ساتھ ایک گاڑی ساتھ والی لائن پر کھڑی ہو اور تھوڑی دیر کے بعد یہ گاڑی چل پڑے تو ہم یہ سمجھتے

ہیں کہ ہماری گاڑی چل رہی ہے۔

علاوہ ازیں اگر عقل سے خدا کی معرفت ہو جاتی تو مغربی دنیا کے بڑے سائنسدان سارے عارف باللہ ہوتے۔ حالانکہ ایسا نہیں پس ثابت ہوا کہ معرفت الٰہیہ عقل سے حاصل نہیں ہو سکتی۔

تیسرا ذریعہ ہے خبر صادق یہی وہ ذریعہ ہے جس سے خدا کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور خبر صادق کا ذریعہ نبیؐ کی ذات ہے۔ نبی وہ انسان ہوتا ہے۔ جو خدا کے احکام اس کے بندوں تک پہنچاتا ہے، نبی کی دو جہتیں ہوتی ہیں ایک جہت سے وہ خدا سے احکام وصول کرتا ہے اور دوسری جہت سے وہ مخلوق تک اس کا حکم پہنچاتا ہے۔ خدا سے فیض بے کراں اس کے بندوں کو تقسیم کرتا ہے۔ اگر نبی کا واسطہ درمیان سے نکال دیا جائے۔ کمزور انسان خدا کی قوی ذات سے فیض نہیں لے سکتے۔ بہر حال ہمیں خدا کی معرفت نبیؐ کے وسیلے سے حاصل ہوتی ہے۔

فیض پہنچا رضا احمد پاک سے
ورنہ تم کیا سمجھتے خدا کون ہے

خدا کس کو کہتے تھے کیا جانتے تھے
وہ تیری زبان سے سنا ہے محمدؐ

علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی نے لکھا ہے کہ نبی کے لئے چار اوصاف کا ہونا ضروری ہے۔

۱۔ خدا کی ذات و صفات کا علم:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے چالیس دن کی عمر میں فرمایا۔

"قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتَانِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا۔"

"فرمایا: میں اللہ کا بندہ ہوں اُس نے مجھے نبی بنایا۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی توحید اور اپنی رسالت کا اعلان فرمایا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر فرمایا۔

"لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ۔"

(انسان العیون ص ۹۲ / ۱)

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو آپ نے فرمایا۔

"یَا اُمَّاہُ لَا تَخَافِیْ اَیْ مِنْ فِرْعَوْنَ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔"

"اے ماں فرعون سے نہ ڈر اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔"

(ص ۹۳ / ۱ سیرۃ حلبیہ)

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ولادت کے وقت خدا کی بارگاہ میں سجدہ کیا۔ اور سجدہ سے سر اٹھا کر فرمایا۔

"لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ"

نیز۔ ان کلمات سے اللہ کی حمد کی۔

"اَللّٰهُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ کَثِیْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰهِ بُکْرَةً وَّاَصِیْلًا"

ان دلائل سے پتہ چلا کہ اللہ کے نبی کو اللہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ وہ اللہ کی ذات وصفات سے آگاہ ہوتا ہے بلکہ ان مقدس نفوس کو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی معرفت ولادت کے ساتھ ہی مرحمت فرمائی جاتی ہے۔

ب۔ اللہ کے نبی کے لئے دوسری ضروری بات یہ ہے کہ وہ فرشتوں کو دیکھتا بھی ہو اور پہچانتا بھی ہو۔

اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

۱۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں غزوۂ تبوک کا مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ ہر مجاہد کو ایک حصّہ عطا فرمایا۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دو حصّے عطا فرمائے۔

حضرت زائدہ بن الاکوع کھڑے ہوئے۔ عرض کی یا رسول اللہ (اس) بارے میں آپ پر آسمان سے وحی نازل ہوئی ہے یا آپ نے (اپ)نی طرف سے ایسا کیا ہے۔

آپ نے فرمایا: میں تمہیں قسم دیتا ہوں۔ کیا تم نے اپنے (ب)ائیں طرف ایک گھوڑ سوار کو دیکھا ہے جس نے اپنے سر پر

سبز عمامہ باندھ رکھا تھا اور اس کی دو زلفیں اس کے دونوں کندھوں پر لٹک رہی تھیں اور اس کے ہاتھ میں برچھا تھا۔

صحابہؓ نے کہا: ہاں۔ دیکھا ہے۔

فرمایا: وہ جبریل علیہ السلام تھے، جو جاتے ہوئے کہہ گئے ہیں کہ میرا حصہ حضرت علی کو عطا فرما دیں۔

(صہ ۱۹۱ انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون۔)

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ حضور تشریف فرما تھے کہ عثمان بن مظعون آپ کے قریب سے گزرا۔ آپ نے فرمایا۔ بیٹھتے نہیں ہو وہ بیٹھ گیا۔ آپ اس کی طرف متوجہ ہو کر باتیں کرنے لگے پھر آپ نے اچانک اپنی نظریں آسمان کی طرف اٹھائیں اور کچھ دیر اوپر ہی کو دیکھتے رہے۔ پھر نگاہیں آہستہ آہستہ نیچی کر لیں اور اپنے دائیں جانب دیکھنے لگے اور رخ بھی آپ نے اس طرف کر لیا اور اپنا سر ہلانے لگے۔ جیسے کسی کی باتیں سن رہے ہوں اور کوئی آپ سے باتیں کر رہا ہو۔

تھوڑی دیر تک یہی کیفیت طاری رہی پھر آپ نے نگاہیں اوپر کرنی شروع کیں۔ یہاں تک کہ آسمان تک آپ کی نگاہیں پہنچیں پھر آپ عثمان کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گئے۔ وہ یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ اس سے صبر نہ ہو سکا۔ اس نے اس ساری کاروائی کی وجہ پوچھی۔

آپ نے فرمایا: میرے پاس ایک فرشتہ وحی لایا تھا کہ

"اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ۝"

"اللہ تعالیٰ عدل بھلائی اور رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی کی باتوں، بُرے کاموں اور سرکشی سے روکتا ہے۔ تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔"

(ص ۵۳/۱۴ ابن کثیر)

۳۔ حضرت عبدالرحمٰن بن غنم فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ مسجد نبوی میں بیٹھے تھے ایک بادل آیا۔ اور حضور اُس کی طرف دیکھنے لگے۔

پھر ہمیں ایسے معلوم ہوا کہ آپ کی نگاہیں کسی چیز کا تعاقب کر رہی ہیں۔ یہاں تک کہ آپ نے اپنی ازواج مطہرات میں سے بعض کے حجرے کو دیکھا۔ پھر آپ وہاں تشریف لے گئے اور جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا وہاں ٹھہرے رہے پھر وہ بادل وہاں سے اُٹھا لیا گیا۔

ہم نے عرض کی یا رسول اللہ ہم نے آپ سے ایک ایسی بات دیکھی جو پہلے کبھی دیکھنے میں نہ آئی۔

آپ نے فرمایا: میں تمہارے ساتھ بیٹھا تھا کہ میں نے اس بادل

میں ایک فرشتہ دیکھا جو میرے ایک حجرہ میں نازل ہوا۔ میں اُس کی طرف اٹھ کر گیا اور اُسے سلام کیا پھر اُس نے کہا میں اپنے رب تعالیٰ سے آپ کی ملاقات کی اجازت مانگتا رہا۔ یہاں تک کہ اب اجازت مل گئی۔

"وَاُبَشِّرُكَ اَنَّهٗ لَیْسَ اَحَدٌ اَكْرَمَ عَلٰى رَبِّهٖ مِنْكَ"

"اور میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ آپ سے بڑھ کر اللہ کے نزدیک کوئی عزت والا نہیں"

(صہ ۲۴۷/۵ تاریخ کبیر)

ے لَمْ یَاْتِ نَظِیْرُكَ فِیْ نَظَرٍ مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہِ دوسرا جانا

ج۔ نبی کے لئے تیسرا وصف یہ ہے کہ اُسے معجزہ دکھانے کا ہر وقت اختیار ہو اسکی مثالیں ملاحظہ ہوں۔

۱۔ حضرت نافع صحابیٔ رسول فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم چار سو آدمی نبیٔ کریم کے ہمراہ تھے۔ ہم نے ایک ایسی جگہ پڑاؤ ڈالا جہاں پانی نہ تھا یہ حالت صحابہ پر بڑی شاق تھی۔ انہوں نے نبی کریم کی بارگاہ

میں عرض کی تو ایک بکری دو سینگوں والی ظاہر ہوئی اور نبی پاک کے سامنے کھڑی ہوگئی۔ حضور نے اُس کا دودھ نکالا اور پی لیا۔ یہاں تک کہ سیر ہوگئے۔ پھر صحابہ کرام نے پیا وہ بھی سیر ہوگئے۔

پھر حضورؐ نے فرمایا: اے نافع رات کو بکری کو قبضے میں رکھنا اور میرا خیال ہے کہ تو اس کو قبضے میں نہ رکھ سکے گا۔

حضرت نافع فرماتے ہیں کہ میں نے اسے لوہے کی میخ کے ساتھ باندھ دیا۔ پھر میں رات کے ایک حصے میں بیدار ہوا تو اس بکری کو نہ دیکھا اور اس کی رسی ٹوٹی ہوئی تھی۔

میں نبی کریم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس سے پہلے کہ حضورؐ مجھ سے اس بکری کے بارے میں پوچھیں۔ میں نے اس بکری کی گمشدگی کی خبر دی۔

آپ نے فرمایا: اے نافع وہ جہاں سے آئی تھی وہیں چلی گئی۔

(دلائل النبوۃ ص ۱۳۷/۶ ، ص ۱۰۳/۶ البدایہ والنھایہ، ص ۲۸۶/۱۲ تاریخ بغداد)

۲۔ ایک دفعہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پانی کے کنارے تشریف فرما تھے کہ عکرمہ بن ابی جہل وہاں آ نکلا اور کہنے لگا اگر آپ سچے ہیں تو اس پتھر کو بلایئے جو پانی کے دوسرے کنارے پر پڑا ہے کہ وہ پانی پر تیرتا ہوا آجائے اور ڈوبے نہ۔

پس حضور علیہ السلام نے اس پتھر کو اشارہ کیا تو وہ پانی پر تیرتا ہوا آپ کے سامنے آگیا۔ اور بزبان فصیح اللہ کے ایک ہونے

اور آپ کے رسول برحق ہونے کی گواہی دی۔

آپ نے فرمایا: اب تو یہ تیرے لئے کافی ہے۔ بولا ہاں بشرطیکہ وہیں چلا جائے جہاں سے آیا تھا تو پتھر پھر وہیں چلا گیا۔

(ص۱۹۱ ج۵ زرقانی)

؎ پڑھا بے زبانوں نے کلمہ تمہارا
ہے سنگ و شجر میں بھی چرچا تمہارا

د۔ نبی کے لئے چوتھا وصف یہ ہونا چاہیئے کہ اُسے غیب کی آئندہ خبر کا ادراک ہو۔

اسکی مثالیں ملاحظہ ہوں۔

۱۔ حضرت سہل بن سعد کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن فرمایا۔

"لَأُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ"

ترجمہ: کل میں جھنڈا ایک ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں سے خدا تعالیٰ قلعہ خیبر کو فتح کرائے گا۔ اور وہ شخص اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ

اور اُس کا رسُول اس سے محبت کرتا ہے"۔

جب صُبح ہُوئی تو لوگ حضُور کی خدمت میں یہ اُمید لے کر حاضر ہُوئے کہ وُہ جھنڈا انہیں کو ملے گا جب سب لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے پُوچھا، علی کہاں ہیں۔ لوگوں نے عرض کی یا رسُول اللہ اُن کی آنکھیں دُکھتی ہیں۔ آپ نے فرمایا، کوئی اُن کو جا کر بُلا لائے۔

چنانچہ ان کو بُلایا گیا۔ رسُول اللہ نے ان کی آنکھوں پر لعاب دہن لگایا۔ اور وُہ اچھی ہو گئیں، گویا کبھی دُکھتی نہ تھیں، پھر آپ نے ان کو جھنڈا عطا فرمایا۔

حضرت علیؓ نے عرض کی یا رسُول اللہ میں ان لوگوں (دُشمنوں) سے یہاں تک لڑوں کہ وُہ ہماری مانند مُسلمان ہو جائیں۔

آپ نے فرمایا: جاؤ اور اپنی فطری نرمی اور آہستگی سے کام لو اور جب تم میدانِ جنگ میں پہنچ جاؤ تو پہلے اسلام کے دُشمنوں کو اسلام کی دعوت دو اور پھر بتلاؤ کہ اسلام قبول کر لینے کے بعد ان پر خُدا کا کیا حق ہے۔ خُدا کی قسم اگر تمہاری تبلیغ سے خُدا تعالیٰ نے ایک شخص کو بھی ہدایت دے دی تو یہ تمہارے لئے سُرخ اُونٹوں سے بہتر ہے۔

(صہ ۲۵۸ مشکوٰۃ)

حضرت علی جھنڈا لے کر روانہ ہُوئے اور قلعہ ان کے ہاتھ پر فتح ہُوا۔

(صہ ۲۶۵ فتح الباری)

۲۔ حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں، غزوہ بدر میں لڑائی ہونے سے ایک دِن پہلے حضُور میدانِ بدر میں تشریف لے گئے اور فرمایا۔

"ھٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ غَدًا۔"

"اگر خدا نے چاہا تو فلاں آدمی کل یہاں قتل ہوگا۔"

(ص ۱۶۶ ج ۲ سیرۃ حلبیہ)

مُسلم شریف میں حدیث یوں ہے۔

"فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ وَیَضَعُ یَدَہٗ عَلَی الْاَرْضِ ھٰھُنَا وَھٰھُنَا قَالَ فَمَا مَاتَ اَحَدُھُمْ عَنْ مَوْضِعِ یَدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ۔"

(ص ۱۰۲ ج ۲ مُسلم شریف)

ترجمہ: رسُولِ خُدا نے فرمایا: یہ فلاں کے بچھڑنے کی جگہ ہے اور اپنا ہاتھ زمین پر اِدھر اُدھر رکھتے تھے حضرت انس فرماتے ہیں ان کفار میں سے کوئی بھی حضورؐ کے لگائے ہوئے نشان سے دور ہو کر قتل نہ ہوا۔

~ یہ لے جائیں گے حسرت ہی دل ناپاک کے اندر!
ابوجہل اس جگہ لیٹے گا خون اور خاک کے اندر!

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ۔ "اور ہم نے تیرے لئے تیرے ذِکر کو بلند کیا۔" اس آیت کریمہ کے تین حصے ہیں۔ وَرَفَعْنَا ایک لَکَ دُوسرا ذِکْرَکَ تیسرا حصہ۔ اِنشاءاللہ تعالیٰ اس آیت کریمہ کے ان تینوں حصّوں پر بحث ہوگی۔

وَرَفَعْنَا: یہ ماضی مطلق ہے جس کا تعلق گزرے ہوئے زمانے سے ہوتا ہے اور یہ اِس طرف اشارہ ہے کہ آپ کے اِس دُنیا میں آنے سے پہلے ہی ہم نے آپ کا ذکر بلند کر دیا اَور اِس کی دو صُورتیں ہیں۔ پہلے انبیاء کی زبانوں پر آپ کا ذکر اَور ان نبیوں پر نازل ہونے والی کتابوں میں آپ کا ذِکر۔

"پہلی صُورت"

انبیاء سابقین میں آپکا ذکر: (۱) حضرت آدم علیہ السّلام: جب اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم علیہ السّلام کو پیدا فرمایا تو اُنہوں نے عرض کی۔ اے میرے پروردگار تو نے میری کنیت ابو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیوں رکھی ہے۔ تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ اے آدم اپنا سَر اُٹھاؤ۔ اُنہوں نے اپنا سَر اُٹھایا تو اِن کو عرش کے پایوں پر نُورِ محمّد

نظر آیا۔ عرض کی اے میرے پروردگار یہ نور کیسا ہے۔ فرمایا۔

هٰذَا نُوْرُ نَبِيٍّ مِّنْ ذُرِّيَّتِكَ اِسْمُهٗ فِي السَّمَاءِ اَحْمَدُ وَفِي الْاَرْضِ مُحَمَّدٌ لَوْلَاهُ مَا خَلَقْتُ سَمَاءً وَّلَا اَرْضًا۔ (صفحہ ۴۴/۱ زرقانی)

ترجمہ: یہ نور تمہاری اولاد میں سے اس نبی کا ہے جس کا نام آسمانوں میں احمد اور زمین میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اگر یہ نور نہ ہوتا تو میں نہ تمہیں پیدا کرتا اور نہ آسمان و زمین کو

تو نہ ہوتا تو نہ ہوتا دو جہاں کا انتظام
تو زمیں کا نور ہے تو آسماں کا نور ہے

(ب) حضرت ابراہیم علیہ السلام: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی دعا مانگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ حضرت ابراہیم نے کہا۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔

ترجمہ: اے ہمارے رب اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور انہیں خوب ستھرا فرمائے بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہمارے

حضور کے لیے یہ دعائیں مانگیں۔ حضور مومن جماعت میں ہوں۔ حضور مکہ معظمہ میں پیدا ہوں۔ حضور صاحب کتاب رسول ہوں۔ آپ کو کتاب کے علاوہ حکمت بھی عطا ہو۔ حضور تمام جہانوں کے معلم ہوں کہ سب اِن سے سیکھیں اور وہ پروردگار سے سیکھیں۔ حضور کے پاس بیٹھنے والے سب پاک مومن ہوں کوئی فاسق و فاجر نہ ہو۔ خدا تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو قبول فرمایا۔

وہ حاصل برگزیدہ ہستیوں کی التجاؤں کا
فرشتوں کی تمناؤں رسولوں کی دعاؤں کا

علامہ سخاوی نے درود ابراہیمی میں حضرت ابراہیم کی تخصیص کی وجوہات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے لیے دعا مانگی تھی۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ۔

ترجمہ: اے ہمارے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔

اِس لیے اس کا بدلہ چکانے کے لیے ہم درود میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو شامل کرتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ نے کعبہ کی تعمیر کے بعد مقام ابراہیم پتھر پر کھڑے ہو کر حج کی آواز دی۔ چنانچہ خدا نے فرمایا۔

وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ

ترجمہ : اور لوگوں میں حج کی عام نِدا کر دے وہ تیرے پاس حاضر ہوں گے. پیادہ اور ہر دُبلی اُونٹنی پر کہ ہر دُور کی راہ سے آتی ہیں.

اور سب سے زیادہ تعداد میں مسلمانوں نے آپ کی اس آواز کے نتیجے میں حج کیا۔ اس لیے مسلمان درود میں آپ کا نام لیتے ہیں. تیسری وجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں جنت دیکھی جس کے درختوں پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا جبریل سے حضور کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے حضور کا تعارف کرایا تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی. اے اللہ

وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۔

ترجمہ : یا اللہ پچھلے لوگوں میں میری شہرت اچھی کر دے.

تو اِن کی دُعا کے نتیجے میں آپ کا نام درود میں لیا جاتا ہے۔ اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ جب آپ کعبہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو آپ نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے بوڑھوں کے لیے دُعا مانگی ۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے حضور کی اُمت کے ادھیڑ عمر والوں کے لیے دُعا مانگی حضرت اسحٰق علیہ السلام نے آپ کی اُمت کے جوانوں کے لیے دُعا مانگی حضرت سارہ نے آپ کی اُمت کی عورتوں کے لیے دُعا مانگی اور حضرت حاجرہ نے کنیزوں کے لیے دُعا مانگی۔ اِن نفوس قدسیہ کی دُعاؤں کے صلے میں

درود میں حضرت ابراہیم اور ان کی آل کے لیے درود اور رحمت کی دعا کی جاتی ہے۔ (صفحہ ۸۵ القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع)

(ب) حضرت موسیٰ علیہ السلام: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما تفسیر آیہ کریمہ وماکنت بجانب الطور اذ نادینا میں فرماتے ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کی طرف سے تورات کی تختیاں عنایت ہوئیں تو آپ بہت خوش ہوئے اور جناب باری میں عرض کی، الٰہی تو نے مجھے ایسی کرامت کے ساتھ سرفراز فرمایا کہ مجھ سے پہلے کسی کو اس کے ساتھ مکرم نہ کیا۔ ارشاد ہوا اے موسیٰ چونکہ ہم نے تیرے قلب کو سب نبیوں سے زیادہ متواضع پایا، لہٰذا کلام اور رسالت سے سرفراز فرمایا اور

فَخُذْ مَا اٰتَیْتُکَ وَکُنْ مِنَ الشَّاکِرِیْنَ وَمُتْ عَلَی التَّوْحِیْدِ وَحُبِّ مُحَمَّدٍ (صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: جو میں تمہیں عطا کروں وہ لے لو اور شکر ادا کرنے والوں میں سے ہو جاؤ اور تمہیں موت توحید اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر آنی چاہیئے۔

عرض کی الٰہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہے جس کی محبت تیری توحید کے قریب ہے۔ ارشاد ہوا محمد وہ ہے جس کا نام نامی دو ہزار سال پہلے آسمان و زمین پیدا کرنے سے ساق عرش پر لکھا۔ اگر تو مجھ سے تقرب حاصل کرنا چاہتا ہے تو ان پر کثرت سے درود بھیجا کر

موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کی الٰہی مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے آگاہ کر دے کہ وہ کون ہے جن کے بغیر تیرا قرب میسر نہیں ہوسکتا۔ خطاب آیا

لَوْلَا مُحَمَّدٌ وَّاُمَّتُهٗ لَمَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَلَا النَّارَ وَلَا الشَّمْسَ وَلَا الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلَ وَلَا النَّهَارَ وَلَا مَلَكًا مُّقَرَّبًا وَلَا نَبِيًّا مُّرْسَلًا وَلَا اِيَّاكَ

(صفحہ ۱/۲ معارج النبوۃ)

ترجمہ:۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اُمت نہ ہوتی تو بہشت و دوزخ آفتاب مہتاب، دن رات ملائکہ مقرب اور نبی مرسل اور تجھے پیدا نہ کرتا۔

محمد کی جلوہ نمائی نہ ہوتی
تو دارین میں روشنائی نہ ہوتی

مفسرین نے زیرِ آیت

وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ لکھا ہے۔

ترجمہ: اور موسیٰ کی قوم سے ایک گروہ ہے کہ حق کی راہ بتاتا اور اسی سے انصاف کرتا۔

بنی اسرائیل نے جب اپنے انبیاء کو قتل کر کے کفر اختیار کیا تو ان میں بارہ گروہ تھے۔ ان میں سے ایک گروہ بقیہ گیارہ کے عقائد سے بیزار تھا۔ انہوں نے خدا سے دعا کی اے اللہ ان میں اور ہم میں تفریق کر دے تو اللہ تعالیٰ نے

زمین کے اندر اِن کے لیے سرنگ پیدا فرما دی وہ اِس میں ڈیڑھ سال چلتے رہے یہاں تک کہ وہ اِس راہ سے مُلک چین میں جا نکلے۔ اب یہ لوگ دریائی ریت کے کنارے مُلک چین کے پیچھے رہتے ہیں۔ اِن کے مُلک میں رات کو بارش ہوتی ہے اور دن کو دُھوپ نکل آتی ہے۔ کھیتی باڑی کرتے ہیں اور سب آسُودہ حال ہیں۔ اب ان کے اور لوگوں کے درمیان سمندر ہے۔ نہ اِن کا کوئی آدمی لوگوں تک پہنچ سکتا ہے اور نہ عام لوگوں میں سے کوئی ان تک پہنچ سکتا ہے۔ معراج کی رات جبرائیل علیہ السّلام حضُور کے ساتھ ان کے ہاں گئے اور جبرائیل نے اِن سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ تم کِس سے کلام کرتے ہو۔ اُنھوں نے کہا ہم نہیں جانتے۔ جبرائیل نے کہا یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نبی ہیں۔ تو وہ سب حضور پر ایمان لائے اور کہا یا رسُول اللہ حضرت موسےٰ علیہ السّلام نے وصیت کی تھی کہ تم میں سے جو بھی احمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پائے وہ ان کو میرا سلام کہے۔ حضور نے حضرت موسیٰ کے سلام کا جواب دیا اور پھر اِن کو قرآن کی سُورتیں سکھائیں اور ان کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا اور کہا اِسی جگہ قیام پذیر رہو۔ وہ ہفتہ کی تعظیم کرتے تھے۔ حضُور نے جمعہ کی تعظیم کا حکم دیا۔ حضُور نے اِن سے پُوچھا تمہارے پیمانے اور ترازو ہیں۔ انہوں نے جواب دیا۔ نہیں حضوؐر نے پُوچھا تمہاری گذر اوقات کیسے ہوتی ہے۔ کہا ہم کھیتی باڑی کرتے ہیں فصل کاٹ کر ایک جگہ ڈھیر لگا دیتے ہیں۔ پھر جس کو جتنی ضرورت ہوتی

ہے وہاں سے لے لیتا ہے۔ حضور نے پُوچھا۔ تم میں سے کوئی جھوٹ بھی بولتا ہے۔ کہا ہم میں سے اگر کوئی جھوٹ بولے تو آسمان سے آگ نازل ہوکر اسے کھا جاتی ہے۔ پھر آپ نے پُوچھا تم سب کے مکان ایک جیسے کیوں ہیں۔ کہا اس لیے کہ کوئی اپنے آپ کو دُوسرے سے اعلیٰ نہ سمجھے۔ پُوچھا تمہارے دروازوں پر قبریں کیوں ہیں۔ کہا یہ قبریں ہم نے اس لیے کھود رکھی ہیں کہ ہمیں موت یاد رہے۔

(صفحہ ۲۶۸ نوادر الاصول صفحہ ۲۰۳/۴ قرطبی، مظہری، طبری، ابن کثیر)

(ل) حضرت عیسیٰ علیہ السّلام : حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت دی۔ ارشاد باری تعالےٰ ہے۔

وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ اَحْمَدُ۔

ترجمہ: اور اِس رسُول کی بشارت سناتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے۔ ان کا نام احمد ہے۔

اس آیت سے معلُوم ہوا کہ حضور آخری نبی ہیں۔ کیونکہ بشارت بعد میں آنے والے کی ہوتی ہے اور حضرت عیسٰے کے بعد سوائے ہمارے نبی کے اور کوئی نبی نہ آیا۔ حضرت عیسٰے نے آپ کا نام احمد لیا۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ احمد آپ کا نام آسمانی ہے۔ اور حضرت عیسٰے علیہ السّلام آسمانی الاصل ہیں کیونکہ اِن کی پیدائش آسمانی مخلوق حضرت جبرائیل کی

پھونک کے نتیجے میں ہوئی ہے۔ نیز عالم ارواح میں حضور احمد کے نام سے مشہور تھے اور قیامت کے دن لواء الحمد حضور کے ہاتھ میں ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا۔

اَوْحَی اللّٰہُ اِلٰی عِیْسٰی علیہ السّلام یَا عِیْسٰی آمِنْ بِمُحَمَّدٍ وَمُرْ مَنْ اَدْرَکَہٗ مِنْ اُمَّتِکَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِہٖ فَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَاخَلَقْتُ الْجَنَّۃَ وَلَاالنَّارَ وَلَقَدْ خَلَقْتُ الْعَرْشَ عَلَی الْمَاءِ فَاضْطَرَبَ فَکَتَبْتُ عَلَیْہِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ فَسَکَنَ ۔ (صفحہ ۶۱۴ المستدرک)

ترجمہ : اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی طرف وحی کی۔ اے عیسیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور اپنی اُمّت سے بھی کہو جو ان کا زمانہ پائیں ان پر ایمان لائیں۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں آدم کو پیدا نہ کرتا اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں جنّت و دوزخ کو پیدا نہ کرتا۔ میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا تو وہ ہلنے لگا۔ میں نے اس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا تو اس کو سکون آگیا۔

گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں

عرش لرزہ براندام تھا۔ اسے سکون اس وقت آیا جب کہ اس پر کلمہ طیبہ لکھا گیا اور کلمہ میں حضور کا نام ہے۔ عرش کے سائے میں ساری

کائنات ہے۔ چنانچہ عرش کی عظمت پر علماء نے بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آفتاب سے پہلا آسمان بڑا ہے۔ پہلے سے دُوسرا دُوسرے سے تیسرا تیسرے سے چوتھا چوتھے سے پانچواں پانچویں سے چھٹا اور چھٹے سے ساتواں اور ساتوں آسمان کرسی کے سامنے ایسے ہیں جیسے بڑے تھال میں سات چونیاں اور یہی حال کُرسی کا عرش کے سامنے ہے عرش نے ساری مخلوق کو اپنے گھیرے میں لیا ہوا ہے۔ گویا عرش کے سائے میں سارے انسانوں، جنات، حیوانات، نباتات، معدنیات مفردات، مرکبات غرضیکہ کُل مخلوقات زیر عرش ہے۔ جب عرش کی بے قراری کا علاج سرورِ کونین کے نام نامی اسمِ گرامی میں ہے تو اس کے سائے میں جتنی مخلوق ہے۔ اس کی بے چینی کا مداوا بھی حضور علیہ السّلام کے نام پاک میں ہے۔

سَلام اِس پر کہ جس کے ذکر سے دل چین پاتے ہیں
سَلام اِس پر فرشتے ذکر جس کا سننے آتے ہیں

دُوسری صُورت

(۲) کتب سَابقہ میں آپکا ذکر۔ توراۃ میں ذکرِ مُصطفیٰ

حضرت علی المرتضیٰ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی تھا جسکو فلاں عالم کہا جاتا تھا۔ اس کے رسُولِ خدا پر چند دینار تھے۔ اِس نے آپ سے تقاضا کیا۔ آپ نے اِس سے فرمایا۔ اے یہودی میرے پاس کچھ نہیں ہے کہ میں تجھ کو ادا کروں۔ اس نے کہا اے محمد میں اس وقت تک

آپ سے جُدا نہ ہوں گا جب تک آپ میرا قرض ادا نہ کر دیں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اچھا میں تیرے پاس بیٹھ جاتا ہوں۔ چنانچہ آپ اس کے سامنے بیٹھ گئے اور اِسی مقام پر آپ نے ظہر عصر مغرب عشاء اور پھر صُبح کی نماز پڑھی۔ رسُول اللہ کے صحابی اس کو آکر دھمکاتے تھے اور نکال دینے کا خوف دلاتے تھے۔ جب رسُولِ خدا نے اس بات کو محسوس کیا کہ صحابی اس کو دھمکاتے ہیں تو آپ نے ان کو منع فرمایا۔ صحابہ کرام نے عرض کی یارسُول اللہ ایک یہودی آپ کو روک سکتا ہے آپ نے فرمایا۔ خُدا تعالےٰ نے مُجھ کو منع فرمایا ہے کہ میں اس شخص پر ظلم کروں جو ہماری پناہ اور ذمّہ میں ہے۔ پھر جب دن چڑھ گیا تو یہودی نے کہا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سُوا کوئی معبود نہیں اور یہ گواہی دیتا ہوں کہ آپ خُدا کے رسُول ہیں اور میرے مال کا آدھا حِصّہ صَدقہ ہے اور خُدا کی قسم میں نے آپ کے ساتھ جو معاملہ کیا ہے وہ محض اِس لیے کیا ہے کہ میں دیکھوں کہ جو صفات توراۃ میں موجود ہیں وہ آپ میں پائی جاتی ہیں یا نہیں۔

تورات میں لِکھا ہے محمّد بن عبداللہ مکّہ میں پیدا ہو گا۔ طیبہ کی طرف ہجرت کرے گا۔ اس کی حکومت شام میں ہو گی وہ بدزبان سنگدل نہ ہو گا اور نہ بازار میں شور مچانے والا اور نہ اس میں فحش گوئی ہو گی اور نہ وہ بیہودہ بات کہنے والا ہو گا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اَور آپ خُدا کے رسُول ہیں۔ یہ میرا مال ہے جو حکم آپ

مناسب سمجھیں فرمائیں۔ یہ یہودی بہت مالدار تھا۔ (ص۱۵۳/۲ مشکوٰۃ)

حضرت انس رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی لڑکا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ وہ بیمار ہو گیا۔ حضور علیہ السلام اس کی بیمار پرسی کے لیے تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ اس کا باپ اس کے سرہانے تورات پڑھ رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا۔ اے یہودی قسم ہے تجھے اس خدا کی جس نے حضرت موسیٰ پر تورات نازل فرمائی۔ کیا تو تورات میں میری تعریف، میری صفت اور میرے ظہور کا واقعہ لکھا پاتا ہے۔ اس نے کہا نہیں لیکن اس یہودی لڑکے نے کہا یا رسول اللہ خدا کی قسم ہم تورات میں آپ کی تعریف آپکی صفت اور آپ کے ظہور کی خبر پاتے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ نے صحابہ سے فرمایا اس یہودی کو اس لڑکے کے سرھانے سے اٹھا دو۔

ھور دوا نہ دلدی کاری کلمہ دلدی کاری ھو
کلمہ دور زنگار کریندا کلمے میل اتاری ھو
کلمہ ہیرے لعل جواہر کلمہ ہٹ پساری ھو
اتھے اوتھے دوہیں جہانیں کلمہ دولت ساری ھو

حضرت کعب احبار سے روایت ہے کہ ان کے سامنے ایک شخص نے خواب بیان کیا گویا لوگ حساب کے لیے جمع کیے گئے اور حضرات انبیاء کرام بلائے گئے۔ ہر نبی کے ساتھ اس کی امت آئی ہر

نبی کے لیے دو نور ہیں اور ان کے ہر پیروکار کے لیے ایک نور جس کی روشنی میں وہ چلتا ہے۔ پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بلائے گئے۔ انکے سر اقدس اور روئے انور کے ہر بال سے جدا جدا نور کے بکے بلند ہو رہے ہیں جنہیں دیکھنے والا تمیز کرے اور ان کے ہر پیروکار کے لیے انبیاء کی طرح دو نور ہیں جس کی روشنی میں راہ چلتا ہے۔ کعب نے خواب سن کر کہا۔ تجھے اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔ کیا واقعی تو نے یہ خواب دیکھا ہے کہا ہاں کعب نے کہا۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنَّھَا لَصِفَۃُ مُحَمَّدٍ وَّ اُمَّتِہٖ وَصِفَۃُ الْاَنْبِیَاءِ وَاُمَمِھِمْ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَکَاَنَّمَا قَرَاْتَہٗ فِی التَّوْرَاتِ۔

(ص ۳۹ دلائل النبوۃ، ص ۲۴۲/۱ ابن عساکر)

ترجمہ: قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ بیشک بعینہٖ کتاب اللہ میں یونہی صفت لکھی ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت اور انبیائے سابقین اور ان کی امتوں کی۔ گویا تو نے تورات میں پڑھ کر بیان کیا ہے۔

حضرت موسیٰ نے عرض کی۔ اے اللہ تورات میں ایک ایسی امت کا ذکر ہے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے گی وہ میری امت کر دے۔ فرمایا وہ احمد کی امت ہے۔ عرض کی ایک ایسی امت کا ذکر تورات میں ہے جو ظہور میں آخری دخول جنت میں پہلی ہو گی وہ میری

اُمت بنا دے۔ فرمایا وہ احمد کی اُمت ہے۔ عرض کی ایک ایسی اُمت کا ذکر تورات میں ہے جو حافظ قرآن ہو گی حالانکہ پہلے کوئی ایسی نہ تھی وہ میری اُمت بنا دے۔ فرمایا وہ احمد کی اُمت ہے۔ عرض کی ایک ایسی اُمت کا ذکر تورات میں ہے جو تیری ہر کتاب پر ایمان لائے گی گمراہوں، کافروں اور دجال سے لڑے گی وہ میری اُمت کر دے فرمایا وہ احمد کی اُمت ہے۔ عرض کی وہ اُمت اپنے صدقات آپس میں کھائے گی حالانکہ پہلے لوگوں کے صدقات آسمانی آگ کھاتی تھی۔ ان کو میری اُمت کر دے۔ فرمایا وہ احمد کی اُمت ہے۔ عرض کی وہ اُمت نیکی کا ارادہ کرے گی تو ایک نیکی عمل کرے گی تو دس سے سات سو حصے تک ثواب ہو گا وہ میری اُمت کر دے فرمایا وہ احمد کی اُمت ہے عرض کی وہ اُمت مرتبہ شفاعت پہ فائز ہو گی اس کی دُعا قبول ہو گی وہ میری اُمت بنا دے۔ فرمایا وہ احمد کی اُمت ہے (ص ۲۵/۹ ابن کثیر ص ۳۷۹/۱ دلائل النبوۃ)

"انجیل میں ذکرِ مصطفیٰ"

ترجمہ : حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے جواب دیا وہ تمہارے زمانے میں نہیں آئے گا بلکہ تمہارے کچھ عرصہ بعد آئے گا۔ جبکہ میری انجیل منسوخ ہو جائے گی یہاں تک کہ صرف تیس وفادار رہ جائیں گے۔ اس وقت خدا تعالےٰ دُنیا پر رحم فرمائے گا اور وہ اپنا پیغمبر بھیجے گا جن کے سر پر سفید بادل سایہ کرے گا اور وہ مُصطفےٰ کے نام سے پہچانا جائے گا۔

کیا عاشقوں کو گرفتار گیسو حسینوں کی بانکی ادا بن کے آیا
بڑے گُل کھلے تھے مگر اس چمن میں بہار آئی جب مُصطفےٰ بن کے آیا

ترجمہ : حضرت عیسٰی علیہ السّلام نے جواب دیا میں پیغمبر نجات بنا کر اسرائیل کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ لیکن میرے بعد مسیحا آئے گا جو ساری دُنیا کی طرف خُدا کا فرستادہ ہوگا جس کے لیے خُدا نے دُنیا پیدا کی اور اس کی برکت سے ساری دُنیا میں خُدا کی عبادت کی جائے گی اور خُدا کی رحمت نازل ہو گی۔

تیرے آنے سے رونق آگئی گلزار ہستی میں شریک حال قسمت ہو گیا پھر فضل ربانی

زبور میں ذکرِ مصطفیٰ

حضرت وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زبور میں حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی کی کہ اے داؤد تیرے بعد ایک نبی ہو گا جس کا نام احمد اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہو گا۔ میں اس سے کبھی ناراض نہ ہوں گا اور میں اس کے سبب اس کے اگلے اور پچھلے لوگوں کے گناہوں کو معاف کر دوں گا اور اس کی امت پر میری رحمت ہو گی۔ میں اسکی امت کو نوافل پڑھنے کا ثواب نبیوں کی مثل دوں گا اور میں ان پر وہ عبادت فرض کروں گا جو انبیاء کرام پر فرض کی۔ حتیٰ کہ قیامت کے دن وہ اس حال میں آئیں گے کہ ان کا نور انبیاء کے نور کی مثل ہو گا اور یہ اس لیے کہ میں نے ہر نماز کے وقت ان پر طہارت یعنی وضو فرض کر دیا جیسے کہ ان سے پہلے نبیوں پر فرض کیا اور میں نے ان کو غسل جنابت کا حکم دیا۔ اے داؤد میں نے محمد اور ان کی امت کو تمام پہلی امتوں پر فضیلت دی اور میں نے ان کو چھ خصائل عطا کیے جو پہلے کسی امت کو عطا نہ ہوئے۔ میں خطا اور نسیان پر ان کی پکڑ نہ کروں گا اور وہ جو گناہ قصداً کریں گے اگر مجھ سے مغفرت چاہیں گے تو میں معاف کر دوں گا اور اپنی آخرت کے لیے جو نیکی خوشی سے آگے بھیجیں گے میں اس نیکی کو کئی گنا زیادہ کروں گا اور ان میں سے جو مصائب پر صبر کا مظاہرہ کرے گا اور استرجاع کرے گا اس پر رحمت ہو گی۔ ان کو جنت کا راستہ دکھاؤں گا اگر وہ مجھ سے دعا کریں گے تو میں قبول کروں گا اور اس قبولیت کی تین صورتیں ہوں گی

یا تو جو مانگیں گے فوراً عطا ہوگا یا اس کے بدلے آنے والی مصیبت ٹال دوں گا یا اس دُعا کو آخرت کے لیے ذخیرہ کر دُوں گا۔ اور اے داوٗد اُمتِ محمدیہ میں سے جو صدقِ دل سے میری توحید کی گواہی دے گا وہ میری جنت میں میرے ساتھ ہو گا اور وہ میرے انعامات کا حقدار ہو گا اور جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی احادیث اور میری کتاب کو جھٹلایا اسے قبر میں سخت عذاب دُوں گا اور فرشتے اسے ماریں گے پھر میں اسے جہنم کے سب سے نچلے گڑھے میں داخل کروں گا۔

(صفحہ ۳۴۰/۱ دلائل النبوۃ)

اب ذرا پھر وَرَفَعْنَا کی طرف توجہ کریں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَرَفَعْنَا اور ہم نے بلند کیا چونکہ حضور علیہ السّلام کا ذِکر خدا تعالیٰ نے بلند فرمایا ہے لہٰذا اِس ذِکر کو کوئی گھٹا نہیں سکتا جیسے کہ چراغ لالٹین انسان کے روشن کیے ہوتے ہیں۔ اِن کو بجھایا جا سکتا ہے مگر چاند اور سُورج چونکہ خدا کے روشن کردہ ہیں اِن کو کوئی بُجھا نہیں سکتا۔

حضور علیہ السّلام کے نام کے عدد ۹۲ ہیں۔ اس میں اکائی میں دو کا ہندسہ ہے جو اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے بعد دُوسرا نمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور دہائی میں ۹ کا ہندسہ ہے اور ۹ کے ہندسے کو فنا نہیں مثلاً ۹ کا پہاڑہ پڑھیں تو نتیجہ حسبِ ذیل ہوگا۔

۹ × ۱ = ۹ = ۹
۹ × ۲ = ۱۸ = ۸ + ۱ = ۹
۹ × ۳ = ۲۷ = ۷ + ۲ = ۹
۹ × ۴ = ۳۶ = ۶ + ۳ = ۹
۹ × ۵ = ۴۵ = ۵ + ۴ = ۹
۹ × ۶ = ۵۴ = ۴ + ۵ = ۹
۹ × ۷ = ۶۳ = ۳ + ۶ = ۹
۹ × ۸ = ۷۲ = ۲ + ۷ = ۹
۹ × ۹ = ۸۱ = ۱ + ۸ = ۹

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ۹ کے ہندسہ کو فنا نہیں جو اس طرف اشارہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو بھی فنا نہیں۔ تاریخ اسلام اس پر شاہد ہے کہ جس کسی نے بھی حضورؐ کے ذکر کو فنا کرنے کی کوشش کی وہ خود فنا ہو گیا لیکن ذکرِ مصطفٰے نہ فنا ہوا اور نہ ہی گھٹ سکا۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالٰے تیرا

علامہ علی بن برہان الدین نے لکھا ہے کہ ایک شخص نے بیان کیا کہ میں نے ایک درخت دیکھا جس کے پتے سبز تھے اور ہر پتے پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ یہ کلمہ بھی سبز رنگ میں لکھا ہوا تھا لیکن اس کا رنگ پتوں کے رنگ سے زیادہ گہرا تھا۔ وہاں کے لوگ بُت پرست تھے۔ انہوں نے اس درخت کی قدر نہ کی اور اسے کاٹ دیا لیکن اس کی جڑیں دوبارہ پھوٹ پڑیں اور بہت جلد پہلے کی طرح ایک عظیم الشان درخت بن گیا۔ ان لوگوں نے پھر کاٹا اور اب کی مرتبہ اس پر سیسہ پگھلا کر ڈال دیا۔ لیکن خدا کی قدرت کہ وہ کامیاب نہ ہو سکے۔

پہلے تو جڑ سے ایک شاخ پھوٹا کرتی تھی اور اب سیسہ کے چاروں طرف چار شاخیں نکلیں اور ہر شاخ پر لکھا تھا۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ مجبور ہو کر انہوں نے قدرت کا مقابلہ کرنا چھوڑ دیا اور اپنی شکست تسلیم کر لی اور اس درخت کو متبرک سمجھنا شروع کر دیا اور جب ان میں سے کوئی آدمی سخت بیماری میں مبتلا ہو جاتا تو اس درخت کے وسیلے سے اس کے لیے شفا طلب کرتے۔ (صفحہ ۲۵۶/۱ سیرتِ حلبیہ)

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے
یہ گھٹائیں اسے منظور بڑھانا تیرا

وَرَفَعْنَا کے بعد اب ذرا لَکَ کی افادیت پر غور کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ اگر یہاں لفظ لَکَ کا اضافہ نہ کیا جاتا تو بھی جملہ مکمل رہتا اور اس کے مضمون میں کوئی تشنگی باقی نہ رہتی لیکن اللہ تعالیٰ نے لفظ لَکَ کا اضافہ فرمایا جس کی وجہ سے اس آیت کے مفہوم میں مزید محبت، وابستگی اور رضا جوئی کا پہلو پیدا ہو گیا۔ اب اس کا ترجمہ یوں ہوا۔ "اے محبوب کریم ہم نے تیرا ذکر تیری خاطر بلند کیا ہے" تیری خاطر کے الفاظ زبان حال سے پکار رہے ہیں کہ تیری خاطر اس لیے ذکر بلند کیا کہ تو خوش ہو جائے۔ تیری خوشی اور رضا ہمیں ہر شے سے زیادہ عزیز ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ کائنات کا ذرہ ذرہ خدا کی رضا چاہتا ہے۔ اور وہ خالق کائنات ہو کر اپنے محبوب کی رضا چاہتا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام تمام ربع مسکون یعنی ساری دنیا کے

حاکم ہیں لیکن اِس کے باوجود خدا کی رضا کے طالب ہیں ۔

حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَوۡا عَلٰی وَادِ النَّمۡلِ ۙ قَالَتۡ نَمۡلَۃٌ یّٰۤاَیُّہَا النَّمۡلُ ادۡخُلُوۡا مَسٰکِنَکُمۡ ۚ لَا یَحۡطِمَنَّکُمۡ سُلَیۡمٰنُ وَ جُنُوۡدُہٗ ۙ وَ ہُمۡ لَا یَشۡعُرُوۡنَ ۝ فَتَبَسَّمَ ضَاحِکًا مِّنۡ قَوۡلِہَا وَ قَالَ رَبِّ اَوۡزِعۡنِیۡۤ اَنۡ اَشۡکُرَ نِعۡمَتَکَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ وَ عَلٰی وَالِدَیَّ وَ اَنۡ اَعۡمَلَ صَالِحًا تَرۡضٰہُ ۔

ترجمہ : یہاں تک کہ جب چیونٹیوں کے نالے پر آئے ایک چیونٹی بولی اے چیونٹیو اپنے گھروں میں چلی جاؤ کہیں تمہیں سلیمان اور اس کا لشکر بےخبری میں کچل نہ ڈالیں۔ تو اِس کی بات پر مسکرا کر ہنسا اور عرض کی اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ میں تیرے احسان کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیا اور یہ کہ میں وہ نیک کام کروں جس سے تو راضی ہو جائے ۔

جب موسیٰ علیہ السّلام کوہ طور پر رب تعالےٰ سے ہمکلام ہونے کے لیے تشریف لے گئے تو آپ اپنے ساتھ بنی اِسرائیل کے چند آدمی لے گئے۔ جب کوہ طور کے قریب پہنچے تو کلام الٰہی کا شوق غالب ہوا اور اِن سب کو پیچھے چھوڑ کر اکیلے کوہ طور پر پہنچے۔ تب اللہ تعالےٰ نے فرمایا ۔

وَ مَاۤ اَعۡجَلَکَ عَنۡ قَوۡمِکَ یٰمُوۡسٰی ۝ قَالَ ہُمۡ اُولَآءِ عَلٰۤی اَثَرِیۡ وَ عَجِلۡتُ اِلَیۡکَ رَبِّ لِتَرۡضٰی

ترجمہ : اے موسیٰ تو نے اپنی قوم سے جلدی کیوں کی۔ عرض کی وہ یہ ہیں میرے پیچھے اور اے میرے رب میں تیری طرف اِس لیے جلدی کر کے حاضر ہو گیا کہ تو راضی ہو جائے۔

قرآن کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ سارے قرآن میں جتنا ذکر حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا ہے اتنا اور کسی نبی کا نہیں۔ لیکن خدا کا اتنا برگزیدہ اور لاڈلا نبی بھی خدا کی بارگاہ میں عرض کر رہا ہے کہ الٰہی میں نے تیری طرف آنے میں اِس لیے جلدی کی ہے تاکہ تیری رضا حاصل ہو جائے لیکن آئی محبوبِ کریم کی باری تو انداز بدل گیا۔ ارشادِ خداوندی ہوتا ہے۔

فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا وَمِنْ اٰنَآئِ الَّیْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰی ۝

ترجمہ : تو ان کی باتوں پر صبر کرو اور اپنے رب کو سراہتے ہوئے اِس کی پاکی بولو سورج چمکنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے اور رات کی گھڑیوں میں اِس کی پاکی بولو اور دِن کے کناروں پر اس امید پر کہ تم راضی ہو جاؤ۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد

جب خالقِ کائنات بے نیاز ہو کر محبوب کو راضی کرنا چاہتا ہے تو نیاز مند اُمتی اپنے آقا کو راضی کرنے کے لیے کام کیوں نہ کریں

چنانچہ غزوۂ اُحد میں سات صحابہ کرام نے حضور کو خوش کرنے کے لیے اپنی جانیں قربان کر دیں۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ جنگ اُحد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا رہ گئے۔ آپ کے ساتھ صرف سات انصاری اور دو قریش تھے۔ جب کفار نے آپ کو گھیرے میں لے لیا تو آپ نے فرمایا ان کو ہمارے پاس سے کون دور کرے گا۔ اس شخص کو جنّت ملے گی یا فرمایا وہ جنّت میں میرا ساتھی ہو گا۔ پھر انصار میں سے ایک شخص آگے بڑھ کر لڑا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گیا۔ کفار نے پھر آپ کو گھیر لیا۔ آپ نے فرمایا ان کو ہم سے کون دور کرے گا اس کے لیے جنت ہو گی یا وہ جنت میں میرا رفیق ہو گا۔ پھر انصار میں سے ایک اور شخص آگے بڑھا اور لڑ کر شہید ہو گیا۔ پھر یہ سلسلہ یونہی جاری رہا۔ یہاں تک کہ ساتوں انصاری شہید ہو گئے۔

(باب غزوہ احد مسلم شریف صہ ۱۰۶ مسند ابی یعلیٰ صہ ۲۸۶ مسند امام احمد)

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ صدیقِ اکبر نے عرض کی یا رسول اللہ میرے پاس چالیس غلام تھے۔ میں نے ان میں سے بیس غلام خدا اور اس کے رسول کی رضا کے لیے آزاد کر دیئے۔ حضور نے دعائے خیر فرمائی۔ اُسی وقت جبرائیل امین آئے اور عرض کی اللہ سلام کے بعد فرماتا ہے۔ اے رسول ان بیس غلاموں کے جسم پر جتنے بال تھے تیری اُمت کے اسی قدر لوگوں کو میں نے جہنم سے آزاد کر دیا اور صدیقِ اکبر کو اتنا ہی ثواب عطا فرمایا اور جنت میں

ان کے درجات بلند فرما دیئے ۔ (صفحہ ۱۳۱ انیس الارواح)

بعض مفسرین نے لَکَ کے اضافے کا فائدہ کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ رفعت رتبہ اور بلندی کا آپ کو اس طرح مالک کر دیا کہ آپ جس کو چاہیں بلند کر دیں۔ ان مفسرین کے نزدیک لَکَ میں لام ملکیت کا ہے۔ اس کی دو مثالیں اور ملاحظہ ہوں۔

خدا تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔

۱۔ لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ۔

ترجمہ: تاکہ بخشے تیرے سبب سے تیرے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ۔

اس آیت میں بھی لفظ لَکَ موجود ہے۔ اگر یہاں بھی لَکَ کا لام ملکیت کا تصور کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا۔ مغفرت گناہ ہم نے تیری ملکیت میں دے دی جس کے گناہ تو معاف کر دے گا اس کے گناہ میں بھی معاف کر دوں گا۔ چنانچہ بخاری شریف میں حدیث ہے کہ

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا۔ عرض کی یارسول اللہ میں ہلاک ہو گیا۔ حضور نے فرمایا کیا ہوا۔ عرض کی روزے کی حالت میں اپنی بیوی پر واقع ہوگیا ہوں۔ فرمایا غلام آزاد کر سکتا ہے۔ عرض کی نہیں۔ فرمایا دو مہینوں کے لگاتار روزے رکھ سکتا ہے۔ عرض کی نہیں۔ فرمایا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے۔ عرض کی نہیں۔ تھوڑے وقفے کے بعد کچھ کھجوریں حضور کی بارگاہ میں آئیں۔ حضور نے فرمایا وہ سائل کہاں ہے۔ عرض کی میں حاضر

ہوں۔ فرمایا یہ کھجوریں لوگوں پر تقسیم کر دو۔ عرض کی سارے مدینہ میں مجھ سے بڑھ کر کوئی فقیر نہیں۔ حضور نبی کریم مسکرائے اور فرمایا جا گھر والوں کو کھلا دے۔ (صفحہ ۲۲۱ بخاری شریف)

جو آدمی جان بوجھ کر روزہ توڑ دے اسکا کفارہ وہی ہے جو حدیث میں بیان ہوا یعنی دو ماہ کے متواتر روزے رکھے۔ اگر یہ نہ کر سکتا ہو تو غلام آزاد کرے۔ اگر یہ بھی نہ کر سکتا ہو تو ساٹھ مساکین کو دو وقت کا پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے۔ لیکن رسول خدا نے اپنے اختیارات سے کام لیتے ہوئے یہ تینوں کفارے اِس کے حق میں ساقط فرما دیئے بلکہ اپنے خزانۂ رحمت سے کھجوریں عطا فرما کر اِس کی غربت اور فقر و فاقہ کا علاج بھی کر دیا۔ گناہ بھی معاف کر دیا انعام بھی دے دیا۔

ڈر تھا کہ عصیاں کی سزا اب ہو گی یا روزِ جزا
دی اِن کی رحمت نے صدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے تین روز بعد ایک دیہاتی آیا اور اس نے اپنے آپ کو قبرِ انور پر گرا لیا اور قبر کی مٹی اپنے سر میں ڈال لی اور عرض کی یا رسول اللہ جو کچھ آپ نے فرمایا ہم نے سنا اور جو کچھ آپ نے اللہ سے سیکھا ہم نے آپ سے سیکھا اور اللہ نے جو کچھ آپ پر نازل کیا اِس میں یہ آیت بھی ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا

اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا۔

ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنیوالا مہربان پائیں۔

یارسول اللہ میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ آپ میری شفاعت فرمائیں۔

فَنُوْدِیَ مِنَ الْقَبْرِ اَنَّہٗ قَدْ غُفِرَ لَکَ۔

ترجمہ: قبرِ انور سے آواز آئی تیرے گناہ بخش دیئے گئے۔

(صفحہ ۲۵۹/۴ کنز العمال)

ب: خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ۔ کیا ہم نے تیری خاطر تیرا سینہ نہ کھول دیا۔ اِس میں بھی لفظ لَکَ ہے۔ اگر یہاں بھی لام ملکیت کا مانا جائے تو مفہوم یہ ہوگا کہ شرح صدر ہم نے تیری ملک میں کر دیا جس کا سینہ اے محبوب تو کھول دے گا ہم بھی اِس کے سینے کو شرح صدر کی نعمت سے سرفراز فرما دیں گے۔ چنانچہ حضور کی حدیث ہے۔

مَا صَبَّ اللّٰہُ فِیْ صَدْرِیْ شَیْئًا اِلَّا وَقَدْ صَبَبْتُہٗ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ (صفحہ ۲ سبع سنابل)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں کوئی چیز القا نہ فرمائی مگر میں نے

وہ ابوبکر کے دِل میں ڈال دی۔

صحابہ کے دِلوں کی کشادگی اور اِن کے سینوں کی فراخی ہر آن رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی تاثیر سے ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ اِن کے سچائی اَور خلوص سے بھرے ہوئے دِل حضور علیہ السّلام کے قلبِ مبارک کے آفتاب کے مقابلے میں آگئے اور ہر گھڑی ہر ساعت اِن پر دینی انوار اَور یقینی اسرار کا اس قدر فیضان ہوتا رہا کہ تقریر و تحریر میں نہیں آسکتا۔ ان میں سے خصوصیت سے صدیق اکبر کا ذِکر فرمانا ان کے مزید فضل و شرف کی وجہ سے ہے۔

حضرت شیبہ بن عثمان کہتے ہیں کہ حنین کے دِن میں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا کہ لشکر شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا اور آپ تنہا رہ گئے۔ اس وقت مجھے بدر کے دِن اپنے باپ اَور چچا کا مارا جانا یاد آگیا۔ وہ حضرت علی اور حضرت حمزہ کے ہاتھوں مارے گئے تھے۔ میں نے اپنے دِل میں کہا کہ ان کے انتقام کا اس سے بہتر موقع کون سا ہوگا۔ آؤ پیغمبر کو قتل کر دُوں۔ اِس ارادے سے میں آپ کے دائیں طرف بڑھا لیکن وہاں میں نے حضرت عباس کو دیکھا۔ سفید چاندی جیسی زرہ پہنے مستعد کھڑے ہیں۔ میں نے سوچا چچا ہیں اپنے بھتیجے کی پُوری حمایت کریں گے۔ چلو بائیں جانب جا کر اپنا کام کروں۔ اِدھر سے آیا تو دیکھا۔ ابوسُفیان بن حارث بن عبدالمطلب کھڑے ہیں۔ میں نے سوچا یہ بھی آپ کے چچا زاد بھائی ہیں۔ اپنے بھائی کی ضرور حمایت کریں گے۔ پھر میں پیچھے کی طرف آیا اور آپ

کے قریب آگیا۔ اَب یہی باقی رہ گیا کہ میں تلوار سونت کر آپ پر وار کر دُوں۔ میں نے دیکھا کہ آگ کا کوڑا بجلی کی طرح چمک کر مجھ پر پڑا چاہتا ہے میں نے آنکھیں بند کرلیں اور پچھلے پاؤں پیچھے کی طرف ہٹا۔ اِسی وقت حضُور نے میری جانب توجہ فرمائی اور فرمایا شیبہ میرے پاس آ۔ آپ نے دُعا مانگی۔ خدایا اس کے شیطان کو دُور فرما دے۔ اَب میں نے آنکھ کھول کر دیکھا تو واللہ آپ مجھے میرے کانوں اور آنکھوں سے بھی زیادہ محبُوب تھے۔ آپ نے فرمایا شیبہ جا کافروں سے لڑ۔ شیبہ کا بیان ہے کہ اس جنگ میں میں بھی حضور کے ساتھیوں میں شامل تھا لیکن اِسلام کی معرفت کی بنا پر نہیں نکلا تھا بلکہ میں نے کہا واہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہوازن قریش پر غالب آجائیں۔ میں آپ کے پاس ہی کھڑا ہوا تھا۔ میں نے ابلق رنگ کے گھوڑے دیکھ کر کہا۔ یا رسُول اللہ میں تو ابلق رنگ کے گھوڑے دیکھ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا شیبہ وہ تو سوائے کافروں کے کسی کو نظر نہیں آتے۔ پھر آپ نے میرے سینے پر ہاتھ مار کر دُعا کی کہ الٰہی شیبہ کو ہدایت دے۔ پھر دوبارہ سہ بارہ یہی کیا اور یہی کہا واللہ آپ کا ہاتھ ہٹنے سے پہلے ساری دُنیا سے زیادہ آپ کی محبت میرے دِل میں سما چکی تھی۔

(مقاصد الاسلام ۵/۹، صہ ۴۳/۱۰ تفسیر ابن کثیر، صہ ۲۹۸ طبرانی کبیر، صہ ۱۴۵/۵ دلائل النبوۃ)

محمد ہے متاعِ عالمِ ایجاد سے پیارا
پدر مادر برادر جان و مال اولاد سے پیارا

حضور علیہ السلام نے تین مرتبہ حضرت شیبہ بن عثمان کے سینے پر دستِ مبارک سے ضرب لگائی۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ پہلی ضرب سے ان کے دل سے کفر نکال دیا۔ دوسری ضرب سے ایمان داخل کر دیا اور تیسری ضرب سے آپ کے سینے کو اپنی محبت کا گنجینہ بنا دیا۔

اب ذرا پھر وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کی طرف لوٹ جائیں کہ اگر یہاں بھی لَكَ میں لام ملکیت کا ہے تو مفہوم یہ ہوا کہ اے محبوب ہم نے تجھے بلندیوں کا مالک بنا دیا ہے۔ جس کو تو بلند فرما دے گا وہ بلند ہو جائے گا۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی تجارت کے لیے مکہ میں رہائش پذیر تھا جب شب میلاد آئی تو اس نے قریش کی ایک محفل میں آکر پوچھا۔ اے گروہ قریش کیا آج رات تمہارے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے۔ لوگوں نے کہا بخدا ہمیں اس کا علم نہیں۔ اس نے کہا جاؤ اپنے گھر والوں سے اس بارے میں پوچھو۔ میری اس بات کو فراموش نہ کرنا آج کی رات اس اُمت کا نبی پیدا ہوا ہے۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان بالوں کا ایک گچھا ہے۔ لوگ مجلس برخاست کر کے اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ ہر ایک نے اپنے گھر جا کر اپنے اہل خانہ سے پوچھا کہ قریش کے کسی گھر میں آج کوئی بچہ پیدا ہوا ہے۔ انہیں بتایا گیا کہ آج عبداللہ کے گھر ایک بچہ پیدا ہوا ہے جس کا نام محمد رکھا ہے۔ وہ لوگ اس یہودی کے پاس گئے اور اسے بتایا کہ ان کے قبیلے

میں ایک بچہ پیدا ہوا ہے۔ اس نے کہا کہ میرے ساتھ چلو میں بھی اس بچے کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ اسے لے کر وہ حضرت آمنہ کے پاس آئے اور کہا کہ ہمیں اپنا بچہ دکھا دیجئے۔ آپ نے اپنے فرزند کو ان کے سامنے پیش کیا۔ اس یہودی نے اس بچے کی پیٹھ سے کپڑا اٹھایا اور بالوں کا ایک گچھا دیکھا اور دیکھتے ہی غش کھا کر گر پڑا۔ جب اسے ہوش آیا تو انہوں نے کہا۔ تیرا خانہ خراب تجھے کیا ہو گیا ہے۔ اس نے نہایت حسرت سے کہا آج نبوت بنی اسرائیل سے رخصت ہو گئی۔ اے گروہ قریش تمہیں خوش ہونا چاہیئے کہ یہ مولود تمہیں بڑی بلندیوں کی طرف لے جائے گا۔ مشرق و مغرب میں تمہارے نام کی گونج سنائی دے گی۔

(سیرت امام محمد بن اسحاق)

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ مہاجرین اور انصار دو صفیں بنا لیں۔ پھر حضرت علی اور حضرت عباس کے ہاتھ پکڑے اور ان دونوں صفوں کے درمیان سے گزرے۔ پھر آپ مسکرائے۔ حضرت علی نے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ اس مسکراہٹ میں کیا حکمت ہے۔ فرمایا۔

اِنَّ جِبْرِیْلَ اَخْبَرَنِیْ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی بَاھٰی بِالْمُھَاجِرِیْنَ اَھْلَ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَبَاھٰی بِکَ یَا عَلِیُّ وَبِکَ یَا عَبَّاسُ حَمَلَۃَ الْعَرْشِ۔

(صفحہ ۲۱ ابن عساکر ص ۳۲۸/۳ تاریخ بغداد)

ترجمہ: بیشک جبرئیل نے مجھے خبر دی اللہ تعالےٰ ساتوں آسمانوں کے فرشتوں کے سامنے مہاجرین پر فخر فرما رہا ہے اور اے علی تجھ پر اور اے عباس تجھ پر ان فرشتوں کے سامنے فخر فرما رہا ہے جنہوں نے اللہ کا عرش اٹھایا ہوا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت جبرئیل امین حضور کی بارگاہ میں موجود تھے کہ حضرت ابوذر غفاری تشریف لائے۔ جبرئیل نے عرض کی یہ ابوذر آرہے ہیں۔ حضور نے فرمایا تم اِن کو جانتے ہو۔ عرض کی یہ آپ کی نسبت ہمارے ہاں زیادہ مشہور ہیں۔ حضور نے فرمایا اس کو یہ مرتبہ کیسے مِلا۔ عرض کی اپنے آپ کو کم تر سمجھنے کی وجہ سے اور قُلْ ھُوَاللّٰہُ کثرت سے پڑھنے کی وجہ سے

تیری عظمتوں کی ہو تعریف مجھ سے
میں لاؤں کہاں سے زباں اللہ اللہ

(صفحہ ۵۲۹/۸ تفسیر کبیر)

حضرت سری سقطی کی ظاہری زندگی میں حضرت جنید بغدادی کے پیر بھائیوں نے کہا کہ ہمیں کچھ فرمائیے تاکہ ہمارے دِل سکون و راحت پائیں۔ آپ نے صاف اِنکار فرما دیا اور فرمایا جب تک میرے شیخ حضرت سری جلوہ آراء مسندِ یقین ہیں کوئی بات کرنے کا مجاز نہیں۔ یہاں تک کہ ایک رات خوابِ استراحت میں جلوہ فرما تھے کہ سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال جہاں آرا سے مشرف ہوئے۔ حضور نے فرمایا جنید لوگوں کو کچھ سنایا کرو اِس لیے کہ

تیرے بیان سے اللہ تعالےٰ ایک عالم کو نجات دے گا۔ جب بیدار ہوئے تو دِل میں خیال پیدا ہوا کہ میں اپنے مرشد کے درجہ سے اِتنا بلند ہو گیا ہوں کہ حضورؐ نے مجھے حکم دعوت دیا ہے۔ جب صبح ہوئی تو حضرت سری نے ایک آدمی بھیجا اور حکم دیا کہ جب جنید نماز سے فارغ ہوں تو کہو کہ میرے مریدوں کی درخواست تم نے رد کر دی اور انہیں کچھ نہ سنایا۔ اشیاخِ بغداد نے درخواست کی اسے بھی تم نے رد کر دیا۔ میں نے پیغام بھیجا پھر بھی آمادۂ وعظ نہ ہوئے۔ اب جب کہ خود سرکارِ دو عالم نے حکم دیا ہے تو اِس حکم کی تعمیل کرو۔

حضرت جنید بغدادی نے کہلا بھیجا کہ حضورؐ میرے دماغ میں جو افضلیت کا سودا سمایا تھا وہ جاتا رہا ہے اور میں نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے کہ میرے مرشد سری سقطی میرے تمام ظاہری اور باطنی حالات سے آگاہ ہیں اور آپ کا درجہ ہر حال میں مجھ سے بلند ہے اور آپ یقیناً میرے اسرار پر مطلع ہیں اور میں آپ کے منصب جلیل سے محض بے خبر ہوں اور اپنی اِس غلطی سے استغفار کرتا ہوں جو میں نے اِس خواب کے بعد اپنے متعلق سوچا تھا۔

پھر جنید بغدادی نے عرض کی۔ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے۔ فرمایا مجھے خواب میں اللہ تعالےٰ کی زیارت ہوئی۔ مجھے ارشادِ خداوندی ہوا کہ میں نے اپنے حبیب کو جنید کے پاس بھیجا ہے کہ اسے حکم دو تاکہ وہ وعظ کہے تاکہ اہل بغداد کی مراد بر آئے۔

(صفحہ ۲۶۹ کشف المحجوب)

جے رب ملدا ناتیاں دھوتیاں تاں ملدا ڈڈواں مچھیاں ہو
جے رب ملدا لمیاں والاں ملدا بھیڈاں سسیاں ہو
جے رب ملدا جتیاں ستیاں ملدا ڈانداں خصیاں ہو
رب انہاں نوں ملدا حضرت باہو نیتاں جنہاں دیاں اچھیاں ہو

۷ شیخ ابواحمد چشتی فرماتے ہیں۔

جس رات محمد چشتی پیدا ہوئے میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا۔ آپ نے فرمایا۔ اے ابواحمد تمہیں بشارت ہو آج تمہارے مریدوں میں ایک مرید دنیا میں پیدا ہوگا اس کا نام محمد چشتی ہے۔ وہ پیدائش کے وقت سات مرتبہ لا الہ الا اللہ کہے گا جسے تمام حاضرین سنیں گے۔ تم انہیں روزانہ دیکھنے جانا اور کہنا کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں سلام بھیجا ہے۔ نیز یہ کہ تم ہمارے ہمنام ہو۔ خواجہ ابواحمد بیدار ہوئے اتنے میں شیخ محمد چشتی کی والدہ کی طرف سے ایک آدمی آیا اور خبر دی کہ اسی ساعت اور اسی وقت ایک لڑکا پیدا ہوا ہے جس نے پیدا ہوتے ہی تمام حاضرین کے روبرو زور سے سات مرتبہ لا الہ الا اللہ کہا ہے۔ شیخ ابواحمد نے فوراً وضو کیا اور شیخ محمد چشتی کے مکان پر تشریف لے گئے۔ شیخ محمد چشتی کی والدہ نے آپ کو شیخ ابواحمد کے پاس بھیج دیا۔ ابواحمد نے کہا السلام علیک یا محمد ولی اللہ شیخ محمد چشتی نے کہا وعلیکم السلام یا شیخ ابواحمد چشتی آج رات کا خواب بیان کریں۔ شیخ ابواحمد چشتی نے نبی کریم کا سلام پہنچایا

شیخ محمد چشتی نے جب پیغمبر کا نام سُنا تو کہا والسّلام علیہ وعلیٰ آلہٖ واھل بیتہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

(صـ ۴۲۵ سبع سنابل)

ایہہ تن رب سچے دا حجرہ دل کھڑیا باغ بہاراں ھُو
وچے کوزے وچہ مصلے وچے سجدے دیاں ہزاراں ھُو
وچے کعبہ وچے قبلہ ایہہ قبلہ وچے الا اللّٰہ پکاراں ھُو
کامل مُرشد ملیا حضرت باھُو اوہ آپے لیسی ساراں ھُو

وَرَفَعْنَا اور لَکَ کی بحث کے بعد ذِکْرَکَ کی طرف توجہ فرمائیں۔ اللّٰہ تعالےٰ نے فرمایا ہم نے تیری خاطر تیرا ذِکر بلند کیا۔ اَب دیکھنا ہے کہ حضورؐ کی رفعت ذِکرؐ کے لیے اللّٰہ تعالےٰ نے کون سی صُورتیں اختیار فرمائی ہیں۔

جب بھی اللّٰہ کا ذِکر ہوگا آپ کا ذِکر بھی ہوگا۔ چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللّٰہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسُول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ فَقَالَ اِنَّ رَبِّیْ وَرَبَّکَ یَقُوْلُ کَیْفَ رَفَعْتُ ذِکْرَکَ قَالَ اللّٰہُ اَعْلَمُ قَالَ اِذَا ذُکِرْتُ ذُکِرْتَ مَعِیَ۔ (صـ ۵۲۴ ابنِ کثیر)

ترجمہ : میرے پاس جبرئیل آئے اور کہا کہ رب تعالےٰ فرماتا ہے۔ بتایئے میں نے تمہارا ذِکر کیسے بلند کیا۔ میں نے کہا اللّٰہ بہتر جانتا ہے تو اللّٰہ تعالےٰ نے فرمایا آپ کے رفعت ذِکر یہ ہے کہ جب بھی میرا ذکر ہوگا۔ آپ کا بھی ہوگا

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں۔

لَا اُذْکَرُ اِلَّا ذُکِرْتَ مَعِیَ ۔ جب میرا ذِکر کیا جائے گا تو تیرا بھی ذِکر ہو گا۔ مثلاً کلمہ طیبہ میں توحید کے ساتھ رسالت کا ذِکر ہے اذان میں خدا کا ذِکر ہوتا ہے تو ساتھ محبوب خُدا کا ذکر بھی ہوتا ہے۔ خُطبہ جمعہ و عیدین میں اللہ تعالےٰ کے ذکر سے زبانیں تر ہوتی ہیں تو ذکرِ محبوب کے بھی چرچے ہوتے ہیں۔ خُطبہ نکاح کے وقت اللہ اور اس کے رسول کا ذکر ساتھ ساتھ ہے۔

اذاں کیا جہاں دیکھو ایمان والو پس ذکرِ حق ذکر ہے مُصطفےٰ
اذانوں میں خطبوں میں شادی و غم میں غرض ذِکر ہوتا ہے ہر جا تمہارا

محبوب خُدا کے ذِکر کے بغیر اللہ کا ذکر ایمان نہیں بنتا۔ چنانچہ حدیث قُدسی ہے۔ خُدا تعالےٰ نے فرمایا۔

جَعَلْتُ تَمَامَ الْاِیْمَانِ بِذِکْرِی مَعَکَ

ترجمہ: میرا ذِکر ایمان تب قرار پائے گا جب ساتھ تیرا ذِکر بھی ہو گا۔

(صفحہ ۲۴ الشفاء)

اگر کوئی شخص ساری زندگی اللہ اللہ کرتا رہے مگر وہ محبوبِ خدا کا ذکر نہ کرے تو اس کے ذِکر کرنے کو رَد کر دیا جائیگا۔ یہ ایمان نہیں بلکہ اسے منافقت قرار دیا جائے گا۔

خُدا فرماتا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ

وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ ۔

ترجمہ : اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے اور وہ ایمان والے نہیں ۔

حج اچھا زکوٰۃ اچھی روزہ اچھا نماز اچھی مگر میں باوجود اسکے مسلمان ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ بطحا کی عزت پر خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان نہیں ہو سکتا

۲ محبوب خدا کا ذکر خدا کا ذکر ہے ۔ چنانچہ حدیث قدسی ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

جَعَلْتُکَ ذِکْرًا مِنْ ذِکْرِیْ فَمَنْ ذَکَرَکَ ذَکَرَنِیْ

ترجمہ : میں نے تجھے سراپا اپنا ذکر قرار دے دیا ۔ پس جس نے تجھے یاد کیا اس نے مجھے یاد کر لیا ۔ (ص ۲۴/۱ الشفاء)

قرآن میں ارشاد ربانی ہے ۔

قَدْ اَنْزَلَ اللّٰہُ اِلَیْکُمْ ذِکْرًا رَسُوْلًا ۔

ترجمہ : بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف ذکر اتارا وہ رسول ہے ۔

جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ آپ اللہ کا ذکر کریں تو آپ کا ذکر سکونِ قلب کا ذریعہ ہے ۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے ۔

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۔

خبردار اللہ کے ذکر سے دلوں کو چین ملتا ہے ۔

سکونِ قلب ملتا ہے ہمیں یادِ محمد سے
گناہ دھلتے ہیں ان کی یاد میں آنسو بہانے سے

۱۲ کائنات کے ہر ذرے پر اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہے۔ تفصیل ملاحظہ ہو۔

گزشتہ صفحات پر آپ پڑھ چکے ہیں کہ جب اللہ تعالٰے نے عرش پانی پر پیدا کیا تو ہلنے لگا۔ خدا تعالٰے نے اِس پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا تو اِسے سکون آگیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ

عَلٰی بَابِ الْجَنَّۃِ مَکْتُوْبٌ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لَآ اُعَذِّبُ مَنْ قَالَہَا۔

ترجمہ: جنت کے دروازے پر تحریر ہے۔ میں اللہ ہوں۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ جس نے یہ کلمہ طیبہ پڑھ لیا میں اسے عذاب نہ دوں گا۔ (ص ۲۲۸/۱ الشفاء)

حضرت عبداللہ بن عباس کی ایک روایت یوں ہے۔

اَوَّلُ شَیْءٍ کَتَبَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلِیْ۔ (ص ۲۹۸/۱۹ قرطبی)

ترجمہ: سب سے پہلے لوح محفوظ پر لکھے جانے والے کلمات یہ تھے کہ میں ہی اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ محمد میرے رسول ہیں۔

انہیں سے روایت ہے۔

مَا فِی الْجَنَّۃِ شَجَرَۃٌ عَلَیْہَا وَرَقَۃٌ اِلَّا مَکْتُوْبٌ عَلَیْہَا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (ص ۲۲۹/۱ الشفاء)

ترجمہ : جنت کے درختوں پر کوئی پتہ ایسا نہیں جس پر نہ لکھا ہو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

حضرت آدم کی وصیت

جب حضرت آدم علیہ السلام کی وفات قریب ہوئی تو آپ نے حضرت شیث اپنے بیٹے کو وصیت فرمائی۔ اے بیٹا جب تو اللہ تعالےٰ کے نام کا وِرد کرے تو اس کے ساتھ ہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا وِرد بھی کیا کر اس لیے کہ میں نے آپ کا نام عرشِ معلّیٰ پر اور آسمانوں میں ہر جگہ پر اور جنت کے محلات اور بالا خانوں پر اور حوروں کے سینوں پر اور جنت کے درختوں کی شاخوں پر اور درخت طوبیٰ اور درخت سدرہ کے پتوں پر اور پردوں کے کناروں پر اور فرشتوں کی آنکھوں کے درمیانی حصے پر لکھا دیکھا۔ تو اے میرے فرزند ان کا ذکر شریف بکثرت کیا کر کیونکہ اللہ کے فرشتے ہر وقت ان کا ذکر کرتے ہیں۔ (صفحہ ۱۵۶ فتاویٰ حدیثیہ)

جب کوئی آدمی کوٹھی بنگلہ یا مکان بناتا ہے تو اس کے دروازے پر اپنا نام لکھوا لیتا ہے جس کا صاف مطلب یہ ہوتا ہے کہ اگرچہ اس بلڈنگ کا تعمیر کرنے والا کوئی اور ہے لیکن چونکہ مالک میں ہوں اس لیے میں نے اس کے دروازے پر اپنا نام لکھوا لیا ہے۔ بلا مثال و تمثیل اگر کسی کے مکان کے دروازے پر اس کا نام لکھا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ اگرچہ معمار کوئی اور ہے لیکن مالک میں ہوں۔ اسی طرح جنت کے

دروازے اور اس کی چیزوں پر نبی کریم کا نام لکھا جانا بلاشبہ اس بات کی دلیل ہے کہ اگرچہ اِن چیزوں کا پیدا کرنے والا خدا ہے لیکن خدا کی عطا سے مالک مصطفٰے ہے۔

یہ اکرام ہے مصطفٰی پر خدا کا
کہ سب کچھ خدا کا ہوا مصطفٰے کا

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پتھر

ایک دن حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ ایسے فضائل سناؤ جن کا تعلق آپ کی ولادت مبارکہ سے پہلے ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پاس ایک پتھر تھا جس پر قدرتی طور پر مندرجہ ذیل الفاظ لکھے تھے۔

پہلی سطر میں۔ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ۔

میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری عبادت کرو۔

دوسری سطر میں۔ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلِیْ طُوْبٰی لِمَنْ اٰمَنَ بِہٖ وَاتَّبَعَہٗ۔

میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے رسول ہیں جس نے ان کو مانا اور ان کی پیروی کی وہ خوش قسمت ہے

تیسری سطر میں: اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا الْحَرَمُ لِیْ وَالْکَعْبَۃُ

بَیْتِیْ مَنْ دَخَلَ اٰمِنَ مِنْ عَذَابِیْ۔

ترجمہ: میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ زمین حرم میری ہے کعبہ میری رحمت کا گھر ہے۔ جو شخص کعبہ میں داخل ہوا میرے عذاب سے محفوظ رہا۔ (ص ۲۵۴/۱ انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون)

پڑھا بے زبانوں نے کلمہ تمہارا
ہے سنگ و شجر میں چرچا تمہارا

حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری

حضرت سلیمان علیہ السلام نے خدا تعالےٰ کی بارگاہ میں دعا مانگی۔ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ۔

ترجمہ: اے میرے رب مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو۔

آپ کی دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالےٰ نے آپ کو انگوٹھی میں رکھنے کے لیے ایک نگینہ عطا فرمایا۔ آپ نے اسے انگوٹھی میں رکھ کر پہن لیا۔ نگینہ ایسا بابرکت تھا کہ اس کے پہنتے ہی آپ شہنشاہ بن گئے۔ انسانات جنات، حیوانات، درندے، پرندے آپ کے زیرِ فرمان ہو گئے۔ یہ سب مخلوق آپ کی اطاعت کرتی اور آپ کی اجازت کے بغیر کہیں نہ جاتی۔ اللہ کے فضل سے ہوائیں بھی آپ کے لیے مسخر ہو گئیں۔ آپ جس جگہ تشریف

لے جانے کا ارادہ فرماتے تخت اقدس پر بیٹھ کر ہوا کو حکم دیتے وہ آپ کے تخت کو اُٹھا کر جہاں چاہتے لے جاتی۔ آپ کی یہ بے مثال سلطنت زمین کے کسی خاص خطہ پر قائم نہ تھی بلکہ تمام روئے زمین پر تھی۔ اِس نگینے کی برکت اور عظمت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی برکت سے تھی۔
حضرت عبادہ بن الصامت فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری کا نگینہ آسمانی تھا۔ آپ نے اِسے انگوٹھی میں رکھ لیا تھا۔ اِسی سبب سے آپ کے ملک کا نظام چلتا تھا اور اِس میں مندرجہ ذیل الفاظ نقش تھے۔

اَنَا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا مُحَمَّدٌ عَبْدِیْ وَرَسُوْلِیْ۔ (ص۲۵۲ ا سیرت حلبیہ)

ترجمہ: میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے بندے اور رسول ہیں۔

اِس سے معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہونے کی حیثیت سے حکومت کرتے تھے۔ حقیقتاً اِس وقت بھی سلطنت مصطفیٰ کا دور تھا۔ آپ ہی کے نام کی مہر ثبت ہوتی تھی۔

ظہورِ پاک سے پہلے بھی صدقے تھے نبی تم پر
تمہارے نام ہی کی روشنی تھی بزمِ خوباں میں

کیوں نہ ہو تم مالکِ مُلکِ خُدا مِلکِ خُدا
سب تمہارا ہے خُدا ہی جب تمہارا ہو گیا۔

شفاعت

شفاعت سفارش کرنے کو کہتے ہیں۔ اِس کے متعلق اہلسنت وجماعت کا مسلک یہ ہے کہ دُنیا اور آخرت میں کبائر و صغائر کی مغفرت اور تخفیفِ عذاب اور بعض کفار کے حق میں تخفیف عذاب اور ترقیٔ درجات ہر قسم کی شفاعت جائز ہے خواہ یہ شفاعت بالوجاہت ہو یا بالاذن ہو یا بالمحبت جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں اور مقبول بندوں کو یہ عزت اور وجاہت دی ہے کہ ان کی درخواست کو شرفِ قبولیت عطا فرماتا ہے اگر وہ اِن کی درخواست کو قبول نہ کرے نہ مانے تو اس کو نہ کوئی خوف ہے نہ کوئی نقصان کا خطرہ لیکن اپنے برگزیدہ بندوں کی بات نہ ماننا اِس عزت و وجاہت کے خلاف ہے جو اِس نے اپنے مقبول بندوں کو عطا فرمائی ہے۔

بارگاہِ خداوندی میں انبیاءِ کرام کی وجاہت

حضرت نوح کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے۔

۱۔ سَلَامٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعَالَمِیْنَ اِنَّا کَذَالِکَ

نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ ۝ اِنَّہٗ مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُؤۡمِنِیۡنَ۔

ترجمہ: سلام ہو نوح پر تمام جہانوں میں ہم نیکو کاروں کو یونہی جزا دیتے ہیں بیشک وہ ہمارے اعلیٰ درجات کے کامل الایمان بندوں میں سے ہیں۔

۲۔ حضرت لوط کے بارے میں خدا نے فرمایا۔

وَاَدۡخَلۡنٰهُ فِیۡ رَحۡمَتِنَا اِنَّہٗ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ۔

ترجمہ: ہم نے (لوط) کو اپنی رحمت میں داخل کر لیا بیشک وہ صالحین میں سے ہیں۔

۳۔ حضرت ابراھیم علیہ السّلام کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے

وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبۡرٰهِیۡمَ خَلِیۡلًا۔

ترجمہ: اور اللہ تعالےٰ نے ابراھیم کو خلیل بنایا۔

۴۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کے متعلق اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔

وَاذۡکُرۡ فِی الۡکِتٰبِ اِسۡمٰعِیۡلَ اِنَّہٗ کَانَ صَادِقَ الۡوَعۡدِ۔

ترجمہ: اور کتاب میں اسمٰعیل کا ذکر کرو لاریب وہ وعدے کے سچے تھے۔

۵۔ حضرت ادریس علیہ السّلام کے بارے میں فرمایا۔

وَاذۡکُرۡ فِی الۡکِتٰبِ اِدۡرِیۡسَ اِنَّہٗ کَانَ صِدِّیۡقًا نَّبِیًّا۔

ترجمہ: اور کتاب میں ادریس کا ذکر کیجئے بلاشبہ وہ سچے نبی تھے۔

۶۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے بارے میں فرمایا۔

وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ـ

ترجمہ: اور (موسیٰ) اللہ تعالیٰ کے نزدیک صاحب عزت و وجاہت تھے۔

۸۔ حضرت عیسیٰ کے بارے میں فرمایا۔

وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ـ

ترجمہ: (عیسیٰ بن مریم) دُنیا اور آخرت میں صاحبِ عزت اور وجاہت تھے۔

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عنداللہ وجاھت"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ـ

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ـ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ کفار پر عذاب نازل کرے در آں حالیکہ آپ اِن کے درمیان ہوں۔

فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا ـ

ترجمہ: ہم آپ کا قبلہ وہی بنا دیں گے جس پر آپ راضی ہیں۔

عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ عنقریب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائیگا۔

وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ

ترجمہ: جو لوگ رسول اللہ کو اذیت دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت احادیث سے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔

مَا اَرٰی رَبَّکَ اِلَّا یُسَارِعُ فِیْ هَوَاکَ۔

ترجمہ: میں یہی خیال کرتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی رضاجوئی میں بہت جلدی کرتا ہے۔ (ص ۷۶۶/۲ بخاری)

اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَلَا فَخْرَ وَبِیَدِیْ لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ۔

(صفحہ ۲۴۵/۲ مسلم شریف)

ترجمہ: قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار میں ہوں گا اور مجھے اِس پر فخر نہیں۔ حمد کا جھنڈا میرے ہی ہاتھ میں ہوگا اور اِس پر فخر نہیں۔

اَنَا اَکْثَرُ الْاَنْبِیَاءِ تَبْعًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ یَقْرَعُ بَابَ الْجَنَّۃِ۔

(صفحہ ۔ مسلم شریف)

ترجمہ: قیامت کے دن تمام انبیاء سے زیادہ میرے متبعین ہوں گے اور میں سب سے اول جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔

اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ فَاُکْسٰی حُلَّۃً مِّنْ حُلَلِ الْجَنَّۃِ ثُمَّ اَقُوْمُ عَنْ یَمِیْنِ الْعَرْشِ لَیْسَ اَحَدٌ مِّنَ الْخَلَائِقِ یَقُوْمُ ذَالِکَ الْمَقَامَ غَیْرِیْ۔

(صفحہ ۔ ترمذی شریف)

ترجمہ: سب سے پہلے میں قبر سے نکلوں گا مجھے جنتی حلوں میں ایک حلہ پہنایا جائے گا پھر میں عرش کے دائیں طرف کھڑا ہوں گا اور میرے سوا مخلوق میں سے کوئی بھی اس مقام پر کھڑا نہ ہو گا۔

شفاعت پر قرآنی دلائل

انبیاء علیہم السلام شفاعت کرتے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ

مُؤْمِنًا ۔

ترجمہ: اے میرے رب میری، میرے وَالدین اور جو مومن میرے گھر میں داخل ہوں اِن کی مغفرت فرما۔

حضرت اِبراھیم علیہ السّلام

رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابِ ۔

ترجمہ: اے ہمارے رب روزِ حشر میری، میرے وَالدین کی اور تمام مومنوں کی مغفرت فرما۔

فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّہٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۔

ترجمہ: جو میرا پیروکار ہے وہ میرا ہے اور جس نے میرے کہنے پر عمل نہیں کیا تو اس کے لیے تو بخشنے والا مہربان ہے۔

حضرت عیسٰی علیہ السّلام

اِنْ تُعَذِّبْھُمْ فَاِنَّھُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَھُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۔

ترجمہ: اگر تو اِن کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو تُو غالب حکمت والا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۔

ترجمہ: اور اگر یہ لوگ گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو آپ کی بارگاہ میں حاضری دیں۔ اپنے گناہوں پر اللہ تعالےٰ سے توبہ کریں اور آپ اِن کی شفاعت کر دیں تو یہ لوگ اللہ تعالےٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

صالحین کی شفاعت مومنین کیلئے

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ ۔

ترجمہ: اے ہمارے رب ہماری مغفرت فرما اور ہم سے پہلے گزرے ہوئے مسلمان بھائیوں کی ۔

فرشتوں کی شفاعت

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ

لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۔

ترجمہ: وہ فرشتے جو عرشِ الٰہی کو اُٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے اِرد گرد ہیں وہ اپنے رب کی حمد اور تسبیح کرتے ہیں اور ایمان والوں کے لیے بخشش طلب کرتے ہیں ۔

شفاعت پر احادیث سے دلائل

اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ خَالِصًا مِّنْ قَلْبِہٖ ۔

ترجمہ: قیامت کے دن میری شفاعت حاصل کرنے میں سب سے زیادہ کامیاب شخص وہ ہوگا جس نے خلوصِ دل سے کلمہ پڑھا ۔ (صفحہ ۳۰ ج ۱ بخاری)

شَفَاعَتِیْ لِاَھْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ ۔

ترجمہ: میں اپنی اُمت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کی شفاعت کروں گا ۔

قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتَانِیْ آتٍ مِّنْ عِنْدِ رَبِّیْ فَخَیَّرَ بَیْنَ اَنْ یُّدْخِلَ نِصْفَ اُمَّتِیَ الْجَنَّةَ وَبَیْنَ الشَّفَاعَةِ فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ وَھِیَ لِمَنْ مَاتَ لَا یُشْرِکُ بِاللہِ شَیْئًا ۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے پاس اللہ کا پیغام آیا اور مجھے اللہ تعالےٰ نے اختیار دیا کہ اللہ میری آدھی اُمت کو جنّت میں داخل کرے یا میں شفاعت کروں۔ میں نے شفاعت کو اختیار کیا اور یہ شفاعت ہر اس مسلمان کو حاصل ہو گی جو شرک پر نہیں مریگا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالےٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم مؤذن سے اذان سنو تو وہ کلمات دھراؤ پھر مجھ پر درود شریف پڑھو کیونکہ جو مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھتا ہے اللہ تعالےٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرماتا ہے۔

ثُمَّ سَلُوا اللّٰهَ لِیَ الْوَسِیْلَةَ فَاِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِی الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِیْ اِلَّا لِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِ اللّٰهِ وَاَرْجُوْا اَنْ اَکُوْنَ اَنَا هُوَ فَمَنْ سَاَلَ لِیَ الْوَسِیْلَةَ حَلَّتْ عَلَیْهِ الشَّفَاعَةُ۔

(صفحہ ۱۶۶/۱ مسلم شریف)

ترجمہ: پھر میرے لیے وسیلہ (مقام رفیع) کی دُعا کرو کیونکہ وہ جنّت میں ایک مرتبہ ہے جو اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے کو ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہوں گا۔ جس شخص نے میرے لیے

وسیلہ کی دُعا کی اِس پر میری شفاعت واجب ہوگئی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عقیل سے مروی ہے کہ میں ایک وفد میں شامل ہو کر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا۔ جب ہم حاضر ہوئے تو اونٹوں کو مسجد کے دَروازے پر بٹھایا اَور اندر داخل ہوئے اس وقت ہماری حالت یہ تھی کہ ہمارے نزدیک اس شخص سے بڑھ کر کوئی شخص مبغوض اور ناپسندیدہ نہ ہوتا تھا جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا لیکن جب ہم آپ کی محفل سے اُٹھے تو کوئی شخص ہمیں اس سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ نہیں تھا جو اِن کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل کرے۔

ہم میں سے کسی شخص نے آپ سے عرض کیا یارسول اللہ آپ نے اپنے ربِ کریم سے ایسا مُلک طلب کیوں نہ کیا جیسا کہ حضرت سلیمان کا تھا۔ آپ ہنسے اور فرمایا اُمید قوی ہے کہ تمہارے نبی کا مُلک اللہ کے ہاں حضرت سلیمان کے مُلک سے افضل و برتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو مبعوث فرمایا اسے ایک دُعا کا حق عطا فرمایا بعض نے اِس کو دنیاوی جاہ وجلال کا ذریعہ بنایا اللہ تعالےٰ نے اِس کو اس کا مطلوب عطا فرمایا۔ بعض نے اِس کو قوم کی ہلاکت و تباہی کے لیے اِستعمال کیا جب اُنہوں نے اطاعت سے سرکشی کی تو اِس دُعا کی وجہ سے ہلاک کر دیئے گئے اَور اللہ تعالےٰ نے مجھے دُعا کا حق عطا فرمایا جو میں نے قیامت کے دن اپنی اُمت کی شفاعت کے لیے اللہ تعالےٰ کے

ہاں ذخیرہ کر رکھا ہے۔ (طبرانی شریف)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ ایک رات میری آنکھ نہ لگی اور نیند کافور ہو گئی۔ چنانچہ میں اپنی جگہ سے اُٹھا کیا دیکھتا ہوں کہ لشکر گاہ میں حدِ نگاہ تک ہر جانور زمین پر سر رکھ کر سویا ہوا ہے میرے دل میں خیال آیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری دیتا ہوں اور صبح تک آپ کی بارگاہ میں رہ کر بات چیت میں مصروف رہتا ہوں۔ میں لوگوں کے درمیان سے گزرتا ہوا لشکرگاہ سے باہر نکلا تو کسی شخص کا اثر و نشان محسوس ہوا۔ ادھر روانہ ہوا تو وہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح تھے اور ان کے ساتھ حضرت معاذ بن جبل ان دونوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ اس وقت باہر نکلنے کا موجب کیا ہے۔ میں نے کہا جس چیز نے آپ کو ادھر نکلنے پر مجبور کیا اسی نے مجھے یہاں تک پہنچایا۔ ہمارے قریب ہی درختوں کا ایک جھنڈ تھا ہم اسکی طرف چلے تو ہمیں شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ اور ہواؤں کی سرسراہٹ سی محسوس ہوئی۔ رسول اللہ نے فرمایا یہاں ابوعبیدہ بن جراح ہیں۔ ہم نے عرض کی جی ہاں۔ آپ نے فرمایا معاذ بن جبل ہیں عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے دریافت فرمایا عوف بن مالک ہیں ہم نے عرض کیا جی ہاں آپ ہماری طرف محوِ خرام ناز ہوئے نہ آپ ہم سے کوئی سوال فرماتے اور نہ ہم آپ سے حتیٰ کہ آپ اس جھنڈ

سے اپنی قیام گاہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے۔ تب آپ نے فرمایا
میں تمہیں اس امر کی خبر نہ دوں جس کا اختیار ابھی میرے رب
نے مجھے دیا ہے۔ ہم نے عرض کی ضرور بتلائیں۔
آپ نے فرمایا مجھے میرے رب نے اختیار دیا ہے کہ میری
دو تہائی اُمت کو بلا حساب و عذاب جنت میں داخل کر دے اور
یا مجھے حق شفاعت دے دے۔ ہم نے عرض کی یارسول اللہ آپ نے
کس امر کو اختیار فرمایا تو آپ نے فرمایا میں نے شفاعت کو اختیار
فرمایا ہم سب نے مل کر عرض کی یارسول اللہ ہمیں بھی اپنی شفاعت
کے قابل لوگوں میں شامل فرمالیں۔ آپ نے فرمایا میری شفاعت
تمام اہلِ اسلام کے لیے ہے۔ (صہ ۱۳۲/۸ ابنِ حبان)
حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ ایک غزوہ میں ہم
حضور کے ساتھ تھے حضور علیہ السلام اور لشکر سارا دن سفر میں رہے رات
ہوئی تو پڑاؤ ڈالا نبی کریم اپنے کجاوے کے ساتھ ٹیک لگا کر سو گئے
اور چار آدمی آپ کے گرد سو گئے اِن میں سے ایک ابوطلحہ انس کی
ماں کے خاوند بھی تھے۔ جب رات کافی گذر گئی تو اُنہوں نے اپنے
سر اُٹھا کر دیکھا کہ نبی کریم اپنے کجاوے کے پاس موجود نہیں وہ
حضور کی تلاش میں نکلے دیکھا کہ آپ سامنے سے تشریف لا رہے
ہیں۔ انہوں نے عرض کی ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ
کہاں تھے۔ ہم تو آپ کو نہ دیکھ کر گھبرا گئے تھے۔ آپ نے فرمایا

میں سویا ہوا تھا۔ میں نے چکی کی آواز کی طرح آواز سنی۔ میں گھبرا کر نیند سے بیدار ہوا۔ میں چلا تو سامنے سے جبریل تشریف لائے اُنہوں نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ نے مجھے اس وقت آپ کے پاس ایک خبر دے کر بھیجا ہے اور وہ یہ کہ آپ یا تو یہ پسند فرمالیں کہ آپ کی آدھی اُمت جنت میں داخل ہو جائے یا پھر قیامت کے دن شفاعت میں نے اپنی اُمت کے لیے شفاعت کو اختیار کیا۔ اِن چار آدمیوں نے عرض کی یا نبی اللہ ہمیں بھی اِن میں شامل فرمالیں جن کی آپ شفاعت فرمائیں گے۔ آپ نے فرمایا تم پر شفاعت واجب ہو گئی۔ پھر حضور اور وہ چار آدمی اور دس آدمیوں سے ملے۔ اُنہوں نے کہا ہمارا نبی الرحمۃ کہاں تھا۔ اِن کو بھی ساری بات بتائی گئی اُنہوں نے کہا ہمیں بھی ان لوگوں میں شامل فرمالیں جن کی آپ شفاعت فرمائیں گے۔ حضور نے ان سے بھی فرمایا تم پر شفاعت واجب ہو گئی۔ پھر حضور کی ملاقات ایک جم غفیر سے ہوئی۔ اُنہوں نے آپ کو دیکھ کر لوگوں میں آواز لگائی یہ ہمارے نبی الرحمت ہیں۔ حضور نے ان سے بھی سارا واقعہ بیان فرمایا۔ اُنہوں نے بھی عرض کی ہمیں بھی اِن لوگوں میں شامل فرما لیں جن کی آپ شفاعت فرمائیں گے۔ آپ نے تین مرتبہ پکار کر فرمایا۔ میں اللہ تعالےٰ کو ہر اس آدمی کو گواہ بناتا ہوں جو میری آواز سنتا ہے کہ میری شفاعت ہر اس آدمی کے لیے ہے جو اس حال میں مرے کہ اِس نے خدا کے ساتھ شرک نہ کیا ہو۔ (صفحہ ۲۲۴/۲ طبرانی اوسط)

جب اللہ تعالےٰ اولین و آخرین کو جمع فرمائے گا تو اِن کے درمیان فیصلہ فرما دے گا اور جب رب کریم فیصلے سے فارغ ہوگا تو مومن کہیں گے خدا تعالےٰ نے بیشک ہمارے درمیان فیصلہ تو فرما دیا اب دربار خداوندی میں ہماری سفارش کون کرے گا۔ اِن میں سے بعض کہیں گے کہ آدم علیہ السّلام کی طرف چلو۔ اللہ تعالےٰ نے ان کو اپنے ید قدرت سے پیدا فرمایا اور اِن سے ہمکلام بھی ہوا۔ پس لوگ حضرت آدم علیہ السّلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے خدا تعالےٰ نے ہمارے درمیان فیصلہ تو فرما دیا اور فیصلہ سے فارغ ہو گیا۔ اب آپ ہماری سفارش فرمائیں۔ وہ فرمائیں گے حضرت نوح کے پاس جاؤ۔ پھر مومن حضرت نوح علیہ السّلام کے پاس آئیں گے وہ ان کو حضرت ابراہیم کے پاس بھیجیں گے۔ حضرت ابراہیم اِن کو حضرت موسیٰ کے پاس اور وہ ان کو حضرت عیسیٰ کے پاس جانے کو کہیں گے۔ جب تمام لوگ حضرت عیسیٰ کے پاس آئیں گے تو وہ کہیں گے میں تمہیں نبی اُمی عربی کے پاس بھیجتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سب لوگ میرے پاس آئیں گے تو اللہ تعالےٰ مجھے اجازت دے گا میں دربارِ خداوندی میں کھڑا ہوں گا۔ میری مجلس خوشبو سے بے حد معطر ہو جائے گی یہاں تک کہ میں رب کریم کے دربار میں آؤں گا پھر میں شفاعت کروں گا۔

وَيَجْعَلُ لِي نُوْرًا مِنْ شَعْرِ رَاسِي اِلٰى ظُفُرِ قَدَمِي۔

ترجمہ : اور مجھے سر کے بالوں سے لے کر قدموں کے ناخنوں
تک نور بنا دیا جائے گا ۔

سر سے لے پاؤں تک تنویر ہی تنویر ہے
جیسے منہ سے بولتا قرآن وہ تفسیر ہے
سوچتی ہے دل میں دنیا مصطفٰے کو دیکھ کر
وہ مصوّر کیسا ہو گا جس کی یہ تصویر ہے

پھر کفار کہیں گے مومنوں نے تو اپنا سفارشی پالیا اب ہماری
سفارش کون کرے گا سوائے ابلیس کے اور کوئی نہیں وہی ہے۔ وہ
اس کے پاس آکر کہیں گے مومنوں نے اپنا سفارشی پالیا اب تو ہماری
سفارش کر تو نے ہی ہمیں گمراہ کیا ہے ابلیس کھڑا ہو گا۔ اس کی مجلس
نہایت بدبودار ہو گی۔ پھر ابلیس اونچا کر کے جہنم میں ڈالا جائے گا
اور شیطان کہے گا کہ فیصلہ ہو چکا کہ

إِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ
فَاَخْلَفْتُكُمْ ۔

ترجمہ : بیشک اللہ تعالےٰ نے سچا وعدہ کیا اور اس کو پورا
کر دیا اور میں نے وعدہ کیا تو خلاف کر دیا ۔

(صہ ۳۲۰/۱ طبرانی کبیر ، صہ ۲۲۴/۲ دارمی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مومن جو حضور کی نورانیت
اور بشریت دونوں کو مانتے تھے ان کو قیامت کے دن بھی حضور

کی نورانیت کے جلوے نظر آئیں گے اِن کو حضوؐر کی مجلس نصیب ہو گی وہ ایسی خوشبو محسوس کریں گے کہ آج تک اُنہوں نے ایسی خوشبو محسوس نہ کی ہو گی۔ وہ حضوؐر کی اِس نوری محفل میں آکر اپنا مقصود مطلوب حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ نورانیت مصطفٰی کے قائل آج حضوؐر کو سراپا نور دیکھ کر خوش ہوں گے اور اِس نورانیت سے اِس قدر مستفیض ہوں گے کہ

یَوْمَ تَرَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ یَسْعٰی
نُوْرُهُمْ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِاَیْمَانِهِمْ۔

ترجمہ: قیامت کے دِن تو دیکھے گا مومنوں، مردوں اور عورتوں کا نور اِن کے آگے اور ان کے دائیں طرف دوڑ رہا ہو گا۔

ثابت ہوا جو حضوؐر کو دُنیا میں نور مانتے اور جانتے تھے وہ قیامت کے دِن اھلِ نور ہوں گے۔

میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا
نور دِن دُونا تیرا دے ڈال صدقہ نور کا
جو گدا دیکھو لیے جاتا ہے توڑا نور کا
نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا

لیکن جنہوں نے سرکارِ دو عالم کو حضرت عبد اللہ کے بیٹے ہونے کی حیثیت سے دیکھا یعنی جن لوگوں نے صرف آپکی بشریت

کو مدِ نظر رکھا اور نورانیت کو نہ دیکھا وہ قیامت کے دن حضور کی شفاعت سے محروم ہوں گے اور شیطانی گروہ قرار پائیں گے اِن کا کوئی یارو مددگار نہ ہو گا۔ وہ تاریکیوں کے سمندر میں مستغرق ہوں گے وہ مومنوں کے نور کو دیکھ کر نور کی تمنا کریں گے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔

يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآئَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا۔

ترجمہ: قیامت کے دِن منافق مرد اور عورتیں مومنوں سے کہیں گے ہماری طرف دیکھو تاکہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں اِن کو جواب ملے گا تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ پھر وہاں سے نور تلاش کرو۔

شفاعت بالوجاہت

انبیاء علیہم السّلام عموماً اور حضور علیہ السّلام خصوصاً خداوند تعالےٰ کی بارگاہ میں جو عزت اور وجاہت رکھتے وہ گذشتہ سطور میں آپ پڑھ چکے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو مقام خدا کی بارگاہ میں ہے وہ کسی اور نبی کا نہیں چنانچہ حدیث میں ہے۔

اَنَا اَكْرَمُ وُلْدِ آدَمَ عِنْدَ رَبِّيْ وَلَا فَخْرَ

ترجمہ: میں اپنے رب کے نزدیک اولادِ آدم میں سب سے زیادہ عزت والا ہوں اور میں فخر نہیں کرتا۔

ایک روایت میں یوں ہے۔

اَنَا اَکْرَمُ الاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَلَا فَخْرَ۔

ترجمہ: میں پہلی اور پچھلی تمام مخلوق سے زیادہ عزت والا ہوں اور میں فخر نہیں کرتا۔

ایک حدیث میں ہے۔

اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ علیہ السلام فَقَالَ لِیْ قَلَّبْتُ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَہَا فَلَمْ اَرَ رَجُلاً اَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ۔

ترجمہ: میرے پاس جبریل امین علیہ السلام آئے انہوں نے مجھے کہا کہ میں نے مشرق و مغرب چھان ڈالے لیکن میں نے حضور سے زیادہ فضیلت والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔

یہی بولے سدرہ والے چمن جہاں کے تھالے
سبھی میں چھان ڈالے تیرے پایہ کا نہ پایا
تجھے یک نے یک بنایا

چونکہ آپ خدا کی بارگاہ میں عزت کے انتہائی اعلیٰ مقام پر فائز ہیں اس لیے قیامت کے روز آپ گنہگاروں کی شفاعت فرمائیں

گے تو خدا تعالےٰ آپ کی شفاعت کو قبول فرمائیگا چنانچہ

حضرت عبداللہ بن عبّاس سے مروی ہے کہ حبیب رب دوجہاں نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کے دِن انبیاء علیہم السّلام کے لیے نور کے منبر رکھے جائیں گے جن پر وہ تشریف فرما ہوں گے مگر میرا منبر خالی رہے گا۔ میں اِس پر نہیں بیٹھوں گا بلکہ اپنے رب کے حضور اس خوف و اندیشہ کے تحت کھڑا رہوں گا کہ کہیں مجھے جنّت کی طرف بھیج دیا جائے اور میری اُمت جنّت میں داخل ہونے سے رہ جائے لہٰذا میں اللہ تعالیٰ سے عرض کروں گا اے بار الٰہ اِن کا حساب جلد شروع کیا جائے چنانچہ ان کو بلاکر حساب شروع کیا جائے گا اِن میں سے بعض محض رحمتِ خداوندی سے داخل جنّت ہوں گے اور بعض میری شفاعت سے جنّت میں داخل ہوں گے۔ میں سلسلۂ شفاعت جاری رکھوں گا حتیٰ کہ مجھے اِن لوگوں کی تفصیلی فہرست دے دی جائے گی جن کو آگ میں بھیجا جاچکا ہوگا اور خازن جنّت مجھ سے کہے گا کہ آپ نے رب قہار کے غضب کے لیے اپنی اُمت میں انتقام کے لیے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی۔

(صـ ۴۴۶/۲ طبرانی اوسط)

ایک اور حدیث میں ہے۔

اَشْفَعُ اُمَّتِیْ حَتّٰی یُنَادِیْنِیْ رَبِّیْ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فَیَقُوْلُ قَدْ رَضِیْتَ یَا مُحَمَّدُ فَاَقُوْلُ اِیْ رَبِّ رَضِیْتُ۔

(بزار، طبرانی ـــ)

ترجمہ: میں اپنی اُمت کی شفاعت کروں گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ مجھے پکار کر فرمائے گا اے محمدؐ کیا تو راضی ہو گیا میں عرض کروں گا اے میرے رب میں راضی ہو گیا۔

خُدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خُدا چاہتا ہے رضائے محمدؐ

شفاعت بالمحبت

خُدا تعالےٰ کو اپنے رسُولِ پاک سے محبت ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے۔ ایک مرتبہ حضور علیہ السّلام کے صحابی ایک جگہ بیٹھ کر آپ کا انتظار کر رہے تھے۔ آپ تشریف لائے اور اِن کے قریب بیٹھ گئے اور سُنا کہ وہ آپس میں گفتگو کر رہے ہیں۔ بعض نے کہا اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو خلیل بنایا۔ بعض نے کہا اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو کلیم بنایا بعض نے کہا اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو کلمۃ اللہ بنایا اور بعض نے کہا اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم علیہ السّلام کو صفی اللہ بنایا آپ نے اِن صحابہ کو سلام کیا اور فرمایا میں نے تمہاری گفتگو کو سُنا اور تمہارے تعجب کو بھی مُلاحظہ کیا۔ یہ ٹھیک ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں موسیٰ نجی اللہ ہیں عیسیٰ کلمۃ اللہ ہیں اور حضرت آدم صفی اللہ ہیں لیکن اَلاَ وَاَنَا حَبِیْبُ اللّٰہِ۔ آگاہ ہو جاؤ کہ میں اللہ کا حبیب ہوں۔

(صفحہ ۲۰۲/۲ ترمذی)

جب یہ ثابت ہو گیا کہ خدا کو آپ سے محبت ہے تو اب سُنیئے کہ۔

محبّت کا تقاضا یہ ہے کہ محبُوب کی رضا جوئی کی جائے اور ہر طرح سے اس کے دِل کو خوش کیا جائے اسکی فرمائش قبُول کی جائے اور اس کی سفارش کو منظور کیا جائے۔ ایک حدیث میں ہے۔

كَمْ اَشْعَثَ اَغْبَرَ ذِىْ طِمْرَيْنِ لَا يُؤْبَهُ لَهٗ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ۔

ترجمہ: بہت سے گرد آلُود بالوں والے خاکسار جن کے پاس دو پرانی چادروں کے علاوہ کچھ نہ ہو اور جنہیں کوئی اہمیت نہ دی جاتی ہو ایسے ہوتے ہیں۔ اگر اللہ تعالےٰ کے حق میں قسم کھائیں تو اللہ تعالےٰ ان کی قسم پوُری کرے گا۔

حدیثِ قدُسی میں ہے کہ میرے محبُوب بندوں کی شان یہ ہے کہ لَئِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّہٗ۔ اگر میرا محبُوب بندہ مجھُ سے مانگے تو میں ضرور عطا کرتا ہوں۔

چُونکہ خُدا اپنے محبُوب بندے کو راضی کرنے کے لیے اس کی بات مانتا ہے لہذا اللہ کا حبیب جب خُدا کی بارگاہ میں اپنی اُمت کی شفاعت کرے گا تو خُدا اپنے محبُوب کو راضی کرنے کے لیے ضرور آپ کی شفاعت قبُول فرمائے گا۔

اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۔

ترجمہ: اور عنقریب تیرا رب تجھے اتنا دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔

اس آیت کے نزول پر حضور علیہ السّلام نے فرمایا۔

اِذًا لَّا اَرْضٰى وَوَاحِدٌ مِّنْ اُمَّتِيْ فِي النَّارِ

ترجمہ: تب تو میں اس وقت تک راضی نہ ہوں گا جب تک میرا ایک اُمتی بھی آگ میں رہے گا۔

؎ فترضٰی کی یہ پیاری پیاری صدا ہے
کہ ہوگا قیامت میں چاہا تمہارا

فترضٰی نے ڈالی ہیں باہیں گلے میں
کہ ہو جائے راضی طبیعت کسی کی

اس روایت سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ السّلام اپنے ہر اُمتی کی شفاعت فرمائیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات تلاوت کیں۔

دُعائے خلیل علیہ السّلام

فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔

دُعائے عیسیٰ علیہ السلام

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۔

پھر اپنے ہاتھ اُٹھائے اور کہا اے اللہ میری اُمت، میری اُمت کو بخش دے ، اور روئے۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت جبریل کو فرمایا۔ اے جبریل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا حالانکہ تیرا رب بہتر جانتا ہے اور پُوچھ کہ کون سی چیز رُلاتی ہے۔ حضرت جبریل بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے اور رونے کا سبب پُوچھا۔ حضورؐ نے وہ کلمات بتائے (جو دُعا میں کہے تھے) اللہ تعالےٰ نے جبریل امین کو فرمایا میرے حبیب کی خدمت میں جاؤ اور کہو۔

اِنَّا سَنُرْضِيْكَ فِيْ اُمَّتِكَ وَلَا نَسُوْؤُكَ

ترجمہ: ہم تمہیں تمہاری اُمت کے بارے میں راضی کر دیں گے اور تمہیں ناخوش نہیں کریں گے۔ (ص ۱۱۳ مسلم شریف)

خُدا کی مرضی ہے اِنکی مرضی انکی مرضی خدا کی مرضی
انہیں کی مرضی پہ ہو رہا ہے انہیں کی مرضی پہ کام ہو گا

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ اھلِ قرآن (عام مسلمان) کہتے ہیں کہ وہ آیت جس سے بہت اُمید بندھتی ہے یہ ہے۔

يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰہِ ۔

ترجمہ: اپنی جانوں پر زیادتی کرنے والو میرے بندو اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو ۔

لیکن اہل بیت کرام فرماتے ہیں۔ بہت زیادہ اُمید دلانے والی آیت یہ ہے ۔

وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی ۔

ترجمہ: اور عنقریب تیرا رب تجھے اِتنا دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا ۔

اس لیے کہ

اِنَّمَا الشَّفَاعَةُ لِعُطِیَّةٍ فِیْ اَهْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ حَتّٰی یَقُوْلُ رَضِیْتُ ۔

ترجمہ: بیشک یہ عطیۂ شفاعت ہے جو اللہ تعالےٰ نے کلمہ طیبہ پڑھنے والوں کے بارے میں دے گا یہاں تک کہ حضور علیہ السلام فرمائیں گے میں راضی ہو گیا ہوں ۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں ۔

رِضٰی جَدِّیْ اَنْ لَّا یَدْخُلَ النَّارَ اَحَدٌ ۔

ترجمہ: میرے جدِّ امجد صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا یہ ہے کہ کوئی توحید کا پرستار آگ میں داخل نہ ہو ۔

خدا تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَہٗ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَہُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِیَ لَہٗ قَوْلًا ۔

ترجمہ: قیامت کے دن اللہ تعالےٰ کے پاس صرف اس شخص کی شفاعت فائدہ دے گی جسے اس نے اجازت دی ہو گی اور جس کا قول پسند ہو گا۔

اب سنیئے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کی بارگاہ سے شفاعت کی اجازت حاصل ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۔

ترجمہ: اے محبوب اپنے خاص اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔

اس آیت سے شفاعت کی اجازت ثابت ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

فَاَقُوْلُ اَنَا لَهَا فَاَنْطَلِقُ فَاَسْتَاْذِنُ عَلٰی رَبِّیْ ۔

ترجمہ: میں کہوں گا میں شفاعت کے لیے ہوں۔ میں جاؤں گا اور اپنے رب سے اجازت لوں گا۔

نیز حضور سید المرسلین کو اللہ تعالےٰ کے ارشاد

سَلْ تُعْطَہٗ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ ۔

ترجمہ: مانگ عطا ہوگا شفاعت کر قبول ہوگی ۔
سے پہلے ہی شفاعت کی اجازت تھی ورنہ تو کہا جاسکتا تھا کہ پہلے اجازت
حاصل کرو پھر شفاعت کرنا ۔

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسُول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا قیامت کے دن ہر نبی کے لیے نورانی منبر ہوگا اور بعض بہت
اُونچے اور نورانی منبر پر ہوں گا ۔ ایک ندا دینے والا ندا دے گا کہ نبی اُمی
کہاں ہیں سب انبیاء علیہم السّلام کہیں گے ہم سب نبی اُمی ہیں تمہیں
کس کی طرف بھیجا گیا ہے ۔ وہ دوبارہ لوٹ کر آئے گا اور کہے گا
نبی امی عربی کہاں ہیں ۔ اس کے پکارنے اور بلانے پر حضور علیہ السّلام
منبر سے اُتریں گے اور جنت کے دروازہ پر آکر اسے کھٹکھٹائیں گے پوچھا
جائے گا کون ہیں کھٹکھٹانے والے تو آپ فرمائیں گے میں محمّد و احمد
ہوں ۔ پوچھا جائے گا کیا آپ کو بلایا گیا ہے ۔ آپ فرمائیں گے ہاں
چنانچہ دروازہ کھول دیا جائے گا آپ اندر داخل ہونگے ۔ اللہ ربّ العزت
آپ کے سامنے آشکارا ہوگا ۔ آپ اس کی تجلی ذات کا مشاہدہ کریں
گے اور سجدہ ریز ہوں گے اور ایسے کلمات کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی
حمد بجالائیں گے جن کے ساتھ نہ پہلے کسی نے اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا
کی ہوگی اور نہ بعد ازاں کوئی کرے گا ۔ آپ سے کہا جائیگا اے محمّد

اِرْفَعْ رَأْسَكَ تَكَلَّمْ تُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ
تُعْطَ

ترجمہ: سر کو بلند کرو جو کہو گے سنا جائیگا۔ شفاعت کرو گے قبول ہوگا۔ مانگو عطا ہوگا۔

کہا مصطفیٰ نے کہ اے رب العزت گناہوں سے لبریز ہے میری امت
تو غفار ہے بخش دے میرے مولا یہی آپ سے سوالِ محمد
کہا حق نے سن کے کہ اے کملی والے حقوق شفاعت ہیں تیرے حوالے
جسے تو کہے گا اسے بخش دوں گا خدا ہو گیا ہم خیالِ محمد

اقسامِ شفاعت

شفاعت کی متعدد اقسام ہیں۔ چند اقسام پر بحث ملاحظہ ہو

شفاعتِ کبریٰ

حضرت سلمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے دِن سورج دس گنا تیز ہو کر زمین سے بہت ہی نزدیک ہو جائے گا اور اِس قدر گرمی، دھوپ کی تیزی، پسینہ کی کثرت ہو گی کہ الامان والحفیظ سینکڑوں سال اِسی حال میں گزر جائیں گے کوئی پرسان حال نہ ہوگا۔ لوگ تنگ آکر شفاعت کے لیے انبیاء کی تلاش میں نکلیں گے۔ ہر پیغمبر سے شفاعت چاہیں گے سب سے اوّل حضرت آدم علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور رو رو کر عرض کریں گے۔ اے آدم آپ اللہ کے خلیفہ ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا۔ ملائکہ نے آپ کو سجدہ کیا

جنّت آپ کو رہنے کے لیے عطا ہوئی۔ کیا آپ آج ہماری مُصیبت کو نہیں دیکھتے اَے آدم چلیئے رَبّ العَالمین کی بارگاہ میں ہماری سِفارش کریں شاید آپ کی شفاعت سے اللہ تعالےٰ ہمیں اِس مُصیبت سے نجات دے۔ یہ سُن کر حضرت آدم علیہ السّلام فرمائیں گے کہ تمہیں خبر نہیں کہ آج ربّ العزت کو کِتنا غُصّہ آیا ہے۔ میری مجال نہیں کہ میں اللہ تعالےٰ کے حضور جاؤں اور تمہارے لیے شفاعت کروں۔ میں خود ڈرتا ہوں کہ آج کہیں مجُھ سے محاسبہ نہ ہو جائے۔ میں نے خُدا کی مَرضی کے بغیر ایک دانہ کھالیا تھا۔

عِبرت: حضرت آدم نے ایک دانہ خُدا کی مرضی کے بغیر کھا لیا۔ جس کے کفارے میں تین سو سَال تک روتے رہے۔ حضرت آدم کے رونے کی کیفیت یہ تھی کہ برسوں تک دو نالیاں پانی کی آپ کے آنسوؤں سے جاری رہیں جس میں سے پرندے جانور چوپائے پانی پیتے رہے۔ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ جہان بھر کے رونے والوں کے آنسو آپ کے آنسوؤں کا دسواں حِصّہ ہیں۔ خُدا تعالےٰ نے آپ کی توبہ قبول فرمائی تو آپ نے توبہ کے شکریہ میں تیس پَیدل حج کیے کعبہ کی بُنیاد ڈالی اپنی بھُول کی سَب طرح سے خُدا سے معافی مانگی تو بھی قیامت کے دِن خُدا کی بارگاہ میں جاتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ اے اولادِ آدم عُمر بھر تمہارا کھانا حَرام یا مشکوک لباس حَرام یا ناپاک تمہارے مُنہ سے کُفریہ کَلمات واہیات خرافات نِکلتے رہے۔ جھُوٹ بولنا

غیبت کرنا، کم تولنا کم ناپنا تمہارا شیوہ رہا۔ کانوں سے حرام آوازیں، باجے گاجے سنتے رہے۔ صغائر وکبائر کی آلودگیوں میں ملوث رہے۔ سوچو کیا منہ لے کر دربارِ خداوندی میں جاؤ گے۔ الغرض حضرت آدم علیہ السّلام شفاعت سے انکار فرمائیں گے اور لوگوں کو حضرت نوح علیہ السّلام کے پاس بھیجیں گے اور کہیں گے اِن کے پاس جاؤ وہ تمہاری شفاعت کریں گے وہ خُدا کے مقرب رسول ہیں۔ سینکڑوں سال انہوں نے راہِ خدا میں پتھر کھائے ہیں اور اپنے خون میں نہائے ہیں۔ لوگ مایوس ہو کر حضرت نوح علیہ السّلام کی تلاش کریں گے۔ امام غزالی نے "درفاخرہ فی احوال الآخرہ" میں لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السّلام سے رخصت ہو کر پورے ایک ہزار برس کا زمانہ حضرت نوح کی تلاش میں صرف ہو گا۔ ہزار برس کے بعد حضرت نوح علیہ السّلام سے ملاقات ہو گی۔ لوگ آپ کی بارگاہ میں عرض کریں گے۔ آپ دُنیا میں خُدا کے پہلے رسول ہیں۔ خُدا نے آپ کو بڑا مرتبہ عطا فرمایا ہے۔ آج آپ ہماری حالت پر رحم کریں اور خُدا کی بارگاہ میں ہماری شفاعت فرمائیں یہ سُن کر حضرت نوح علیہ السّلام فرمائیں گے۔ آج رب ذوالجلال اس قدر غضبناک ہے کہ نہ کبھی اس سے پہلے اِس قدر ناراض ہوا نہ بعد میں ہو گا۔ مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔ دُنیا میں مَیں نے بغیر اجازت بیٹے کی شفاعت کی تھی۔ رب تعالےٰ نے ناراض ہو کر فرمایا تھا اگر اب ایسا کیا تو اے نوح تمہارا نام دفترِ نبوت سے کٹ کر ڈالوں

میں لکھا جائے گا۔ بھلا جب اپنے بیٹے کی شفاعت سے مجھے یہ حکم ہوا ہے تو اب میں کس طرح تمہاری شفاعت کروں تم حضرت خلیل کے پاس جاؤ انہیں خدا نے مرتبہ خلت عطا فرمایا ہے۔ وہ تمہاری شفاعت فرمائیں گے۔ نفسی نفسی مجھے آج اپنی جان بچانے کا بڑا فکر ہے۔

درسِ عبرت: حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال احکامات الٰہیہ کی تبلیغ فرمائی ہے۔ سینکڑوں سال خدا کی راہ میں مصائب و آلام برداشت کیے۔ پتھر کھائے خون میں نہائے۔ خوفِ الٰہی سے روتے رہے لیکن آج خدا سے ڈرتے ہیں ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو دنیا میں کچہریوں میں مجرموں کی ناجائز سفارشیں کرتے ہیں۔ تھانوں میں اپنے اثر و رسوخ سے چوروں ڈاکوؤں کی سفارش کرکے قانون کی دھجیاں اڑاتے ہیں۔ پاکستان کے بڑے بڑے زمیندار، مل مالکان، سیاستدان، ایم این اے، ایم پی اے اور وڈیرے دن رات مجرموں کی پشت پناہی کرتے ہیں۔ جس بنا پر پاکستان میں لاقانونیت اپنے نقطہ عروج پر ہے۔

الغرض یہاں سے چل کر لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچیں گے اور ان کو تلاش کرنے میں پورا ایک ہزار سال لگ جائے گا۔ آپ کی بارگاہ میں عرض کریں گے یا حضرت خدا تعالیٰ نے آپ کو خلیل بنایا۔ نارِ نمرود آپ پر گلزار کی آج ہم پر سخت مصیبت ہے آپ ہماری شفاعت کریں اور ہمیں اس مصیبت سے نجات دلوائیے

حضرت ابراہیم علیہ السّلام فرمائیں گے آج غضب الٰہی کی کوئی حد نہیں میں نے اپنی عمر میں تین باتیں خلاف واقعہ اپنے منہ سے نکالی تھیں جنکی وجہ سے آج خدا کی بارگاہ میں جاتے ہوئے ڈرتا ہوں۔

وضاحت: وہ تین باتیں یہ ہیں کہ آپ نے کافروں سے بہانہ کیا کہ میں بیمار ہوں۔ تمہارے ساتھ تمہاری عید میں نہیں جاسکتا۔ پھر آپ نے نمرود کا بت خانہ توڑ دیا۔ بتوں کے ناک کان توڑ دیئے۔ ہاتھ پیر توڑ دیئے۔ جب بت پرست لوگ واپس آئے۔ بتوں کے ٹکڑے ٹکڑے دیکھ کر سخت حیران ہوئے۔ تلاش کیا کہ کس نے ایسا کیا ہے۔ خبر لگی کہ ابراہیم نے ایسا کیا ہے۔ وہی اکثر بتوں کا برائی سے ذکر کرتا ہے۔ جب ابراہیم کو بلاکر آپ سے پوچھا کہ یہ کام آپ کا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ کام ان کے بڑے کا ہے تیسری بات یہ کہ جب آپ اپنی اہلیہ حضرت سارہ کو اپنے ساتھ لے کر ملک شام کی طرف ہجرت کیے جاتے تھے۔ راستہ میں شہر مصر سے آپ کا گزر ہوا۔ وہاں کا بادشاہ بدکار تھا جبراً عورتوں سے بدکاری کرتا تھا اور ان عورتوں کے خاوندوں کو قتل کرا دیتا تھا۔ حضرت ابراہیم نے جان کے خوف سے سارہ کو اپنی بہن کہہ دیا اپنی بیوی ہونا ظاہر نہ کیا۔ یہ تین باتیں ہیں جن کا خوف حضرت ابراہیم کے دل پر طاری ہے۔ دو باتیں حضرت ابراہیم نے حق تعالیٰ سے کیں اور ایک اپنی جان بچانے کے۔ پہلی دو باتیں توحید کو ظاہر کرنے کے لئے۔

تیسری جان بچانے کے لیے جو کسی طرح عقل و نقل کی رُو سے خلاف نہیں ہو سکتیں باوجود اِس کے کہ آپ حق پر تھے۔ حق باتیں فرمائی تھیں مگر قیامت کے دن لرزتے کانپتے اور نفسی نفسی پکارتے ہیں۔

درسِ عبرت جب خلیل اللہ جد الانبیاء خُدا کے پیارے ایک معمولی سی بات کا اِتنا خوف کرتے ہیں کہ حضور ربُّ العزت کی بارگاہ میں جاتے ہوئے گھبراتے ہیں پھر کس خیال میں ہیں وہ لوگ رات دِن جھوٹی گواھی دیتے ہیں۔ بات بات پر جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں ایسے لوگ کس مُنہ سے خدا کی بارگاہ میں جائیں گے۔

خُدا فرماتا ہے۔

لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ

ترجمہ: جھوٹوں پر خُدا کی لعنت ہے۔

دُوسری جگہ فرمایا۔

وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا

ترجمہ: جس پر خُدا کی لعنت ہو جائے اس کا کوئی مددگار نہیں

حدیث میں آتا ہے کہ جھوٹ بولنے والے کے مُنہ سے ایک بدبُو آتی ہے جس کی بنا پر فرشتے ایک میل دُور چلے جاتے ہیں۔

حضرت ابراہیم شفاعت سے انکار کر دیں گے اور لوگوں کو حضرت مُوسیٰ کلیم اللہ کے پاس بھیجیں گے۔ لوگ نہایت پریشانی اور

مصیبت کے ساتھ حضرت موسیٰ کے پاس پہنچ کر عرض کریں گے یا حضرت آج ہماری تکلیف کا اندازہ فرمائیں۔ ہمارے حال پر رحم کریں۔ اللہ کے واسطے ہمارے ساتھ چلیں، ہماری شفاعت کریں ہمیں اس رنج والم سے نجات دیں۔ حضرت موسیٰ فرمائیں گے کہ آج اللہ تعالےٰ نہایت غضبناک ہے۔ موسیٰ کی کیا مجال ہے کہ خدا کی بارگاہ میں لب کشائی کرے۔ لوگو میں نے ایک قبطی کو تنبیہ کے لیے مارا تھا وہ میرے ہاتھ سے مرگیا مجھے ڈر ہے کہ کہیں آج مجھ سے اس بارے میں سوال نہ ہو۔ میں شفاعت کے قابل نہیں تم حضرت عیسیٰ کے پاس جاؤ۔ خدا نے ان کو بغیر باپ کے پیدا فرمایا۔ خدا تعالےٰ نے ان کو بڑے بڑے معجزات عطا فرمائے۔ روح الامین سے ان کی تائید فرمائی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس قبطی کو قتل کے ارادہ سے قتل کر دینے والی چیز سے اسے نہ مارا تھا بلکہ ایک ہاتھ مارا تھا مگر قضائے الٰہی سے وہ مرگیا۔ اس قتل کی حضرت موسیٰ نے رب العالمین سے معافی بھی مانگ لی مگر معاف ہو جانے کے بعد اتنا خوف ہے کہ خدا کے سامنے جاتے ڈرتے ہیں۔ شفاعت کرنے سے انکار کرتے ہیں اور نفسی نفسی پکارتے ہیں۔ اب غور کریں وہ مسلمان جو رات دن ناحق خون ریزی کرتے ہیں قتل و غارت کا بازار گرم رکھتے۔ رات دن کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں اور بغیر توبہ کیے مر جاتے ہیں ایسے لوگ کس طرح خدا کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے۔

جب حضرت موسیٰ شفاعت سے انکار کریں گے تب لوگ حضرت عیسیٰ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے یا حضرت اللہ تعالےٰ نے آپ کو بڑا مرتبہ عطا فرمایا ہے آپ ہماری شفاعت فرمائیں۔ آپ شفاعت کرنے سے انکار کر دیں گے اور کہیں گے میری قوم نے مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود بنا لیا تھا مجھے ڈر ہے کہ مجھ سے اس بارے میں سوال ہوگا۔ آج خدا کے قہر و غضب کی کوئی حد نہیں مجھے اپنی جان کا ڈر ہے تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤ خدا نے ان سے شفاعت کا وعدہ کیا ہے وہ تمہاری شفاعت کریں گے لوگ آپ کا نام سن کر بے چین ہو کر ایک ہزار سال کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ حضور علیہ السّلام عرصۂ دراز سے امت کے انتظار میں منبر سے اترے ہوئے نیچے کھڑے ہوں گے۔ اپنی امت کو آتا دیکھ کر فرمائیں گے اے میرے امتیو تم اتنے عرصے سے کہاں تھے۔ تمہارے انتظار میں سالہا سال کی مدت گزری۔ پھر حضور علیہ السّلام مقامِ محمود پر جلوہ گر ہوں گے۔ مقام محمود عرشِ الٰہی کے قریب ایک عالی مقام ہے جہاں آج تک کوئی نبی مرسل فرشتہ نہ گیا اور نہ آپ کے سوا کوئی اور جائے گا۔ حق تعالےٰ نے خاص آپ کے لیے بنایا ہے۔ اِس مقام پر خدا تعالیٰ آپ کے سامنے تجلی فرمائے گا۔ حضور سجدہ ریز ہوں گے۔ ارشاد ہوگا کیا کہتے ہو کیا مانگتے ہو۔ حضور عرض کریں گے الٰہی اپنی مخلوق کا حساب شروع فرما حضور کی شفاعت کے نتیجے میں مخلوق کا حساب شروع کیا جائیگا۔

نکات :- اِس دِن واضح ہو جائے گا کہ مقامِ مصطفیٰ کیا ہے ۔ اِن کی رسائی دربارِ خداوندی میں کتنی ہے کوئی بھی مقرب ترین رسول و نبی انکے توسل سے بے پناہ نہیں ہو سکتا ان سے توسل کرنا اور بارگاہِ الٰہی میں حل مطالب کے لیے اِن سے استمداد شرک نہیں ہو سکتی ورنہ تو نورِ جلال کے بے حجابانہ سامنے ہونے پر غیر اللہ کی پناہ حاصل نہ کی جاتی اور سیدھے ہی اللہ تعالےٰ سے حساب و کتاب شروع فرمانے کا مطالبہ کر دیا جاتا ۔ یہاں نورِ جلال خداوندی آنکھوں سے اوجھل ہونے کے باوجود توسل و استمداد پر شرک کے فتوے لگائے جاتے ہیں اور وہاں ساری اُمتیں بلکہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام جیسی ہستیاں بھی بارگاہِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں استمداد و استعانت کے لیے حاضر ہونگے حالانکہ نبی کی ذات میں کفر و شرک کا وہم بھی ممکن نہیں ہے ۔

آج لے اِن کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

۲ :- میدانِ حشر میں شفیع اور سفارشی کی تلاش کرنے والے پہلے پہل دربارِ مصطفےٰ میں حاضر نہ ہوں گے بلکہ پہلے اور انبیاء کی بارگاہ میں حاضری دیں گے حالانکہ شفیع کی تلاش وسیلہ کی طلب و تلاش وسیلہ کا الہام کیا جائے گا تو انہیں الہام یہ کر دیا جاتا کہ اوّلاً حضور کی بارگاہ میں حاضری دیں گے ۔ حالانکہ شفیع کی تلاش وسیلہ کی طلب اِن میں عالمِ غیب سے پیدا کی جائے گی جیسا کہ حدیث پاک میں ہے فَیَھْتَمُّوْنَ

لِہٰذا لِکَ انہیں اِس طلب وتلاش وسیلہ کا الہام کیا جائے گا تو انہیں الہام یہ کر دیا جاتا کہ ابتداءً حضوؐر کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتے اور فوراً حصُولِ مقصد میں کامیاب ہو جاتے اور بار بار ناکامی کا مُنہ نہ دیکھنا پڑتا اور در بدر کی ٹھوکریں نہ کھانی پڑتیں۔

محدثین نے بیان فرمایا کہ اگر شروع میں محبُوبِ خُدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خِدمت میں حاضر ہو جاتے اور اِن کی شفاعت سے بہرہ ور ہو جاتے تو یہ گمان ہو سکتا تھا کہ شفاعت اور بھی کر سکتے تھے اور قبُول بھی ہو سکتی تھی لیکن اِن سے مطالبہ نہیں کیا گیا جب تمام انبیاء و رُسل علیہم السّلام کے درِ اقدس پر حاضر ہوئے اور بغیر مقصد حاصل کیے واپس لوٹے تو واضح ہو گیا کہ دربارِ خداوندی میں آج صرف انہیں کی رسائی ہے۔

؎ خلیل و نجی کلیم و مسیح سبھی سے کہی کہیں نہ بنی
یہ بے خبری کہ خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لیے

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزمِ محشر میں
کہ اِن کی شانِ محبُوبی دکھائی جانیوالی ہے

۲۔ تمام انبیاء کرام اور رسل عظام میں سے صرف نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ہی یہ خصُوصی منصب عطا ہو گا اور وہی شفاعت کی جرأت فرمائیں گے دُوسرے اولوالعزم رسُول مختلف عذر پیش کریں گے اور بارگاہ ربِّ ذُوالجلال میں لب کشائی کرتے ہوئے

ہچکچائیں گے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ ہر نبی مقام ہیبت و خوف میں ہوگا لیکن محبوبِ خدا کا مقام امن ہوگا اور اس کی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں۔

ا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہری حیات میں ہی مغفرتِ عام اور بخشش تمام کی بشارت دی گئی۔ خدا فرماتا ہے۔

لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ ۔

ترجمہ: تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں اور تمہارے پچھلوں کے۔

ب: خدا تعالےٰ نے حضور علیہ السلام سے وعدہ فرمایا ہے کہ۔

يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا مَعَهٗ ؕ

ترجمہ: قیامت کے دن اللہ تعالےٰ اپنے نبی اور اِن کے ساتھ ایمان لانے والوں کو شرمندہ نہیں کرے گا اور رسوا نہیں ہونے دے گا۔

ج: اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى

اور تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہوجاؤ گے

نیز فرمایا: كُلُّهُمْ يَطْلُبُوْنَ رِضَائِيْ وَاَنَا

اَطْلُبُ رِضَاكَ يَا مُحَمَّدُ ۔

ساری مخلوق میری رضا چاہتی اور اے محبوب میں تجھے راضی کرنا چاہتا ہوں ۔

یہی وجہ ہے کہ ہر نبی کی زبان پر نفسی نفسی ہوگا اور حضور علیہ السلام اُمتی اُمتی کہیں گے ۔

د : حضور علیہ السلام نے فرمایا ۔

اِنَّ لِکُلِّ نَبِیٍّ دَعْوَۃً مُّسْتَجَابَۃً وَاِنِّی اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِیْ شَفَاعَۃً لِاُمَّتِیْ فَھِیَ نَائِلَۃٌ مِّنْکُمْ اِنْشَاءَ اللّٰہُ مَنْ مَّاتَ لَا یُشْرِکُ بِاللّٰہِ شَیْئًا ۔

ترجمہ : بیشک ہر نبی کے لیے ایک مقبول دُعا ہے اور میں نے اپنی دُعا کو اپنی اُمت کی شفاعت کے لیے بچا رکھا ہے ۔ لہذا یہ دُعا تم میں سے انشاءاللہ ہر اس شخص کو شامل ہو گی جو ایمان کے ساتھ فوت ہوا اور شرک سے بری ہو کر فوت ہوا ۔

ہر نبی نے اپنی اس دُعا کو دُنیا میں استعمال کر لیا اور اللہ تعالےٰ نے حسب وعدہ قبولیت سے سرفراز فرمایا کسی نے اپنی قوم سے تنگ آکر ان کے لیے دُعائے ہلاکت فرما دی ۔ کسی نے اپنے لیے مُلک عظیم کا مطالبہ کر لیا کسی نے اپنی اولاد میں امامت و نبوت کی الـ ـئی لیکن

نبی الرحمۃ نے میدانِ حشر کے مصائب و شدائد کے پیشِ نظر اپنے اِس حق کو محفوظ رکھا۔ اسی لیے آج اس کریم کے وعدۂ کرم پر اعتماد کرتے ہوئے سربسجود ہو کر شفاعت کے طلبگار رہوں گے۔

ن : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ نے مجھ پر وحی نازل فرمائی کہ میں قرآن کو ایک قرأت پر پڑھوں۔ میں نے اللہ تعالےٰ سے مراجعت کی اور اپنی امت پر آسانی فرمانے کی درخواست کی دوبارہ حکم فرمایا کہ دو قرأتوں پر پڑھوں۔ میں نے مراجعت کی اور امت پر آسانی فرمانے کی درخواست کی تیسری بار وحی نازل فرمائی کہ سات قرأتوں پر پڑھوں اور ساتھ ہی حکم ہوا کہ ہر بار مراجعت کرنے کے بدلے تمہیں ایک دعا مانگنے کا اختیار دیا جاتا ہے گویا تین دعائیں مانگنے کا تمہیں اختیار ہے جنہیں رد نہیں کیا جائے گا۔ حضور فرماتے ہیں میں نے اپنی امت کے صغائر و کبائر کی مغفرت کے لیے دو دعائیں دنیا ہی میں مانگ لیں۔ اللھم اغفر لامتی اللھم اغفر لامتی اور وَاَخَّرْتُ الثَّالِثَةَ لِيَوْمٍ يَرْغَبُ اِلَيَّ الْخَلْقُ كُلُّهُمْ حَتّٰى اِبْرَاهِيْمُ۔ (مسلم شریف)

ترجمہ : اور تیسری دعا کو میں نے اس دن کے لیے محفوظ کر رکھا ہے جبکہ ساری مخلوق حتیٰ کہ حضرت ابراہیم بھی میری شفاعت کیلئے راغب ہوں گے۔

وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا
ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

ی : ابتدائے آفرینش میں یہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن شافع امت ہوں گے۔ تاج شفاعت ان کے سر اقدس پر ہوگا۔ جب قیامت کے دن جہنم کو میدانِ محشر میں لایا جائے گا تو اس خوفناک منظر کو دیکھ کر بڑے بڑے جلیل القدر پیغمبر نفسی نفسی پکارنے لگیں گے لیکن امام الانبیاء کی زبان پر اُمتی اُمتی کے الفاظ ہوں گے اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو معراج کی رات جہنم کے تمام درکات کی سیر کرا دی۔ تمام ہولناک مناظر کا مشاہدہ کرا دیا تاکہ قیامت کے دن جہنم کو دیکھ کر آپ خوفزدہ نہ ہوں اور آپ سے شفاعت کبریٰ جیسے فرض کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی نہ ہو جائے۔

۴۔ تمام انبیاء کرام میں سے صرف پانچ کا ذکر فرمایا گیا۔ حضرت آدم حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور باقی انبیاء کا ذکر نہیں فرمایا گیا حالانکہ اہلِ محشر ہر ایک سے شفاعت کی درخواست کریں گے اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ پانچ حضرات مشہور رسل ہیں۔ مدتوں ان کی شریعتوں پر عمل کیا جاتا رہا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت آدم تمام انسانوں کے باپ ہیں۔ حضرت نوح پہلے رسول اور آدم ثانی ہیں۔ حضرت ابراہیم چار ہزار انبیاء کے باپ ہیں۔ حضرت موسیٰ بہت بڑی اُمت کے نبی ہیں اور حضرت عیسیٰ اور ہمارے نبی کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔

۵۔ ہر حاکم قائد رئیس اور سید کا علم اور جھنڈا ہوتا ہے جو اسکی سیادت قیادت امارت و امامت کی دلیل و علامت ہوتا ہے۔ محبوب خدا قیامت کے قائد المرسلین امام النبیین ہوں گے لہٰذا ان کے لیے بھی علم ہوگا جس کا نام لواء الحمد ہوگا۔

بینئ پُر نور پر رخشاں ہے ٹکہ نور کا
ہے لواء الحمد پر اُڑتا پھریرا نور کا

۶: سید عبدالعزیز دباغ مصری نے لواء الحمد کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

لواء الحمد وہ نورِ ایمان ہے جو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ضوفشاں ہوگا اور ایک بلند جھنڈے کی شکل میں نمودار ہوگا۔ آپ آگے آگے قائدانہ شان سے تشریف لے جا رہے ہوں گے اور امتیں اپنے اپنے نبیوں کے ساتھ آپ کے پیچھے چل رہی ہوں گی۔ ہر امت اپنے نبی کے علم کے نیچے ہوگی اور اِن کے نبی کا علم قائد المرسلین کے لواء الحمد سے نور لے رہا ہوگا اور اِس سے مستفید مستنیر اور مستفیض ہوگا۔

تمام انبیاء کرام اپنی امتوں کے ساتھ سرورِ عالم کے پیچھے ایک جانب ہوں گے اور آپ کی امت دوسری جانب۔ اِس امت میں اِتنے ہی اولیاء کرام ہوں گے جتنی انبیاء کی تعداد ہوگی اِن میں سے ہر ولی کے ہاتھ میں جھنڈا ہوگا اور اتنے اِس کے پیروکار ہونگے جتنے ہر نبی کے ساتھ اس کے امتی اِن کے جھنڈے نبی کریم کے جھنڈے

سے نُور حاصل کر رہے ہوں گے جیسے کہ نبیوں کے جھنڈے لواء الحمد سے نُور حاصل کر رہے ہوں گے ۔

؎ تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نُور کا
بخت جاگا نُور کا چمکا ستارا نُور کا
تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نُور کا
سر جھکاتے ہیں الٰہی بول بالا نُور کا

دُوسری قسم کی شفاعت یہ ہو گی کہ حضور کی شفاعت سے آپ کی اُمت کے بعض خوش قسمت لوگ بلا حساب و کتاب جنت میں داخل ہوں گے اِس سلسلے میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں ۔

۱۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُم قیس سے جنت البقیع کے کے بارے میں فرمایا ۔

یَبْعَثُ اللّٰہُ مِنْھَا سَبْعِیْنَ اَلْفًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ عَلٰی صُوْرَۃِ الْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۔ (صـ۲۶۲/۱۲ کنز العمال)(صـ۸۴ نوادر الاصول)

ترجمہ: قیامت کے دِن جنت البقیع سے ستر ہزار آدمی ایسے اُٹھائے گا جن کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گے جنت میں بغیر حساب داخل ہوں گے ۔

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ کے حرم کے بارے میں فرمایا ۔

يَبْعَثُ اللّٰهُ مِنْ هٰذِهِ الْبُقْعَةِ وَمِنْ هٰذَا الْحَرَمِ كُلِّهٖ سَبْعِيْنَ اَلْفًا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ. يَشْفَعُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ فِیْ سَبْعِيْنَ اَلْفٍ وُجُوْهُهُمْ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ۔

(شفاء الغرام باخبار البلد الحرام صفحہ ۲۸۴/۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اِس جگہ اور اِس حَرم سے ستر ہزار آدمی ایسے اُٹھائے گا جو بغیر حساب جنت میں داخل ہوں گے اور ان میں سے ہر آدمی ستر ہزار آدمیوں کی شفاعت کرے گا۔ اِن کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح ہوں گے۔

۳: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

عِسْقَلَانُ اِحْدَى الْعُرُوْسَيْنِ يُبْعَثُ مِنْهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ سَبْعُوْنَ اَلْفًا لَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ۔

(کنز العمال صفحہ ۲۹۰/۱۲)

ترجمہ: عسقلان دو دُلہنوں میں سے ایک ہے۔ قیامت کے روز اِس سے ستر ہزار آدمی ایسے اُٹھائے جائیں گے جن پر حساب نہیں ہوگا۔

۴: سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَيَبْعَثَنَّ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْ مَدِيْنَةٍ بِالشَّامِ يُقَالُ

لَهَا حِمْصُ سَبْعِيْنَ اَلْفًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَاحِسَابَ عَلَيْهِمْ وَلَا عَذَابَ ۔ (ص ۲۷۴/۱۲ کنز العمال)

ترجمہ: اللہ تعالٰی قیامت کے دن شام کے شہر حمص سے ستر ہزار آدمی ایسے اٹھائے گا جن پر حساب و عذاب نہ ہوگا۔

۵۔ کوفہ کے ایک بزرگ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ

اَنَّهٗ يُحْشَرُ مِنْ ظَهْرِهَا سَبْعُوْنَ اَلْفًا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِلَاحِسَابٍ ۔ (ص ۱۹۰/۱۲ تاریخ بغداد)

ترجمہ: کوفہ سے ستر ہزار آدمی ایسے اُٹھائے جائیں گے جو بغیر حساب داخل جنت ہوں گے۔

۶۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن چمکتے چہروں کے ساتھ ایک گروہ نکلے گا جس نے اُفق کے کناروں کو بھرا ہوا ہوگا۔ اِن کا نور آفتاب کی طرح ہوگا۔ ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا اُمّی نبی آواز آئے گی ہر نبی اُمی ہے۔ کہا جائے گا محمد اور اِن کی امت۔ پس وہ بغیر حساب و آواز داخل جنت ہوں گے۔ پھر ایک گروہ چمکتے چہروں کے ساتھ نکلے گا جن کا نور چودھویں کے چاند کی طرح ہوگا۔ ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا اُمی نبی آواز آئے گی ہر نبی اُمّی ہے۔ کہا جائیگا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اِن کی اُمت۔ پس وہ بلاحساب وعذاب داخل جنت ہوں گے پھر

ایک گروہ چمکتے چہروں کے ساتھ نکلے گا جس نے اُفق کے کناروں کو بھرا ہو گا۔ ایک ندا دینے والا کہے گا اُمّی نبی کہا جائے گا۔ ہر نبی اُمّی ہے کہا جائے گا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی اُمت اور اس گروہ کا نور بڑے آسمانی ستارے کی طرح ہو گا اور یہ بھی بلا حساب و عذاب داخل جنّت ہوں گے۔

(صـ ۱۷۳/۱۲ کنز العمال)

۷ـ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَوَّلُ زُمْرَةٍ مِنْ اُمَّتِیْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ سَبْعُوْنَ اَلْفًا لَاحِسَابَ عَلَیْهِمْ صُوْرَةُ كُلِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ عَلٰی صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ۔

(صـ ۱۲۱/۲ تاریخ بغداد، صـ ۹۲/۲ مشکوٰۃ)

ترجمہ: میری اُمت کا پہلا گروہ ستّر ہزار کی تعداد میں جنّت میں داخل ہو گا۔ ان پر کوئی حساب نہ ہو گا۔ ان میں سے ہر آدمی چودھویں رات کے چاند کی طرح ہو گا۔

۸ـ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اُمت کے تین ثلث (تہائیاں) ہوں گے۔

فَثُلُثٌ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَیْرِ حِسَابٍ وَثُلُثٌ یُحَاسَبُوْنَ حِسَابًا یَسِیْرًا ثُمَّ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ۔

ترجمہ: ایک تہائی بغیر حساب داخل جنّت ہو گا اور ایک

تہائی آسان حساب کے ساتھ داخل جنت ہو گا۔
اور تیسری تہائی کے بارے میں فرشتے کہیں گے یا اللہ یہ لوگ لا الہ الا اللہ کہتے تھے۔ خدا فرمائے گا اُنہوں نے سچ کہا۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں ان کو لا الہ الا اللہ کہنے کی وجہ سے داخل جنت کر دو اور ان کے گناہ ان پر لاد دو جو مجھے جھٹلاتے تھے۔

(صہ ۶۹/۱۸ طبرانی کبیر)

۹۔ حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدا تعالےٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ میری اُمت سے چار لاکھ آدمیوں کو بے حساب جنت میں داخل فرمائے گا۔ ابوبکر نے عرض کی یارسول اللہ ہماری تعداد میں اضافہ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا اور اتنا اور یہ کہہ کر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ ملا کر لپ بنائی اور لوگوں کو دکھائی۔ ابوبکر نے پھر کہا یارسول اللہ ہماری تعداد میں اضافہ فرمائیے۔ آپ نے پھر لپ بنا کر فرمایا اتنا اور عمر نے کہا ابوبکر ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دو۔ ابوبکر نے کہا اے عمر تمہارا کیا نقصان ہے اگر اللہ تعالےٰ ہمیں جنت میں داخل کر دے۔ حضرت عمر نے فرمایا اگر اللہ تعالےٰ چاہے تو اپنی مخلوق کو ایک مٹھی بھر کر جنت میں داخل کر دے۔ نبی کریم نے فرمایا عمر نے سچ کہا ہے۔ (صہ ۸۷/۳ مشکوٰۃ)

۱۰۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاروقِ اعظم کی کنیز حضرت زائدہ سے فرمایا میں تجھ سے محبت کرتا ہوں تو میرے پاس دیر سے کیوں

آتی ہے۔ اس نے عرض کی آج میں جنگل میں لکڑیاں چننے گئی تھی۔ ایک عجیب واقعہ دیکھا میں نے لکڑیاں چن کر ایک پتھر پر رکھ لیں۔ میں نے ایک سوار کو زمین و آسمان کے درمیان دیکھا۔ اس نے مجھے سلام کیا اور کہا کہ رسولِ خدا کی خدمت میں میرا سلام عرض کرنا اور ان سے کہنا کہ آپ کو بشارت ہو کہ آپ کی اُمت تین طرح سے جنت میں داخل ہو گی۔ ایک گروہ بلا حساب و کتاب دوسرا گروہ آسان حساب سے داخلِ جنت ہو گا۔ تیسرا حضور کی شفاعت سے۔ یہ کہہ کر وہ آسمان کی طرف چلا گیا۔ میں لکڑیوں کا گٹھا اُٹھا نہ سکی۔ اس نے پتھر سے کہا یہ گٹھا فاروقِ اعظم کے گھر پہنچا دو۔ چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا۔ حضور صحابہ کے ساتھ اس پتھر کو دیکھنے آئے اور فرمایا زائدہ مثلِ مریم ہے جس سے فرشتوں نے کلام کیا کیونکہ زائدہ کے ساتھ کلام کرنیوالا رضوانِ جنت تھا۔

(ص ۴۱۶ کشف المحجوب)

۱۱۱ بلادِ یمن سے ایک آدمی حضرت کعب احبار کے پاس آیا اور کہا کہ میں فلاں یہودی عالم کی طرف سے آیا ہوں۔ اُنہوں نے کہا تو ہم سے زیادہ عزت و اکرام والا تھا تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تو دینِ موسوی کو چھوڑ کر دینِ محمدی میں داخل ہو گیا ہے۔ اس نے کہا جب تو واپس اس یہودی کے پاس جائے تو اس کا دامن پکڑ لینا تاکہ وہ بھاگ نہ جائے اور اسے کہنا تجھے قسم ہے اس خدا کی جس نے موسیٰ کو ان کی والدہ کی طرف واپس کیا۔ ان کے لیے دریا پھاڑا اور ان کو تورات کی تختیاں

عطا کیں کیا تو کتاب (تورات) میں یہ لکھا ہوا نہیں پاتا کہ اُمتِ مُصطفےٰ کے تین ثلث ہوں گے۔ ایک تہائی بغیر حساب دُوسرا رحمتِ خداوندی سے اور تیسرا آسان حساب کے ساتھ داخلِ جنت ہو گا۔ اِن تینوں میں سے مجھے جس میں چاہو شمار کر لو۔

(ص ۱۲۸ حُجۃ اللہ)

۲۔ شفاعت کی ایک قسم یہ ہے کہ جو دوزخ کے مستحق بن چکے ہوں گے حضورؐ علیہ السّلام اِن کو داخل جنّت کرائیں۔ چنانچہ علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی نے لکھا ہے کہ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن حضرت آدم علیہ السّلام عرشِ الٰہی کے پاس سبز لباس پہنے ہوئے اپنی اولاد میں سے جنت دوزخ کی طرف جانیوالوں کو ملاحظہ کرتے ہوں گے۔ یکایک آپکی نگاہ ایک مسلمان پر پڑے گی جسے فرشتے دوزخ کی طرف کھینچے لیے جاتے ہوں گے۔ حضرت آدم بے چین ہو کر پکاریں گے۔ اے احمد ادھر آؤ دیکھو یہ آپ کی اُمت کا شخص ہے۔ ملائکہ اسے جہنم کی طرف لے جا رہے ہیں۔ حضورؐ فرماتے ہیں حضرت آدم کی آواز سُن کر میں فرشتوں سے کہوں گا کہ اے میرے مولا کے سپاہیو ذرا ٹھہر جاؤ۔ ملائکہ عرض کریں گے کہ ہم خُدا کی نافرمانی نہیں کر سکتے۔ آپ خُدا کی بارگاہ میں عرض کریں۔ یہ سُن کر حضور عرشِ الٰہی کی طرف متوجہ ہو کر عرض کریں گے الٰہی تُو نے میرے ساتھ وعدہ

کیا تھا کہ ہم اُمت کے بارے میں تجھے غمگین نہ کریں گے۔ ارشاد ہو گا فرشتو ٹھہرو میرے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرو اور اس بندے کو میزان کی طرف لے چلو۔ ملائکہ اسے میزان کی طرف لے کر چلیں گے اور حضور ایک چھوٹا سا پرچہ نہایت سفید اپنے پاس سے نکال کر میزان عدالت کے دائیں پلڑے میں رکھ کر فرمائیں گے کہ بسم اللہ ترازو اٹھاؤ۔ اس پرچہ کے ترازو میں رکھتے ہی نیکیاں بھاری اور گناہ ہلکے ہو جائیں گے۔ ایک فرشتہ پکارے گا لو اس کی نجات ہو گئی یہ بخشا گیا اسے جنت میں لے جاؤ۔ یہ عجیب واقعہ دیکھ کر وہ شخص کہے گا اے نیک صورت نیک سیرت آپ کون ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے میں تیرا نبی محمد رسول اللہ ہوں اور یہ پرچہ کاغذ کا وہ درود تھا جو تو نے کسی وقت مجھ پر بھیجا تھا۔

(ص ۲۵۷ جواھر البحار)

فقط اک ذات ہے مصطفٰے کی جو کہ محشر میں بھی کام آئے
کوئی انسان ورنہ کسی کا حشر تک ساتھ دیتا نہیں ہے

۱۱ جو مجرم نار دوزخ میں داخل ہو جائیں گے انہیں حضور وہاں سے نکلوا کر جنت میں داخل کریں گے چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا الہ الا اللہ کہنے والے بعض لوگ اپنے شامت اعمال کی بنا پر جہنم میں جائیں گے۔ ایک دن ایسا اتفاق ہو

گا کہ یہودی نصرانی اور بُت پرست لوگ اِن مسلمانوں کو جہنم میں دیکھ
کر کہیں گے اے لوگو تمہارا لا الٰہ الا اللہ کہنا آن تمہارے کچھ بھی کام
نہ آیا۔ ہم بُت پرست اور تم خدا پرست برابر آج آگ میں جل رہے
ہیں۔ پس برابر ہو گیا لا الٰہ الا اللہ کہنا اور بُت پرستی کرنا اور برابر
ہو گئی خدا کی عبادت اور بُتوں کی پرستش۔ جب یہ کلام کفار کے
مُنہ سے نکلے گا فورًا دریائے رحمتِ الٰہی جوش میں آئے گا اور خدا تعالےٰ
غضبناک ہو کر فرمائے گا آج کفار نے ہمیں بُتوں کے برابر کر دیا اور
توحید اور شرک کو یکساں بنا دیا۔ اے جبریل جلدی جاؤ اور دیکھو کہ جہنم
میں گناہگار مسلمانوں کا کیا حال ہے۔ جبریل عرض کریں گے الٰہی تو خوب
جانتا ہے جو کچھ ان کا حال ہے لیکن اِن قیدیوں کی طرف نظرِ رحمت
کا سبب کیا ہے۔ ارشاد ہوا اے جبریل آج بُت پرستوں نے ہمیں
بُتوں کے برابر کر دیا ہے اور کافروں نے مسلمانوں کو لا الٰہ الا اللہ
کام نہ آنے کا طعنہ دیا ہے۔ اے جبریل یہ سُن کر ہمارا دریائے رحمت
جوش پر آیا ہے اور اب وہ وقت قریب آگیا ہے کہ گناہگار مسلمان
بخش دیئے جائیں۔ حضرت جبریل یہ سُن کر دوزخ کی طرف روانہ
ہوں گے۔ مالک جہنم آپ کو آتا دیکھ کر اپنے لوہے کے منبر سے
اُترے گا اور [illegible] ہے گا آپ کا یہاں آنا کیسے ہوا۔ حضرت جبریل فرمائیں
گے اے مالک بتا دوزخ میں مصطفٰے کی اُمت کے گنہگاروں کا کیا
حال ہے۔ مالک عرض کرے گا آپ ان کا کیا حال پُوچھتے ہیں اِن

کی حالت بُری نہیں رہے۔ بڑے تنگ مکان میں مقید ہیں۔ آگ نے اِن کے جسم جلا ڈالے ہیں۔ ہڈیاں سوختہ کر دی ہیں۔ صرف اِن کے دل اور زبان باقی ہے کہ وہ ایمان کی جگہ تھے باقی سب کچھ جل گیا۔ جبریل فرمائیں گے جلدی حجاب ہٹا دے دروازہ کھول دے کہ میں اپنی آنکھوں سے اِن کا حال دیکھوں۔ مجھے ربّ العزت نے فرمایا ہے کہ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آؤ۔ مالک جہنم دروازہ کھول دے گا سرپوش ہٹائے گا حضرت جبریل دوزخ میں جاکر دیکھیں گے کہ لوگ بڑی بُری حالت میں ہیں۔ جب دوزخی حضرات جبریل کو دیکھیں گے تو مالک سے پوچھیں گے یہ کون سا فرشتہ ہے ہم نے آج تک ایسا خوبصورت فرشتہ دیکھا نہیں وہ کہے گا یہ جبریل ہے جو وحی لے کر جاتے تھے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف حضور کا نام سُن کر دوزخی شور وغل مچائیں گے پھر رو رو کر عرض کریں گے جبریل علیہ السلام ہمارا سلام ہمارے نبی محترم کو پہنچا دیں اور ان سے کہنا کہ ہم نہایت سخت عذاب میں مبتلا ہیں۔ آپ ہماری شفاعت کیجئے۔ حضرت جبریل گنہگاروں سے وعدہ فرمائیں گے کہ میں ضرور تمہاری حالت زار تمہارے نبی تک پہنچاؤں گا۔ جب وہاں سے رخصت ہو کر جبریل اپنے مقام میں آئیں گے تو ارشاد ربّ العزت ہوگا اے جبریل اُمت محمدیہ کا کیا حال ہے عرض کریں گے یا اللہ تو بہتر جانتا ہے۔ وہ نہایت تنگ حال اور بڑے سخت عذاب میں ہیں۔ ہمکلامی کی لذت میں جبریل امت محمدیہ کے ساتھ کیا گیا وعدہ بھول جائیں گے۔ آخر خدا

یاد دلائے گا جبریل عرض کریں گے ہاں میں نے اِن سے وعدہ کیا تھا تمہارا سلام نبی کی بارگاہ میں پہنچاؤں گا اور جو عذاب کی تکلیف ہے وہ بھی اِن کو بتاؤں گا۔

ارشاد ہو گا جبریل جاؤ آپ کو اطلاع دو۔ حضرت جبریل علیہ السلام حضور کی خدمت میں آئیں گے آپ اس وقت ایک موتی کے محل میں ہوں گے جبریل رو رو کر عرض کریں گے میں آپ کی اُمّت کے پاس سے آیا ہوں جو جہنم کے عذاب میں گرفتار ہے اُنھوں نے آپ کو رو رو کر سلام کہا ہے اور عرض کی ہے کہ ہماری خبر لیجئے۔ حضور سُنتے ہی لبیک لبیک اُمتی کہتے ہوئے عرش کے نیچے حاضر ہوں گے اور سجدے میں گر جائیں گے اور خدا کی وہ حمد و ثنا بیان کریں گے جو کسی نے بھی نہ کی ہو گی۔ سات دن کی مدت کے بعد حکم ہو گا اے نبی سر اُٹھاؤ مانگو کیا مانگتے ہو۔ شفاعت کرو قبول ہو گی یہ سُن کر حضور اُمتی اُمتی کہیں گے۔ اللہ فرمائے گا جس نے ایک دفعہ لا الہ الا اللہ کہا ہے جاؤ اس کو جہنم سے نکال لاؤ۔

تہ عرش سجدے میں سر کو جھکایا ۔ بکھر کر زلفوں نے یہ رنگ لا دیا
خدا نے نبی سے یہ کہہ کر اُٹھایا ۔ کہ پیارے تیرے گیسو کیا مانگتے ہیں
محمد نے رو کر کہا یا الٰہی ۔ مانگتی ہے میرے گیسوؤں کی سیاہی
گنہگار اُمتی کی کر دے رہائی ۔ یہ گیسو میرے اے خدا مانگتے ہیں
خدا نے کہا نہ گھبرا محمد ۔ میرے سامنے عرش پر آیا محمد
تو چاہے جسے بخشوا یا محمد ۔ کہ پیارے تیری ہم رضا چاہتے ہیں

حضورؑ علیہ السّلام شفاعت کی اجازت حاصل کر لینے کے بعد اہلِ جنت کو اطلاع کر دیں گے۔ اے لوگو محمد رسول اللہ نے شفاعت کا دروازہ کھلوایا ہے۔ اے اہلِ جنت تم میرے ساتھ چلو اور جس کو تم پہچان لو اس کو میرے ساتھ چل کر جہنم سے نکال لو۔ یہ اعلان سن کر بہت سے مخلوق آپ کے ساتھ ہو جائے گی۔ حضورؑ ان کو ساتھ لے کر جہنم کی طرف شفاعت کے لیے تشریف لے جائیں گے۔ یہ وہ مبارک مجمع ہو گا کہ چشم فلک نے ایسا اجتماع کبھی دیکھا نہ ہو گا۔ مالک جہنم حضور کے لیے کھڑا ہو جائے گا۔ حضور رو رو کر فرمائیں گے۔ مالک بتا میری اُمت کا تو نے کیا حال کیا انہیں کیا کیا عذاب دیا۔ مالک عرض کرے گا یا حضرت وہ تو نہایت عذاب اور تکلیف میں مبتلا ہیں۔ حضورؑ فرمائیں گے اے مالک جہنم کا دروازہ جلد کھول دے تاکہ میں اپنی آنکھوں سے ان کا حال دیکھ لوں۔ مالک جہنم کا سرپوش اُٹھا لے گا جس وقت حضورؑ کے حسن باکمال کو دیکھیں گے چلّا کر کہیں گے۔

يَا مُحَمَّدُ اَحْرَقَتِ النَّارُ جُلُوْدَنَا وَاَكْبَادَنَا وَوُجُوْدَنَا ۔

آگ نے ہماری کھال جگر اور جسم جلا دیئے۔

حضورؑ ملائکہ کو حکم دیں گے ان کو جہنم سے باہر نکالو۔ یہ سُن کر فرشتے بے شمار مسلمانوں کو دوزخ سے باہر نکالیں گے وہ لوگ کوئلے کی طرح جل کر سیاہ ہو چکے ہوں گے۔ اب کہاں جنت اور کہاں یہ

سوختہ جان۔ حضورؐ عرض کریں گے یا اللہ یہ لوگ اس قابل نہیں کہ میں اِن کو جنّت میں لے جاؤں۔ ارشاد ہو گا ہم نے اُن کو دوزخ میں جلا کر کوئلہ بنا دیا ہے۔ ہم ہی ان کو جنّت کے قابل بنائیں گے۔ رضوانِ جنّت کو حکم ہو گا نہرِ حیات کا رُخ ادھر موڑ دو۔ حکمِ الٰہی سے رضوانِ جنّت نہر الحیات کو جہنم کے دروازے کے قریب بھیج دے گا۔ حضورؐ فرمائیں گے ان جلے ہوئے لوگوں کو اس میں ڈال دو۔ فرشتے اِن کو اس نہر میں ڈال دیں گے۔ تھوڑے عرصے کے بعد ایک ایک سوختہ اور کوئلہ چودھویں رات کا چاند بن کر باہر نکلے گا اور پیارے نبی کی شفاعت سے دوزخ سے آزاد ہو کر ابدالآباد کے لیے جنّت میں آباد ہو جائیں گے اور زبانِ حال سے کہیں گے

نوح کو بھی موجِ طوفان سے کنارا مِل گیا
حضرت موسیٰ کو بھی لُطفِ نظارہ مِل گیا

الغرض ہر ایک بیچارے کو چارہ مل گیا
ہم غریبوں کو محمّد کا سہارا مِل گیا

جب کفار بُت پرست گنہگار مسلمانوں کو جنّت کی طرف جاتے ہوئے دیکھیں گے تو اِس وقت تمنا کریں گے کاش ہم بھی لا الٰہ الا اللہ کہہ لیتے تو آج ضرور بخش دیئے جاتے۔

خُدا تعالےٰ فرماتا ہے۔

رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَوۡ کَانُوۡا مُسۡلِمِیۡنَ

ترجمہ: بہت سے کافر اُس وقت تمنا کریں گے کاش ہم بھی مسلمان ہو جاتے۔ (صلا۱۰ احسن)

۵۔ تخفیفِ عذاب کے لیے شفاعت:

کفار کے حق میں تخفیف عذاب کے واسطے آپ کی شفاعت قبول کی گئی ہے۔ چنانچہ مسلم شریف میں ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالٰے عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ آپ نے اپنے چچا ابو طالب کو کیا نفع پہنچایا۔ خدا کی قسم وہ آپ کی حمایت کرتا تھا اور آپ کے لیے کافروں سے لڑتا تھا۔ حضور نے فرمایا میں نے اسے یہ فائدہ پہنچایا کہ:

وَجَدْتُہٗ فِیْ غَمَرَاتٍ مِنَ النَّارِ فَاَخْرَجْتُہٗ اِلٰی ضَحْضَاحٍ۔

ترجمہ: میں نے اسے سراپا آگ میں ڈوبا پایا تو میں نے کھینچ کر ٹخنوں تک کی آگ میں کر دیا۔

ایک روایت میں:

لَوْلَا اَنَا لَکَانَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ۔

ترجمہ: اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ میں سب سے نچلے گڑھے میں ہوتا۔ (ص۸۲ بخاری)

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ

ثوبیہ ابولہب کی کنیز تھی جسے اس نے آزاد کر دیا تھا۔ اس نے حضور کو دُودھ بھی پلایا تھا۔ ابولہب کے مرنے کے بعد حضرت عباس نے اسے بہت بُری حالت میں دیکھا اور اِس سے پُوچھا کہ مرنے کے بعد تیرا کیا حال ہے۔ ابُولہب نے کہا تم سے جُدا ہو کر میں نے کوئی راحت نہیں پائی سوائے اِس کے کہ میں تھوڑا سا سیراب کیا جاتا ہوں۔ اس لیے کہ میں نے (حضور علیہ السّلام کی پیدائش کی خوشی میں) ثوبیہ کو آزاد کیا تھا۔ (صہ ۸۲/۴ بخاری)

اعتراض اول: خدا تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے لَا یُخَفَّفُ عَنۡھُمُ الۡعَذَابُ۔ کافروں سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا۔ ابولہب کافر تھا اِس کے حق میں تخفیف عذاب کیونکر مقصود ہو سکتی ہے؟

الجواب: امام قرطبی نے فرمایا یہ تخفیف عذاب ابولہب کے ساتھ خاص ہے اور اِس شخص کے ساتھ جس کے حق میں تخفیف عذاب کی نص وارد ہوئی ہے۔ (صہ ۱۱۹/۹ فتح الباری)

اعتراض دوم: غیر مُسلم کا خواب حجت نہیں جس پر یقین کر لیا جائے۔

الجواب: اِس میں شک نہیں کہ غیر مُسلم کا خواب حجت نہیں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ غیر مُسلم کا خواب سچا ہو سکتا ہے چنانچہ حضرت یُوسف علیہ السّلام کے دو ساتھی جو کافر تھے

اُنہوں نے خواب دیکھے اور حضرت یوسف علیہ السّلام نے ان کی تعبیریں بیان فرمائیں اور وہ بالکل سچی اور صحیح ثابت ہوئیں اور ان دونوں آدمیوں کا کافر ہونا اِس اَمر سے ظاہر ہے کہ خواب سُننے کے بعد یوسف علیہ السّلام نے انہیں ایمان و توحید کی دعوت دی لہٰذا حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا وہ خواب جو اُنہوں نے کفر کے زمانے میں دیکھا تھا سچّا ہو سکتا ہے۔

اعتراض سوم:۔ ابولہب نے تخفیف عذاب کی خبر عالم برزخ سے دی اور عالمِ برزخ میں کافر کی خبر کا اعتبار نہیں۔

الجواب:۔ جب کافر کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور نکیرین اس سے سوال کرتے ہیں۔ تیرا رب کون ہے تو وہ کہتا ہے ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا پُوچھا جاتا ہے تیرا دین کیا ہے۔ کہتا ہے ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا۔ پھر سوال ہوتا ہے وہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا وہ کہتا ہے ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا۔ اگر عالم برزخ میں کافر کی خبر کا اعتبار نہیں تو فرشتوں کو کہنا چاہیئے کہ یہ کافر جانتا ہے لیکن جان بُوجھ کر نہیں بتاتا لہٰذا اِس کی قبر میں جنت کا فرش بچھا دو۔ یہ سب کچھ جانتا ہے بلکہ اِس کے برخلاف اس کافر کی خبر کا اعتبار کر کے اِس کی قبر میں آگ کا فرش بچھا دیا جاتا ہے۔

۶: روضہ اقدس کی حاضری دینے والے کی شفاعت :

حضور علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا ۔

مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ ۔

ترجمہ: جس نے میری قبر کی زیارت کی اس پر میری شفاعت واجب ہو گئی ۔

ایک اور حدیث میں ہے ۔

مَنْ جَاءَ نِیْ زَائِرًا لَا تَعْمَلُهٗ حَاجَةٌ اِلَّا زِیَارَتِیْ کَانَ حَقًّا عَلَیَّ اَنْ اَکُوْنَ لَهٗ شَفِیْعًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ ۔

ترجمہ: جو خالص میری زیارت کو آئے اور اسے سوائے اس کام کے دوسرا کوئی کام نہیں مجھ پر حق ہے کہ قیامت کے دِن میں اس کا شفیع بنوں ۔ (جذب القلوب ص۲۱۹)

۷: اہلِ مدینہ کی شفاعت :

سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

مَنْ مَاتَ فِی الْمَدِیْنَةِ کُنْتُ لَهٗ شَفِیْعًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ ۔ (ص۳۷ جذب القلوب)

ترجمہ: جو مدینہ میں مرے گا قیامت کے دِن میں اس کی شفاعت کروں گا ۔

ایک اور حدیث میں ہے ۔

مَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ یَّمُوْتَ بِالْمَدِیْنَۃِ فَلْیَمُتْ فَمَنْ مَّاتَ بِالْمَدِیْنَۃِ کُنْتُ لَہٗ شَفِیْعًا وَّشَہِیْدًا

ترجمہ: جس کسی سے ہو سکے وہ مدینہ میں مرے۔ جو شخص مدینہ میں مرے گا میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا اور اس کا گواہ ہوں گا۔

جنکی نیکیاں اور بدیاں برابر ہونگی

جنت اور دوزخ کے درمیان ایک دیوار ہے جسے اعراف ... ہے اس مقام پر وہ لوگ ہونگے جن کی نیکیاں اور گناہ برابر ہوں گے۔ نیکیاں زیادہ نہ ہونے کی بنا پر وہ جنت میں داخل نہ ہو سکیں گے اور گناہ زیادہ نہ ہونے کی بنا پر وہ دوزخ میں داخل نہ کیے جائیں گے۔ جب اللہ تعالےٰ ان کو جنت میں داخل فرمانا چاہے گا تو نبی کریم ان کی شفاعت فرمائیں گے اور وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

کون کون شفاعت کرے گا

۱۔ انبیائے کرام مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السّلام۔

حضرت حذیفہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ السّلام خدا تعالےٰ کی بارگاہ میں عرض کریں گے اے میرے رب خدا تعالےٰ فرمائے گا لبیک حضرت ابراہیم

عرض کریں گے یا اللہ میری اولاد جل گئی۔ اللہ فرمائے گا جس کے دل میں ذرہ بھر ایمان ہے اس کو دوزخ سے نکال لو (ص ۲۳۶/۹ ابن حبان)

۲۔ فرشتے مثلاً حضرت میکائیل علیہ السلام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل سے پوچھا جو نماز یا غیر نماز میں سبحان ربی الاعلیٰ کہے اس کے لیے کیا ثواب ہے۔ عرض کی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو سجدہ یا غیر سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ کہے گا تو اس کا نیکیوں والا پلڑہ عرش وکرسی اور پہاڑوں سے بھاری ہو جائے گا اور اس کی ادائیگی پر خدا فرماتا ہے۔ میرے بندے نے سچ فرمایا میں ہر چیز سے اعلیٰ ہوں اور مجھ سے اعلیٰ کوئی شے نہیں اے فرشتو گواہ ہو جاؤ میں نے اس بندے کو بخش دیا اور میں نے اسے جنت میں داخل کر دیا۔ جب وہ بندہ مر جاتا ہے تو میکائیل روزانہ اس کی قبر کی زیارت کرتا ہے اور قیامت کے دن اسے اپنے پروں پر بٹھا کر اسے خدا کی بارگاہ میں لے جائے گا اور خدا کی بارگاہ میں اس بندے کی شفاعت کرے گا۔ اللہ فرمائے گا میں نے تیری شفاعت قبول کی جاؤ اسے جنت میں لے جاؤ۔ (ص ۱۴/۲۰ تفسیر قرطبی)

۳۔ صحابہ کرام مثلاً صدیق اکبر کی شفاعت:

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں موجود تھے۔ آپ نے فرمایا ابھی تمہارے پاس ایک شخص آئے گا کہ اللہ تعالےٰ نے میرے بعد اس سے بڑھ کر کوئی آدمی پیدا نہیں

کیا اور اسے نبیوں کی طرح مرتبہ شفاعت حاصل ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد صدیق اکبر تشریف لائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بوسہ دیا اور بغلگیر ہوئے۔

(صـ ۱۲۰/۱ الریاض النضرہ)

بھلا کون رتبے میں ہمسر ہو ان کا
ملا جن کو صدیق نام اللہ اللہ

ب: حضرت عثمان کی شفاعت

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

یَشْفَعُ عُثْمَانُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فِیْ سَبْعِیْنَ اَلْفًا عِنْدَ الْمِیْزَانِ مِنْ اُمَّتِیْ مِمَّنِ اسْتَوْا جَبُوْا النَّارِ۔

(صـ ۱۴۲/۲ الریاض النضرہ)

ترجمہ: حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ قیامت کے دن میری اُمت کے لیے ستر ہزار آدمیوں کی شفاعت فرمائیں گے جن پر جہنم واجب ہو چکی ہو گی۔

ج: حضرت صِلہ کی شفاعت۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

یَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ رَجُلٌ یُقَالُ لَهٗ صِلَةٌ یَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِهٖ کَذَا وَ کَذَا۔ (صـ ۳۰/۲ الاصابہ)

ترجمہ: میری اُمت میں ایک آدمی ہو گا جس کو صِلہ کہا جائے گا اس کی شفاعت سے ہزاروں لوگ جنت

میں داخل ہوں گے ۔

۴۔ **شہداء کی شفاعت :**

حضرت کعب الاحبار فرماتے ہیں۔ دمشق کے قبرستان

یُبْعَثُ مِنْهَا سَبْعُوْنَ اَلْفَ شَهِيْدًا يَشْفَعُ كُلُّ اِنْسَانٍ مِنْهُمْ فِيْ سَبْعِيْنَ ۔ (صـ ۲۶۴/۱ ابن عساکر)

ترجمہ: ستر ہزار شہید اٹھیں گے جن میں سے ہر ایک ستر آدمیوں کی شفاعت کرے گا ۔

۵۔ **عالم دین کی شفاعت :**

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ قیامت کے دن جب عالمِ ربانی اور عابد پل صراط پار کرتے وقت ایک جگہ جمع ہوں گے تو عابد سے کہا جائے گا جنت میں داخل ہو جا اور اپنی عبادت کے صلے میں وہاں کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو جا اور عالمِ دین سے کہا جائے گا یہاں ٹھہر جاؤ اور جس کی چاہو شفاعت کرو جس کی شفاعت کرو گے قبول کی جائے گی وہ انبیاء کی طرح مقامِ شفاعت پر فائز کیا جائیگا ۔

(صـ ۱۳۶/۱۰ کنزالعمال)

۶۔ **حافظ قرآن کی شفاعت :**

حضور علیہ السلام نے فرمایا ۔

مَنْ قَرَاءَ الْقُرْآنَ فَحَفِظَهٗ وَاسْتَظْهَرَهٗ

اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ وَشَفَّعَهُ اللّٰهُ فِیْ عَشَرَةٍ کُلُّهُمْ قَدْ وَجَبَتْ لَهُمُ النَّارَ۔

(صـ۱۹ ابن ماجہ) (صـ۳۶۲/۲ ابنِ عساکر)

ترجمہ: جس نے قرآن پڑھا پس اسے حفظ کیا اور یاد رکھا اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس کی شفاعت ایسے دس آدمیوں کے حق میں قبول فرمائے گا جن پر جہنم واجب ہو چکی ہوگی۔

۷ قرآن کی شفاعت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِقْرَؤُا الْقُرْآنَ فَاِنَّهٗ یَاْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ شَفِیْعًا لِاَصْحَابِهٖ۔

ترجمہ: قرآن پڑھا کرو۔ قرآن روزِ قیامت اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرے گا۔

۸ مؤذن کی شفاعت:

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ اَذَّنَ سَنَةً لَا یَطْلُبُ عَلَیْهِ اَجْرًا دُعِیَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَوُقِفَ عَلٰی بَابِ الْجَنَّةِ فَقِیْلَ لَهٗ اِشْفَعْ لِمَنْ شِئْتَ (صـ۶۸۴/۴ کنز العمال)

ترجمہ: جس نے ایک سال تک اذان دی اس پر کسی اجر

کا مطالبہ نہ کیا اسے قیامت کے دن بلایا جائے گا اور جنت کے دروازے پر کھڑا کیا جائے گا اور کہا جائے گا جس کی تو چاہے شفاعت کر۔

۹۔ کعبہ کی شفاعت :

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے فرشتے کعبہ کو دُلہن کی طرح سجا کر میدانِ محشر میں لے جائیں گے راستے میں قبرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے گزر ہوگا۔ کعبہ حضور کو سلام کہے گا السّلام علیک یا محمد حضورؐ جواب دیں گے وعلیکم السّلام یا بیتَ اللہ۔ تیرے ساتھ میری اُمت نے کیا سلوک کیا۔ کعبہ عرض کرے گا جو میری زیارت کے لیے آئے آج میں ان کی شفاعت کروں گا اور جو کسی وجہ سے نہ آسکے ان کی شفاعت آپ فرمادیں۔

(صـ ۲۶۳/۱ تفسیر عزیزی)

۱۰۔ حاجی کی شفاعت :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

اَلحَاجُّ یَشْفَعُ فِیْ اَرْبَعِمَائَةٍ مِنْ اَهْلِ بَیْتِهٖ وَیَخْرُجُ مِنْ ذُنُوْبِهٖ كَیَوْمِ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ ۔

ترجمہ : حاجی اپنے گھر والوں میں چار سو کی شفاعت کرے گا اور گناہوں سے ایسا پاک ہو جائے گا جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے وقت تھا۔ (صـ ۱۴/۵ کنزالعمال)

۱۱؎ حضرت انس بن مالک سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب بندہ چالیس سال کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے تین بلاؤں سے امن دیتا ہے۔ جنون، جذام اور برص۔ جب پچاس سال کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے حساب میں آسانی کرتا ہے جب ساٹھ سال کا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی طرف رجوع کی توفیق دیتا ہے۔ جب ستر برس کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اور اہلِ آسمان اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔ جب اسی سال کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیکیاں قائم رکھتا ہے اور گناہ مٹا دیتا ہے اور جب نوے سال کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیتا ہے اور اپنے گھر والوں کے حق میں اس کی شفاعت قبول فرما لیتا ہے۔

(ص ۸۹/۲ مسند امام احمد، ص ۱/۳ تاریخ بغداد)

دو اہلِ قبور کو عذاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہما عَنِ النَّبِیِّ اَنَّہٗ مَرَّ بِقَبْرَیْنِ یُعَذَّبَانَ فَقَالَ اِنَّھُمَا لَیُعَذَّبَانِ وَمَا یُعَذَّبَانِ فِیْ کَبِیْرٍ اَمَّا اَحَدُھُمَا فَکَانَ لَا یَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَکَانَ یَمْشِیْ بِالنَّمِیْمَۃِ ثُمَّ اَخَذَ جَرِیْدَۃً رَطْبَۃً فَشَقَّھَا بِنِصْفَیْنِ ثُمَّ غَرَزَ فِیْ کُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَۃً فَقَالُوْا یَارَسُوْلَ اللہِ لِمَ صَنَعْتَ ھٰذَا فَقَالَ لَعَلَّہٗ اَنْ یُّخَفَّفَ عَنْھُمَا مَالَمْ یَیْبَسَا۔ (بخاری شریف)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

فَسَمِعَ صَوْتَ اِنْسَانَیْنِ یُعَذَّبَانِ فِیْ قُبُوْرِھِمَا۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں پر گزرے جن میں عذاب ہو رہا تھا۔ فرمایا ان دونوں آدمیوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور عذاب کسی دشوار بات میں نہیں ہو رہا۔ ان میں سے ایک تو پیشاب سے نہ بچتا تھا اور دوسرا چغلی کیا کرتا تھا۔ پھر ایک تر شاخ لے کر اس کو آدھا آدھا چیرا۔ ہر قبر پہ ایک ایک کو گاڑ دیا۔ صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ آپ نے یہ کیوں کیا۔ فرمایا کہ جب تک یہ ٹکڑے خشک نہ ہوں گے ان دونوں شخصوں سے عذاب میں کمی کی جائے گی۔

دوسری روایت کے الفاظ کا ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں انسانوں کی آواز سنی کہ ان دونوں کو انکی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔

اب اس حدیث سے ثابت شدہ فوائد بیان کیے جاتے ہیں

فائدہ ۱: اس حدیث میں ایک لطیف اشارہ پایا جاتا ہے اور وہ یہ کہ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ تھے۔ حضور علیہ السلام نے ہر دو معذب انسانوں کی آواز سن کر صحابہ کرام کو بتایا۔ پھر اسباب عذاب کا اظہار فرما کر گویا اس امر کی طرف اشارہ فرما دیا کہ اے میرے صحابہ عالم دنیا میں اس وقت

میں تمہارے ساتھ ہوں مگر یہ نہ سمجھنا کہ میں اِسی عالم میں صرف تمہارے ہی ساتھ ہوں۔ اِس کے علاوہ کِسی عالم میں کِسی کے ساتھ نہیں بلکہ دُنیا میں تمہارے ساتھ ہونے کے باوجود عالم بَرزخ میں بَرزخ والوں کے ساتھ بھی ہوں اور ان کے حَال سے خبردَار ہوں اَور اِن کے دُکھ دَرد میں اِن کا حامی اور مدّدگار ہوں۔ نیز یہ کہ جِس طرح دُنیا میں رَہ کر اھلِ برزخ سے دُور نہیں۔ اِسی طرح جَب بَرزخ میں جلوہ گر ہوں گا تو تم سے دُور نہ ہوں گا۔ تمہارے حَال سے بھی اِسی طرح باخبر رہوں گا جیسے اب اھلِ برزخ کے حالات سے باخبر ہوں اور تمہارے دُکھ دَرد میں ایسے ہی تمہارا حامی ومدّدگار رہوں گا جَیسے دُنیا میں رہ کر برزخ والوں کا حامی اور مددگار ہوں اعلیٰحضرت فاضل بَریلوی نے اِسی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

فریاد اُمتی جو کرے حالِ زار میں
ممکن نہیں کہ خیر بشر کو خبر نہ ہو

فائدہ ۲: رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ میں ہَر وقت ہر عالم کے مناسب حیات پائی جاتی ہے۔ حضور اگر دُنیا میں ہوں تو دُنیا برزخ اور آخرت تینوں جہانوں کے مناسب حیات سے متصف ہیں۔ اِسی طرح برزخ میں رونق افروز ہوں تو برزخ، دُنیا اور آخرت کے لائق حیات کے حامل ہوں گے اور جب آخرت میں جلوہ گر ہوں گے تب بھی ایسے ہی حیات سے

متصف ہوں گے جو ہر حال کے حسبِ حال ہو۔

اللہ تعالےٰ نے باقی مخلوق کو خاص ماحول کے مناسب حیات بخشی ہے۔ چنانچہ پانی کی مخلوق آگ میں اور ہوا کی مخلوق پانی میں زندہ نہیں رہ سکتی حتیٰ کہ جبرئیل کے لیے بھی ایک مخصوص ماحول سے آگے زندہ رہنا ممکن نہیں اسی لیے اُنہوں نے معراج کی رات عرض کیا کہ میں اگر سدرہ سے آگے بڑھوں تو جل کر خاک ہو جاؤں مگر انبیاء علیہم السلام خصوصًا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی حیات کاملہ جامعہ عطا فرمائی گئی جو ہر عالم کے ہر ماحول سے پوری طرح مناسبت رکھتی ہے۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم عالمِ دُنیا میں تشریف فرما تھے اور قبروں والوں کو عالمِ برزخ میں عذاب ہو رہا تھا آپ نے ان کی آواز اپنے کانوں سے سُنی پھر یہ بھی بتایا کہ ان دونوں کو عذاب کس وجہ سے ہو رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور جیسے دُنیاوی حیات سے متصف ہیں اسی طرح برزخ والوں کی حیات سے بھی متصف ہیں ورنہ اُس عالم کی آوازوں کو سُننا اور وہاں کے حقائق و رموز کا جاننا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ پھر کھجور کی شاخ کے دو ٹکڑے دونوں قبروں پر رکھ کر ان کی تسبیح کی وجہ سے قبروں والوں کے عذاب میں تخفیف کا اظہار فرمانا اپنے عمل سے انہیں فائدہ پہنچانا ہے۔ اہلِ برزخ سے یہ علم و عمل کا رابطہ اس امر کی روشن دلیل ہے کہ برزخ والوں کی

حیات بھی آپ کی ذاتِ ستودہ صفات میں پائی جاتی ہے۔
اِس کے بعد عالم آخرت کی طرف آئیے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دنیاوی حیات میں جس طرح عالم برزخ کی حیات کے حامل تھے اسی طرح عالم آخرت کی حیات بھی آپ کی ذاتِ مقدسہ میں پائی جاتی تھی۔ شبِ معراج حضور کا آسمانوں پر جلوہ گر ہونا، انبیاء علیہم السّلام سے ملاقات کرنا اور سفر معراج میں تمام پیش آنے والے واقعات اس امر کی روشن دلیل ہیں کہ آپ اِس دُنیاوی حیات کے ضمن میں اُخروی حیات سے بھی متصف تھے۔ مختصر یہ کہ جس طرح عالمِ دُنیا میں آپ برزخ و آخرت کی حیات سے خالی نہ تھے اسی طرح اب عالمِ برزخ میں دُنیاوی حیات سے بھی خالی نہیں۔ نتیجہ یہ نِکلا کہ آپ حیاتِ حقیقی جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں۔

اعلیحضرت فاضل بریلوی نے فرمایا۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میرے چشمِ عالم سے چھپ جانیوالے

فائدہ ۲: نبی کریم نے تر شاخیں قبروں پر رکھ کر انکو تخفیف عذاب کا باعث قرار دیا اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تخفیف عذاب کا سبب صِرف وہ شاخیں تھیں یا کچھ اور اگر صرف شاخوں کو قرار دیا جائے تو سُوکھنے کے بعد بھی شاخوں

کا قبر پر ہونا باعث تخفیف عذاب ہونا چاہیئے حالانکہ ایسا نہیں معلوم ہوا کہ تخفیف عذاب کا سبب صرف وہ شاخیں ہی نہیں بلکہ ان کی وہ تسبیح ہے جو وہ پڑھتی ہیں کیونکہ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے اور چونکہ شاخوں کا سوکھ جانا ان کی موت ہے اور موت سے تسبیح موقوف ہو جاتی ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ تخفیف عذاب کا سبب شاخوں کی تسبیح ہے۔ جب شاخوں کی تسبیح باعث تخفیف عذاب قبر ہے تو بندوں کی تسبیح بھی باعث تخفیف عذاب قبر ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی وفات ہوئی تو ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی نماز جنازہ پڑھی پھر ان کو قبر میں اتار کر ان پر مٹی ڈال دی گئی۔ بعد ازاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر و تسبیح پڑھی۔ ہم نے بھی آپ کے ساتھ پڑھنا شروع کر دیا۔ دیر تک پڑھتے رہے۔

فَقِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ لِمَ سَبَّحْتَ ثُمَّ کَبَّرْتَ قَالَ لَقَدْ تَضَایَقَ عَلٰی ھٰذَہِ الْعَبْدِ الصَّالِحِ قَبْرُہٗ حَتّٰی فَرَّجَہُ اللّٰہُ عَنْہُ۔

(مشکوٰۃ باب اثبات عذاب القبر)

ترجمہ: کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے تسبیح و تکبیر کیوں پڑھی۔ فرمایا اس نیک بندے پر اس کی قبر تنگ ہو گئی تھی۔ ہماری تسبیح و تکبیر کے سبب اللہ نے اس کو فراخ کر دیا ہے۔

اس حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے مُلا علی قاری نے لکھا ہے۔

وَمِنْ ثَمَّ اَفْتٰی الْاَئِمَّۃُ مِنْ مُتَاخِرِیْنَ اَصْحَابِنَا بِاَنَّ مَا اعْتِیْدَ مِنْ وَضْعِ الرَّیْحَانِ وَالْبَحْرِیْدِ سُنَّۃٌ لِھٰذَا الْحَدِیْثِ۔ (ص ۲۵۱ مرقاۃ)

ترجمہ: ہمارے بعض متاخرین اصحاب نے اس حدیث کی وجہ سے فتویٰ دیا ہے کہ خوشبو پھول اور شاخ قبر پر رکھنے کی عادت سُنت ہے۔

فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم میں ہے۔

وَضْعُ الْوُرُوْدِ وَالرَّیَاحِیْنِ عَلَی الْقُبُوْرِ حَسَنٌ۔

ترجمہ: قبروں پر پھول اور خوشبو رکھنا اچھا ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ ہر سبز چیز ہر مسلمان کی قبر پر رکھنا جائز اس تسبیح سے میت کے عذاب میں کمی ہوتی ہے اور نیک آدمی کی قبر پر رکھی جائے تو اس کے درجات میں ترقی کا باعث بنتی ہے کیونکہ جو اعمال گنہگار کے لیے دفع مصیبت کرتے ہیں وہ صالحین کے لیے

بلندی درجات کا فائدہ دیتے ہیں۔

مُلّا علی قاری نے حدیث زیر بحث کے تحت لکھا ہے۔

وَاسْتَحَبَّ الْعُلَمَاءُ قِرَاءَةَ الْقُرْآنِ عِنْدَ الْقَبْرِ لِهٰذَا الْحَدِيْثِ اِذْ تِلَاوَةُ الْقُرْآنِ اَوْلٰی بِالتَّخْفِيْفِ مِنْ تَسْبِيْحِ الْجَرِيْدِ۔ (ص ۳۵۱ مرقاۃ)

ترجمہ: اس حدیث سے علماء نے قبر کے قریب تلاوتِ قرآن کو مستحب قرار دیا ہے اس لیے کہ قرآن کی تلاوت شاخ کی تسبیح سے زیادہ تخفیف عذاب کا باعث ہے۔

اور قبر کے قریب قرأت قرآن کا کیا فائدہ ہے۔ اس کے لیے امام جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ مَرَّ عَلَى الْمَقَابِرِ وَقَرَءَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اِحْدٰى عَشَرَةَ مَرَّةً ثُمَّ وَهَبَ اَجْرَهٗ لِلْاَمْوَاتِ اُعْطِيَ مِنَ الْاَجْرِ بِعَدَدِ الْاَمْوَاتِ۔

(ص ۱۳۰ شرح الصدور)

ترجمہ: جو شخص قبروں پر گزرا اور اس نے سورۃ اخلاص کو گیارہ مرتبہ پڑھا پھر اس کا ثواب مردوں کو

بخشا تو اس کو مُردوں کی تعداد کے برابر اجر و ثواب ملے گا۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ دَخَلَ الْمَقَابِرَ ثُمَّ قَرَأَ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَقُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ وَاَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ جَعَلْتُ ثَوَابَ مَا قَرَأْتُ مِنْ كَلَامِكَ لِاَهْلِ الْمَقَابِرِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ كَانُوْا شُفَعَاءَ لَهٗ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى۔ (صفحہ نمبر ۱۳۰ شرح الصدور)

ترجمہ: جو قبرستان میں داخل ہوا پھر اس نے سورۃ فاتحہ سورۃ اخلاص اور سورۃ الہاکم التکاثر پڑھی پھر کہا اے اللہ میں نے تیرے کلام سے جو پڑھا اس کا ثواب مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کو بخشا جو اس قبرستان میں مدفون ہیں تو وہ سارے اہلِ قبور اللہ کی بارگاہ میں اس کی شفاعت کرتے ہیں۔

فائدہ ۴: حضور علیہ السلام نے فرمایا ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زمانہ حال کے واقعات کی خبر ہے۔ چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ

سے روایت ہے فرمایا۔

كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ يَطْلُعُ عَلَيْكُمْ رَجُلٌ لَمْ يَخْلُقِ اللّٰهُ بَعْدِيْ اَحَدًا خَيْرًا مِنْهُ وَلَا اَفْضَلَ وَلَهٗ شَفَاعَةٌ مِثْلَ شَفَاعَةِ النَّبِيِّيْنَ فَمَا بَرِحْنَا حَتّٰى طَلَعَ اَبُوْبَكْرٍ فَقَامَ النَّبِيُّ فَقَبَّلَهٗ وَالْتَزَمَهٗ۔

(صنا۲ الریاض النضرۃ، تاریخ بغداد)

ترجمہ: ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے آپ نے فرمایا تمہارے پاس ایسا آدمی آرہا ہے کہ میرے بعد اس سے بہتر اور افضل خدا نے پیدا نہیں فرمایا اور انبیاء کی طرح اس کو مرتبہ شفاعت پر فائز کیا جائے گا۔ پس تھوڑی دیر بعد حضرت ابوبکر صدیق تشریف لائے۔ نبی کریم علیہ السلام کھڑے ہوئے ان کو بوسہ دیا اور سینے سے لگایا۔

پھر حضور نے اسباب عذاب بیان فرمائے کہ ایک پیشاب سے نہ بچتا تھا اور دوسرا چغلی کیا کرتا تھا۔ اس سے معلوم کہ آپ زمانہ ماضی کے واقعات کی خبر بھی رکھتے ہیں چنانچہ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک آدمی حاضر ہوا۔ عرض کی میں بھوکا ہوں۔ حضور نے کسی کو اپنی کسی زوجہ کے

پاس بھیجا۔ انہوں نے عرض کی قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ میرے پاس سوائے پانی کے اور کچھ نہیں۔ پھر دوسری زوجہ کے پاس آدمی بھیجا۔ انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔ پھر باری باری تمام ازواج مطہرات کے گھروں میں آدمی کو بھیجا۔ سب نے یہی کہا کہ ہمارے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں پھر حضور نے فرمایا کون ہے جو آج رات اس کو بطور مہمان گھر لے جائے۔ ایک انصاری کھڑے ہوئے اور عرض کی میں ان کی مہمانی کروں گا۔ چنانچہ وہ انصاری اسے اپنے گھر لے گیا اور اپنی بیوی سے کہا تیرے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے۔ اس نے کہا صرف بچوں کا کھانا ہے۔ انصاری نے کہا بچوں کو کسی چیز سے بہلا دو اور جب مہمان گھر میں داخل ہو تو چراغ بجھا دینا اور ایسے ظاہر کرنا کہ میں اس کے ساتھ کھانا کھا رہا ہوں۔ پھر اس کی زوجہ نے کھانے کے وقت چراغ بجھا دیا۔ پھر کھانے کے لیے بیٹھے۔ مہمان نے کھانا کھا لیا۔ صبح جب وہ انصاری نبی کریم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا

قَدْ عَجِبَ اللّٰهُ مِنْ صَنِيْعِكُمَا بِضَيْفِكُمَا اللَّيْلَةَ

ترجمہ: رات تم دونوں نے جو کچھ اپنے مہمان کے ساتھ کیا خدا نے اس سے تعجب کیا۔ (صہ ۱۸۳/۲ مسلم شریف)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان دونوں آدمیوں کے عذاب میں تخفیف کی جائے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ مستقبل

کے واقعات کی بھی خبر رکھتے ہیں۔ چنانچہ ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تَخْرُجَ نَارٌ مِنْ اَرْضِ الْحِجَازِ تُضِیْئُ اَعْنَاقَ الْاِبِلِ بِبُصْرٰی

(ص ۲۹۳/۲ مسلم شریف)

ترجمہ: قیامت قائم نہ ہوگی جب تک حجاز کی زمین سے آگ نہ نکلے جو بصرہ کے اونٹوں کی گردنیں روشن کردے گی۔

نوٹ: اس آگ کی تفصیل درکار ہو تو شیخ الحدیث والتفسیر فقیہ اعظم حضرت علامہ الحاج ابوالخیر مولانا محمد نور اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی "حدیث الحبیب" کا مطالعہ کیجئے۔

پس ثابت ہوا کہ خدا تعالےٰ نے اپنے حبیب صاحب لولاک کو علم مَاکَانَ وَمَا یَکُوْنُ سے سرفراز فرمایا ہے۔ اعلحضرت فاضل بریلوی نے فرمایا

خدا نے کیا تجھ کو آگاہ سب سے
دو عالم میں جو کچھ خفی و جلی ہے۔

حضور علیہ السلام عالم دُنیا میں تھے اور ان دونوں آدمیوں کو عذاب ہو رہا تھا۔ عالم برزخ میں حضور نے اپنے عمل سے ان کی تکلیف اور دُکھ درد میں تخفیف فرمائی۔ اگر حضور عالم دُنیا

میں رہ کر عالم برزخ والوں کی تکلیف کا مداوا کر سکتے ہیں تو عالم برزخ میں رہ کر عالم دنیا والوں کی تکلیف کو بھی دور کر سکتے ہیں چنانچہ امام ابوبکر بن مقری کہتے ہیں کہ میں اور طبرانی اور ابوالشیخ تینوں حرم شریف نبوی میں تھے کہ بھوک نے ہم پر غلبہ کیا اور اسی حال میں دو دن گزر گئے۔ جب عشار کا وقت آیا تو میں نے قبر مبارک کے سامنے ہو کر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الجوع یعنی بھوک بس اس کے سوا اور کوئی کلمہ نہ کہا اور پھر واپس چلا آیا میں اور ابوالشیخ سو رہے اور طبرانی بیٹھے ہوئے کسی چیز کے آنے کا انتظار کر رہے تھے۔ اچانک ایک علوی مرد نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا اور اس کے ساتھ دو غلام تھے۔ ہر ایک کے ساتھ ایک زنبیل کھانے سے پُر تھی ہم نے دروازہ کھول دیا وہ آکر بیٹھ گئے۔ ہمارے ساتھ اس علوی مرد نے کھانا کھایا اور جو بچا وہ ہمارے پاس چھوڑ گئے اور جاتے ہوئے کہنے لگے شاید تم نے اپنی بھوک کی شکایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی تھی۔ اس وقت میں نے خواب میں حضور کی زیارت کی۔ حضور نے فرمایا ان کو کھانا کھلاؤ۔ (صفحہ ۲۵ جذب القلوب، صفحہ ۱۳۸ وفاء الوفا)

اعلیٰحضرت فاضل بریلوی نے فرمایا۔

فریاد امتی جو کرے حال زار میں
ممکن نہیں کہ خیر البشر کو خبر نہ ہو

فائدہ ۶ جب عالم دُنیا میں رہ کر عالم برزخ والوں سے باخبر ہیں تو عالم برزخ میں رہ کر عالم دُنیا والوں سے بے خبر نہیں رہ سکتے۔ چنانچہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی فرماتے ہیں۔

سُلطان شمس الدین التمش کو ایک یادگار حوض بنانے کی تمنا تھی وہ اپنے مصاحبین کے ہمراہ موزوں اور عُمدہ جگہ کے لیے سرگرداں رہتا تھا۔ آخر ایک دن اس نے اپنے ذوق کے مطابق عمدہ جگہ تلاش کر لی اور پھر وہاں نشانات وغیرہ لگا کر واپس اپنے محل میں آگیا۔ التمش بڑا ذہین، شجاع، متقی اور پرہیزگار اور خدا سے ڈرنے والا حکمران تھا۔ اس رات کو اس نے خواب میں دیکھا کہ ایک کشیدہ قامت اور صاحبِ جمال ہستی جن کی تعریف بیان کرنے کے لیے انسانی ذخیرۂ الفاظ عاجز ہے۔ ایک گھوڑے پر سوار ہیں۔ چند اور ہستیاں بھی اِن کے ساتھ ہیں۔ اُنہوں نے سُلطان کو اپنے پاس بلایا اور دریافت کیا۔ کیا ارادہ رکھتا ہے۔ سُلطان نے عرض کی۔ نیت تو یہ ہے کہ ایک عمدہ حوض بنواؤں۔ اسی اثنا میں کسی نے التمش سے کہا کہ آپ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ سے التجا کرتا کہ گوہر مقصود حاصل ہو جائے۔ یہ سُنتے ہی سُلطان نے اپنا سر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مُبارک قدموں پر رکھ دیا۔ اسی وقت آپ کے گھوڑے نے زمین پر اپنا پاؤں مارا اور وہاں سے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔ اب رسُول خدا نے فرمایا اے التمش اس جگہ حوض بنا یہاں پر ایسا پانی نکلے گا کہ اس

جیسا شیریں پانی کہیں سے بھی نہ ملے گا۔

یہاں پر سلطان کی آنکھ کھل گئی اور سرعت کے ساتھ خواب والی جگہ پر پہنچا دیکھا کہ فی الواقعہ ہی زمین سے چشمہ اُبل رہا ہے۔ چنانچہ اس نے اسی جگہ حوض بنوایا جو آگے چل کر حوض شمسی کے نام سے مشہور ہوا۔ (ص ۲۳۲/۲ سیارہ ڈائجسٹ)

اعلیٰحضرت فاضل بریلوی نے فرمایا۔

کروں عرض کیا تجھ سے اے عالم السر
کہ تجھ پر میری حالت دل کھلی ہے

فائدہ نمبر ۷: اگر دنیا میں رہ کر عالم برزخ والوں کی آواز سن سکتے ہیں تو عالم برزخ میں رہ کر عالم دنیا والوں کی آواز بھی سن سکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر محمد بن عمر فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکر بن مجاہد کے پاس موجود تھا تو شبلی آئے اور ابوبکر بن مجاہد ان کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے اور اس سے معانقہ کیا اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا تو میں نے کہا اے میرے سردار آپ شبلی کے ساتھ ایسا کرتے ہیں حالانکہ آپ اور تمام بغداد والے اسے دیوانہ تصور کرتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے شبلی کے ساتھ ایسا ہی کیا ہے جیسا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا ہے۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ نبی کریم کی بارگاہ میں شبلی آئے حضور کھڑے ہو گئے اور اس کی

دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ شبلی کے ساتھ یہ کیا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا شبلی ہر نماز کے بعد لقد جاءکم رسول من انفسکم آخر سورۃ تک پڑھتا ہے اور پھر تین مرتبہ کہتا ہے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّدُ حضرت ابوبکر فرماتے ہیں میں نے شبلی سے پوچھا تو انہوں نے تصدیق کی اور ویسے ہی بیان کیا جیسے میں نے سنا تھا۔

(صفحہ ۲۵۹ جلاء الافہام)

اعلیحضرت فاضل بریلوی نے فرمایا

اِن پر درود جن کو کسِ بیکساں کہیں

اِن پر سلام جن کو خبر بے خبر کی ہے

فائدہ نمبر ۸: اِس حدیث سے ثابت ہوا کہ عذابِ قبر برحق ہے اور یہ بات بھی ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ قبر کے عذاب سے مُراد برزخ کا عذاب ہے جو عذاب کا حقدار ہوتا ہے اسے برزخ میں حسبِ استحقاق عذاب ضرور بھگتنا پڑتا ہے خواہ دفن ہو یا نہ ہو مثلاً درندے کھا جائیں یا آگ میں جل کر راکھ ہو جائے اور اِسکی راکھ ہوا میں اُڑ جائے یا پھانسی کے تختے پر لٹکا رہے یا سمندر میں ڈوب جائے۔

حضرت زید بن ثابت کہتے ہیں ایک مرتبہ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی نجار کے باغ میں اپنے خچر پر سوار تھے اور ہم بھی آپ

کے ساتھ تھے۔ اچانک آپ کی خچر بگڑی اور قریب تھا کہ آپ کو گرا دے ناگہاں پانچ چھ قبریں معلوم ہوئیں۔ آپ نے فرمایا اِن قبروں میں جو لوگ ہیں کوئی ان کو جانتا ہے۔ ایک آدمی نے کہا میں جانتا ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ کس حال میں مرے۔ اس شخص نے عرض کیا شرک کی حالت میں۔ آپ نے فرمایا یہ اُمت آزمائی جاتی ہے۔ اپنی قبروں میں اگر مجھ کو یہ خوف نہ ہوتا کہ تم دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں ضرور اللہ سے دُعا کرتا وہ تم کو بھی قبر کے عذاب کو سنا دے جس طرح کہ میں سُنتا ہوں۔ اِس کے بعد آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اللہ سے دُعا مانگو وہ آگ کے عذاب سے بچائے صحابہ نے عرض کی ہم اللہ سے آگ کے عذاب سے پناہ مانگتے ہیں۔

(مشکوٰۃ اثبات عذاب القبر)

فائدہ نمبر ۹: حضور علیہ السّلام نے فرمایا اِن دونوں اہلِ قبور کے عذاب کے اسباب یہ ہیں کہ ایک تو پیشاب سے نہ بچتا تھا۔ دُوسرا چغلی کیا کرتا تھا۔ معلوم ہوا پیشاب سے نہ بچنے اور چغلی کرنے سے عذاب قبر لازم آتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ۔

تَنَزَّهُوا مِنَ الْبَوْلِ فَاِنَّ عَامَّةَ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْهُ ۔

ترجمہ: پیشاب سے بچو کہ اِس سے عذابِ قبر لازم آتا ہے۔

علامہ عبدالرحمٰن صفوری نے لکھا کہ عذابِ قبر کے تین حصے ہیں۔ ایک ثلث غیبت کرنے سے واجب ہوتا ہے۔ ایک ثلث پیشاب سے کپڑے کو نہ بچانے سے واجب ہوتا ہے اور ایک ثلث چغل خوری سے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب خدا کی بارگاہ میں تشریف لے گئے تو آپ نے دیکھا کہ ایک آدمی عرش کے سایہ میں کھڑا ہے۔ حضرت موسیٰ کو رشک ہوا کہ یہ بندہ خدا کے نزدیک بڑا ہی معزز اور مکرم ہے۔ خدا کی بارگاہ میں عرض کی یہ کون ہے۔ خدا نے فرمایا اے موسیٰ اس کی تین صفات ہیں۔

۱۔ یہ لوگوں سے حسد نہیں کرتا ۲۔ یہ والدین کی نافرمانی نہیں کرتا ۳۔ یہ چغل خوری اور فتنہ انگیزی نہیں کرتا۔

چھ مقامات پر غیبت کرنا جائز ہے۔

۱۔ مظلوم قاضی کے پاس جا کر ظالم کے بارے میں کہہ سکتا ہے کہ فلاں نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔

۲۔ برائی اور منکرات کو مٹانے پر استعانت کے وقت یعنی جو شخص برائی کو ختم کرنے کی قدرت رکھتا ہو اس کے پاس جا کر یہ کہنا کہ فلاں آدمی فتنہ پرداز ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس کا ارادہ فتنہ اور فساد کے قلع قمع کرنے کا ہو۔

۳۔ مفتی دین متین سے پوچھنے کے لیے مثلاً یوں کہے کہ اگر کوئی آدمی

روزہ رکھ کر فلاں گناہ کرے تو اس کا کیا حکم۔ بہتر تو یہی ہے کہ اس گنہگار کا نام نہ لے لیکن اگر لے لیا ہے تو گناہ نہیں۔

۴۔ کسی کو کسی برائی سے بچانے کے لیے مثلاً یہ کہہ دے کہ جس اُستاد کے پاس تم پڑھتے ہو وہ تو فسق و فجور کا مرتکب ہے لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ متعلم کی خیر خواہی مقصود ہو۔

۵۔ جس کی غیبت اور چغلی کی گئی ہو وہ اعلانیہ جرائم کا ارتکاب کرتا ہو جیسے قصداً نماز کا ترک کرنے والا۔

۶۔ کسی شخص کو ایسی صفت کے ساتھ یاد کرنا جس کے ساتھ وہ شہرت رکھتا ہو مثلاً یوں کہنا کہ فلاں شخص لنگڑا ہے اور حقیقت میں وہ لنگڑا ہو بھی۔ (ص ۲۷۸ خیر المونس)

فائدہ نمبر ۱۰:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک یہ شاخیں خشک نہ ہوں گی۔ ان کے عذاب میں تخفیف ہو گی۔ وجہ یہ ہے کہ سرسبز و شاداب شاخ زندہ ہوتی ہے اور خدا کی تسبیح پڑھتی رہتی ہے۔ جب ایک شاخ تری کے آخری قطرے تک خدا کی تسبیح پڑھتی رہتی ہے تو بندہ مومن پر بھی لازم ہے کہ وہ آخری سانس تک خدا کا ذکر کرتا رہے چنانچہ خدا تعالےٰ نے اپنے بندوں کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِہِمْ۔

ترجمہ: جو کھڑے بیٹھے اور لیٹے اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا یَقْعُدُ قَوْمٌ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا حَفَّتْھُمُ الْمَلٰئِکَۃُ وَغَشِیَتْھُمُ الرَّحْمَۃُ وَنَزَلَتْ عَلَیْھِمُ السَّکِیْنَۃُ وَذَکَرَھُمُ اللّٰہُ فِیْمَنْ عِنْدَہٗ۔

(مشکوٰۃ باب ذکر اللہ)

ترجمہ: جب کوئی قوم ذکرِ الٰہی کے لیے بیٹھتی ہے تو فرشتے اس کو گھیر لیتے ہیں اور اس پر رحمت چھا جاتی ہے اور اس پر سکونِ قلب نازل ہوتا ہے اور خدا تعالےٰ ان کا ذکر فرشتوں میں کرتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ ایک دیہاتی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کون سا عمل بہتر ہے۔

قَالَ اَنْ تُفَارِقَ الدُّنْیَا وَلِسَانُکَ رَطْبٌ مِّنْ ذِکْرِ اللّٰہِ۔

(مشکوٰۃ باب ذکر اللہ)

ترجمہ: تو دنیا سے جدا اس حال میں ہو کہ تیری زبان ذکرِ الٰہی کر رہی ہو۔

فائدہ نمبر ۱۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک عالم میں رہتے ہوئے دوسرے عالم سے رابطہ منقطع نہیں کرتے جب عالم نیند

میں ہوں تو عالمِ بیداری سے رابطہ منقطع نہیں ہوتا۔ اس کی مثال ملاحظہ ہو۔

حضرت زید بن اسلم سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے راستے میں رات کے وقت قیام فرمایا اور حضرت بلال کو یہ خدمت سپرد کی کہ وہ نماز کے وقت جگا دے۔ بلال بھی سو گئے اور دوسرے لوگ بھی اور اس وقت جاگے جب آفتاب طلوع ہو چکا تھا۔ لوگ نماز فوت ہو جانے کی وجہ سے گھبرائے حضور نے لوگوں کو حکم دیا کہ فوراً سوار ہو جاؤ۔ چنانچہ یہاں سے نکل کر ایک وادی میں پہنچے اور فرمایا کہ یہ ایک ایسا جنگل ہے جس جگہ شیطان مسلط ہے۔ یہاں سے روانہ ہوئے اور جب اس جنگل سے باہر نکل گئے تو آپ نے فرمایا یہاں اترو اور وضو کرو اور بلال کو حکم دیا کہ اذان کہو اور تکبیر کہو۔ پھر رسولِ خدا نے نماز پڑھائی اور جب نماز سے فارغ ہو کر واپس ہوئے تو لوگوں کو گھبراہٹ میں پایا اور آپ نے فرمایا لوگو خداوند تعالےٰ نے ہماری روحیں قبض کر لی تھیں اگر وہ چاہتا تو ہماری روحیں دوسرے وقت واپس کر دیتا۔ پس جب تم میں کوئی سو جائے اور نماز سے غافل ہو جائے یا نماز کو بھول جائے اور اس وقت غفلت و نسیان سے گھبرا جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ اس نماز کو اس طرح پڑھ لے جس طرح اس کے وقت پر اسکو پڑھتا تھا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر کی طرف متوجہ ہوئے

اور فرمایا کہ بلال کھڑا ہوا نماز پڑھ رہا تھا۔ شیطان اِس کے پاس آیا اور اِس کو تکیہ لگانے پر آمادہ کر دیا۔ پھر جب وہ سو گیا تو دیر تک اس کو تھپکتا رہا جس طرح بچوں کو تھپکتے ہیں یہاں تک کہ وہ غافل ہو کر سو گیا۔ اِس کے بعد آپ نے بلال کو طلب کیا۔ بلال نے بھی وہ صورت بیان کی جو رسُولِ خُدا نے صدیق اکبر سے بیان فرمائی تھی۔ ابوبکر نے آپ کا بیان سُن کر کہا میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ خدا کے سچے رسُول ہیں۔
(مشکوٰۃ باب فی بیان بعض احکام الاذان)

اب یہاں ایک سوال ذہن میں پیدا ہوسکتا ہے کہ جب حضورؐ نے حضرت بلال کی حالت بیان فرما دی تو پتہ چلا کہ عالم بیدار کے حالات دیکھ رہے تھے تو چاہیئے تھا کہ آفتاب طلوع ہونے سے پہلے بیدار ہو جاتے اور دوسروں کو بھی جگا دیتے تاکہ سارے نمازِ فجر بروقت ادا فرما لیتے۔ اِس کا جواب یہ ہے کہ

خواب کی حالت میں خُدا نے حضورؐ کی توجہ کو اپنے حسن الوہیت کی طرف مبذول فرما لیا اور اس میں حکمت یہ تھی کہ اگر حضورؐ پر عدم توجہ والی کیفیت طاری نہ ہوتی تو حضور اور صحابہ کی نماز قضا نہ ہوتی اور اگر حضور کی نماز قضا نہ ہوتی تو اُمتیوں کی قضا نمازوں کو کس کے دامن میں پناہ ملتی اور ہمیں کیسے پتہ چلتا کہ نماز قضا ہو جائے تو کس طرح پڑھی جاتی ہے۔

اسی طرح اللہ کا رسُول عالمِ دُنیا میں ہو اہلِ برزخ سے

رابطہ رہتا ہے اور ان کی مکمل خبر ہوتی ہے۔ مثال ملاحظہ ہو۔

مثال:۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک سفر میں حضورؐ کے صحابہ آپ کے ساتھ تھے۔ ایک قبر سے گزر ہوا۔ حضورؐ نے فرمایا یہ قوم ثمود کے آدمی ابو رغال کی قبر ہے۔ جب اللہ تعالےٰ نے قوم کی بداعمالی کی بنا پر اس کو ہلاک کر دیا تو یہ اس وقت حرم مکہ میں تھا جس وجہ سے یہ ہلاکت سے محفوظ رہا۔ جب حرم شریف سے نکل کر یہاں تک پہنچا تو مرگیا اور ایک سونے کی چھڑی اس کے پاس تھی وہ بھی قبر میں اس کے ساتھ دفن ہے۔ صحابہ فرماتے ہیں ہم نے وہ چھڑی قبر سے نکال لی۔ (ص ۱۵۶/۴ سنن کبریٰ)

اور اب جبکہ رسولِ کریم عالمِ برزخ میں تو دنیا سے بے تعلق نہیں بلکہ دنیا سے باقاعدہ رابطہ ہے۔ مثال ملاحظہ ہو۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کو آپ کی قبرِ انور میں رکھا تو اس کے تین دن بعد ایک اعرابی آپ کی قبر پر آیا اس نے اپنے آپ کو حضورؐ کی قبر پر گرا دیا اور اپنے سر پر خاک ڈالنے لگا اور عرض کی یا رسول اللہ جو آپ نے ارشاد فرمایا ہم نے سنا۔ آپ نے اپنے رب سے جو سیکھا وہ ہم نے آپ سے سیکھا اسی میں یہ آیت ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ

فَاسْتَغْفَرُوْا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ
لَوَجَدُوْا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۔

ترجمہ: اور اگر یہ لوگ جب بھی اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں آپ کے پاس حاضر ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اور رسول اللہ بھی ان کے لیے مغفرت کی دعا کر دیں تو وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

اس کے بعد اس دیہاتی نے عرض کی میں نے اپنی جان پر بڑے بڑے ستم کیے ہیں اور آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں۔ اے سراپا شفقت و رحمت میری مغفرت کے لیے دعا فرمائیے۔

فَنُوْدِيَ مِنَ الْقَبْرِ اَنَّهٗ قَدْ غُفِرَ لَكَ ۔

ترجمہ: قبر سے آواز آئی بیشک تجھے بخش دیا گیا۔

(صفحہ ۲۶۵/۵ تفسیر قرطبی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حدیث: عن عثمان بن حنیف اَنَّ رَجُلًا ضَرِیْرًا اَتَی النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ اُدْعُ اللّٰہَ اَنْ یُّعَافِیَنِیْ قَالَ فَاِنْ شِئْتَ اَخَّرْتُ ذَالِکَ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکَ وَاِنْ شِئْتَ دَعَوْتَ اللّٰہَ قَالَ فَادْعُہُ قَالَ فَاَمَرَہٗ اَنْ یَّتَوَضَّاَ فَیُحْسِنَ الْوُضُوْءَ وَیُصَلِّیَ رَکْعَتَیْنِ وَ یَدْعُوْ بِھٰذَا الدُّعَاءِ.

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ وَاَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ فَیُقْضٰی لِیْ اَللّٰھُمَّ شَفِّعْہُ فِیَّ ...... ملا علی قاری نے حرز ثمین میں لکھا کہ ایک روایت میں لِتَقْضِیَ الْحَاجَۃَ لِیْ بھی آیا ہے۔ (صہ ۱۲۴/۲ دلائل النبوۃ، صہ ۱۸۳/۱ طبرانی صغیر، صہ ۱۳۸/۴ مسند امام احمد صہ ۹۹ ابن ماجہ، صہ ۱۹۷/۲ ترمذی، صہ ۲۲۵/۲ ابن خزیمہ، صہ ۳۱۳/۱، صہ ۵۱۹/۱، صہ ۵۲۶/۱ المستدرک، صہ ۳۱/۹ طبرانی کبیر

ترجمہ: حضرت عثمان بن حنیف سے روایت ہے کہ ایک نابینا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی
کہ آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے عافیت دے۔ آپ
نے فرمایا اگر تو چاہے تو اس میں تاخیر کر یعنی صبر کر یہ
تیرے لیے بہتر ہے اور اگر تو چاہے تو میں دعا کر دوں
اس نے عرض کی آپ دعا کریں۔ آپ نے فرمایا اچھی
طرح وضو کرو اور دو رکعتیں پڑھو اور یہ دعا مانگو۔

الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف توجہ کرتا
ہوں۔ تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے جو مہربانی کے
نبی ہیں۔ یا محمد میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف
اپنی اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں تاکہ میری حاجت روا
ہو۔ الٰہی انہیں میرا شفیع کر۔ ان کی شفاعت میرے
حق میں قبول فرما۔

اور ملا علی قاری نے حرز ثمین شرح حصن حصین میں لکھا ہے کہ
ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ یا رسول اللہ آپ میری حاجت روائی
فرما دیں۔ اب فقیر اس حدیث کے کچھ فوائد پیش کرتا ہے۔ وما
توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

ا۔ مصائب و آلام پر صبر اجر عظیم کا موجب ہے اور ترقی درجات
کا سبب ہے۔

ب۔ نابینا آدمی اگر صبر کرے تو اس کے لیے بہتر ہے یعنی وہ جنت

کا مستحق ہے۔

ج: دُعا باوضو ہو کر نفل پڑھ کر مانگی جائے تو قبولیت کے زیادہ قریب ہے۔

د: رسُول خدا کا وسیلہ خُدا کی بارگاہ میں مقبول ہے۔

س: دُعا حضور کے وسیلے سے مانگی جائے تو قبول ہوتی ہے۔

ع: حضور علیہ السّلام مجازی طور پر حاجت روا ہیں۔

ف: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے استعانت جائز ہے۔

ک: اللہ کا نبی خُدا کی عطا سے دافع البلاء اور مشکل کشا ہوتا ہے۔

ن: حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت برحق ہے۔

و: حضور کی دُعا خُدا کی بارگاہ میں قابل قبول ہے۔

ی: حضور علیہ السّلام کو یا محمد کہنا جائز ہے۔

اب ترتیب وار اِن فوائد پر بحث کی جاتی ہے۔

ا: صبر کی تین اقسام ہیں۔ صبر مصیبت پر، صبر اطاعت پر اور صبر معصیت پر۔ جو شخص کسی مصیبت پر صبر کرتا ہے اللہ تعالےٰ اِس کے لیے تین سو درجات لکھ دیتا ہے اور ایک درجے سے دوسرے درجے کا فاصلہ ایسا ہوگا جیسے زمین و آسمان کا باہمی فاصلہ۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ

اَلصَّبْرُ عَلَى الْبَلَاءِ عِبَادَةٌ

مصائب پر صبر عبادت ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ صبر، حلم اور سخاوت یہ انبیاء کے

اخلاق ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے انبیار کرام کے ان اخلاق سے سرفراز فرمایا وہ انبیار کرام کے ساتھ بغیر حساب داخل جنت ہوگا۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں ایک حدیث بیان فرمائی کہ ایمان میں صبر کا مقام وہی ہے جو جسم میں سر کا مقام ہوتا ہے۔ سر کٹ جائے تو باقی جسم بیکار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جو کسی مصیبت پر صبر نہیں کرتا اسکا ایمان کامل نہیں ۔ مسند الفردوس کی ایک روایت میں ہے کہ خدا فرماتا ہے جو آدمی میرے فیصلے پر راضی نہیں اور میری نازل کردہ مصیبت پر صابر نہیں وہ میرے سوا کوئی اور خدا تلاش کرے۔ بعض اوقات مصائب و آلام پر صبر ترقی درجات کا پیغام ہوتا ہے مثلاً ایک آدمی اپنے ایک مسلمان بھائی کی ملاقات کے لیے گھر سے چلا۔ راستے میں پتہ چلا کہ وہ بیمار ہے تو اس نے عیادت کی نیت بھی کر لی۔ جب اس کے پاس پہنچا تو کہنے لگا کہ میں تمہاری ملاقات، عیادت اور بشارت کے لیے آیا ہوں۔ اس بیمار نے کہا ان تینوں چیزوں کو کیسے جمع کرلیا کہا گھر سے تو آپ کی زیارت کی غرض سے نکلا تھا راستے میں تمہاری بیماری کے بارے میں پتہ چلا تو عیادت کی بھی نیت کر لی اور تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جب خدا تعالیٰ کسی کے لیے کوئی مرتبہ اور مقام لکھ چکا ہوتا ہے اور وہ آدمی اپنے عمل سے اس مرتبہ کو حاصل نہیں کر سکتا تو خدا تعالیٰ اسے کسی جسمانی یا اولاد کی مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے اور وہ صبر کرتا ہے یہاں تک کہ

اس مرتبہ اور مقام کو پا لیتا ہے۔ (صـ۱۶۳ شعب الایمان)

حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے دیکھا کہ ایک آدمی اپنے عبادت خانے میں خدا کی عبادت میں محو ہے۔ پھر کچھ عرصہ بعد دیکھا کہ ایک درندے نے اسے چیر پھاڑ دیا اس کا سر کہیں ہے۔ ران کہیں اور کلیجہ کہیں ہے۔ موسیٰ علیہ السّلام نے عرض کی یا اللہ یہ بندہ تو تیرا اطاعت شعار تھا۔ تو نے اس کو اس مصیبت میں مبتلا کر دیا۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی طرف وحی کی۔ اس نے ایک مرتبے کی تمنا کی تھی اور اپنی عبادت سے اس مرتبے کو پا نہیں سکتا تھا۔ میں نے اسے اس ابتلار میں ڈال دیا تاکہ اس کو وہ مطلوبہ مقام حاصل ہو جائے۔

(صـ۱۶۳ شعب الایمان)

حضرت مطرف بن عبداللہ نے فرمایا۔

میں ایک جنازے میں حاضر ہوا۔ قبرستان میں ایک کونے میں میں نے خفیف سی دو رکعتیں پڑھیں۔ مجھے اونگھ آئی میں نے دیکھا ایک صاحب قبر مجھ سے کلام کر رہا ہے اور اس نے کہا کہ تم جانتے ہو لیکن عمل نہیں کرتے۔ جو تم نے دو رکعتیں پڑھی ہیں ان میں سے ایک رکعت میرے لئے تمام دنیا سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ میں نے اس سے پوچھا۔ اس قبرستان میں کون لوگ ہیں۔ اس نے جواب دیا سارے مسلمان ہیں اور سب خیر و عافیت سے ہیں۔ میں نے اس سے دریافت کیا ان سب سے افضل کون ہے۔ اس نے ایک قبر کی طرف اشارہ

کرکے کہاکہ یہ سب سے افضل ہیں۔ میں نے خدا سے دعا کی الٰہی اس صاحبِ قبر کو قبر سے نکال تاکہ میں اس سے کلام کروں۔ پس قبر سے ایک نوجوان نکلا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تجھے یہ مرتبہ کیسے ملا۔ آپ کوئی زیادہ عمر والے بھی نہیں ہیں کہ میں کہوں کہ آپ کو یہ مرتبہ حج و عمرہ جہاد فی سبیل اللہ اور زیادہ نیک عمل کی وجہ سے ملا ہے۔ اس نے کہا میں مصائب میں مبتلا کیا گیا۔ میں نے صبر کا مظاہرہ کیا اور ان تمام اصحاب قبور سے افضل قرار پاگیا۔ (صـ۲۴۸ شعب الایمان)

اب سنیئے قرآن کی نظر میں صبر کا اجر۔

دنیا میں اجر

ا۔ خدا تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۔

بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

ب: وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ہ اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَرَحْمَۃٌ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ ۔

ترجمہ: اور اے محبوب صابروں کو خوشخبری سنا دو کہ جب

ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور اسی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے صلاتیں اور رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

آخرت میں اجر

ارشادِ ربانی ہے۔

اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِیْرٌ۔

ترجمہ: وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا اور نیک عمل کیے ان کے لیے بخشش اور بڑا اجر ہے۔

اِنَّمَا یُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ

ترجمہ: صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر دیا جائیگا۔

ب: خدا تعالےٰ نے ہر انسان کو دو آنکھیں سر میں اور دو دل میں عطا فرمائی ہیں۔ سر کی آنکھیں ہر ایک کی کھلی ہیں دیکھتی ہیں لیکن دل کی آنکھیں صرف انبیاء علیہم السّلام اور اولیائے کاملین کی کھلی ہوتی ہیں اور دیکھتی ہیں۔ سر کی آنکھیں مناسب فاصلے تک دیکھ سکتی ہیں لیکن دل کی آنکھیں دور کی چیزوں کو بھی دیکھ لیتی ہیں۔ دِل کی آنکھوں کا

ثبوت قرآن میں موجود ہے۔ خدا فرماتا ہے۔

فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ۔

یعنی اسلام کے مخالف ظاہری آنکھوں سے نابینا نہیں لیکن ان کے دِل کی آنکھیں اندھی ہیں۔

علامہ اقبال نے کہا۔

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی
ہو دیکھنا تو دیدۂ دِل وا کرے کوئی

حصولِ علم کا ذریعہ حواسِ خمسہ ہیں۔ اِن میں آنکھ کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ خدا تعالےٰ نے اِنسان کو زندگی جیسی بے بہا اور انمول نعمت بخشی اور پھر اس زندگی سے محظوظ ہونے کے لیے حواسِ خمسہ عنایت فرمائے اور عقل جیسی دولت سے سرفراز فرمایا جس کے ذریعے انسان زندگی کے راستے میں حوادثِ روزگار کی پیدا کردہ مشکلات اور رکاوٹوں پر عبور حاصل کرتا ہے۔

زوالِ بصارت بھی زندگی کے راستے میں اگرچہ ایک عظیم رُکاوٹ ہے لیکن ناقابل عبور نہیں۔ نابینا فردِ کے لیے اس کی قوتِ سامعہ اور قوتِ لامسہ بینائی کا قائمقام بن جاتی ہے۔

اسلامی طرزِ معاشرت میں نابینا کو ازدواجی زندگی حاصل کرنے کا حق حاصل ہے۔ نابینا کی خرید و فروخت جائز ہے۔ اِسے کاروبار

کرنے کا حق حاصل ہے۔ تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے بعد اسے بطورِ معلم مؤذن اور امام بن کر روزگار کرنے کا حق ہے۔ نابینا افراد کی شہادت کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود اگر ضروریاتِ زندگی کی فراہمی سے محروم رہے تو اسلامی حکومت پر اس کا یہ حق ہے کہ اسے زکوٰۃ اور صدقات کی مد سے وظیفہ دے۔ نابینا افراد اپنے آباؤ اجداد سے وِرثہ پانے کا حق رکھتے ہیں۔ جن کاموں کے لیے نظر ضروری ہے۔ مثلاً جہاد فی سبیل اللہ اِن سے نابینا افراد کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ اِسلامی معاشرے میں نابینا افراد کو وہ تمام حقوق حاصل ہیں جو ایک بینا آدمی کو حاصل ہیں۔ اِن تمام حقوق کی فراہمی کے باوجود اگر کوئی نابینا احساسِ کمتری کا شکار ہو اور بصارت سے محرومی اِس کو شدّت سے محسوس ہو تو اِس کے لیے بشارتِ جنت اس کا ایک عظیم سہارا ہے۔

حدیثِ قدسی ہے خدا فرماتا ہے۔

مَنْ اَذْهَبْتُ كَرِيْمَتَيْهِ فَصَبَرَ وَاحْتَسَبَ لَمْ اَرْضَ لَهٗ ثَوَابًا دُوْنَ الْجَنَّةِ۔

ترجمہ: میں نے جس کی دو آنکھیں لے لیں پس اِس نے صبر کیا اور طالبِ ثواب ہوا تو اِس کے ثواب کے لیے جنت سے کم کِس طرح راضی نہ ہوں گا۔

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ ہمارے قریب سے

حضرت ابن ام مکتوم گزرے اور انہوں نے سلام کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلاَ اُحَدِّثُکُمْ بِمَا حَدَّثَنِیْ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِنَّ اللّٰهَ جَلَّ ثَنَاؤُهٗ یَقُوْلُ حَقٌّ عَلَیَّ مَنْ اَخَذْتُ کَرِیْمَتَیْهِ اَنْ لَیْسَ لَهٗ جَزَاءٌ اِلَّا الْجَنَّةِ ۔

(صفحہ ۱۹۳ شعب الایمان) (صفحہ ۶۳/۲ ترمذی شریف)

ترجمہ: کیا میں تمہیں وہ حدیث نہ بتاؤں جو جبریل علیہ السلام نے مجھ سے بیان کی: بیشک اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھ پر حق ہے کہ جس کو میں نابینا کر دوں تو اس کی جزا میں میں اس کو جنت عطا فرماؤں۔

حضرت انس ہی سے ایک اور حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ارشادِ خداوندی ہے

اِذَا اَخَذْتُ بَصَرَ عَبْدِیْ فَصَبَرَ فَعَوَّضْتُهٗ عِنْدِیْ الْجَنَّةَ ۔

(صفحہ ۱۹۳ شعب الایمان)

ترجمہ: جب میں اپنے بندے کی قوتِ باصرہ سلب کر لوں پس وہ صبر کرے تو اس کا بدلہ میرے پاس جنت ہے۔

ج: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نابینا صحابی کو دعا مانگنے سے پہلے دو چیزوں کا حکم فرمایا ایک وضو اور دوسرا دو رکعتیں پڑھنے کا۔ جہاں

تک وضو کا تعلق ہے یہ ظاہری اور باطنی طہارت کا ذریعہ ہے۔ اہلِ طریقت کے ہاں ہمیشہ باوضو رہنے کا حکم ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الوضوء حصن المومن وضو مومن کا محافظ ہے۔

اہلِ معرفت کہتے ہیں جو شخص ہمیشہ باوضو رہتا ہے اللہ تعالےٰ اِسے سات خصلتوں کی عزت بخشتا ہے۔

۱۔ فرشتے اِسکی صحبت سے رغبت کرتے ہیں۔

۲۔ اعمال لکھنے والے فرشتوں کا قلم ہمیشہ ثواب لکھنے میں جاری رہتا ہے۔

۳۔ باوضو رہنے والے کے تمام اعضاءِ بدن تسبیح پڑھتے رہتے ہیں۔

۴۔ اِس سے تکبیرِ اُولیٰ فوت نہیں ہوتی۔

۵۔ فرشتے اِسکی حفاظت کرتے ہیں اور جن اور شیاطین نقصان نہیں پہنچاتے۔

۶۔ اللہ اِس پر جان کنی کا وقت آسان فرما دیتا ہے۔

۷۔ جب تک مومن باوضو رہتا ہے اللہ تعالےٰ کی امان میں رہتا ہے۔

ہمیشہ باوضو رہنے سے دُنیا اور آخرت میں بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں مثلاً

دُنیا میں فائدے

حدیث ۱ : سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ولا یحافظ علی

اَلْوُضُوْءِ اِلَّا مُؤْمِنٌ ۔ (صفحہ ۱۸۶/۲ ابن حبان)

یعنی وضو کی حفاظت مومن کرتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ہمیشہ باوضو رہنا مومن ہونے کی نشانی ہے۔

حدیث ۲ : جو آدمی رات کو باوضو ہو کر سوئے اور رات کے کسی حصّے میں جاگے تو ایک فرشتہ کہتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِكَ فَاِنَّهٗ بَاتَ طَاھِرًا ۔

ترجمہ : الٰہی اپنے بندے کو بخش دے کیونکہ اس نے رات پاکیزگی میں گزاری ہے۔ (صفحہ ۲۸/۳ شعب الایمان)

حدیث ۳ : حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

یَا بُنَیَّ اِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَکُوْنَ اَبَدًا عَلٰی وُضُوْءٍ فَافْعَلْ فَاِنَّ مَلَکَ الْمَوْتِ اِذَا قَبَضَ رُوْحَ الْعَبْدِ وَھُوَ عَلٰی وُضُوْءٍ کُتِبَ لَهٗ شَھَادَةٌ ۔ (صـ ۲۹/۳ شعب الایمان) (صـ ۱۲۵/۳ ابن عساکر)

ترجمہ : اے میرے بیٹے اگر تجھ سے ہو سکے تو ہمیشہ باوضو رہ کیونکہ جب ملک الموت بندے کی روح قبض کرتا ہے اور وہ باوضو ہوتا ہے تو اس کے لیے شہادت لکھ دی جاتی ہے۔ یعنی خدا اسے مرتبۂ شہادت عطا فرماتا ہے

حدیث ۴ : سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا مِنْ رَجُلٍ یَتَوَضَّاءُ فَیُحْسِنُ الْوُضُوْءَ اِلَّا غُفِرَلَهٗ مَا بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الصَّلٰوۃِ الْاُخْرٰی۔

(صفحہ ۲/۱ معنف ابن ابی شیبہ)

ترجمہ: جب کوئی آدمی کامل وضو کرے تو اس کے اور آنے والی نماز کے درمیانی گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

حدیث ۵: حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

مَنْ مَشٰی اِلٰی صَلَاۃٍ مَکْتُوْبَۃٍ وَھُوَ مُتَطَھِّرٌ کَانَ لَهٗ کَاَجْرِ الْحَاجِّ الْمُحْرِمِ۔

(صفحہ ۲۶۸/۵ مسند امام احمد)

ترجمہ: جو پاک ہو کر نمازِ فرض کے لیے جائے اس کو احرام باندھ کر حج کرنے والے کی طرح ثواب ہے۔

آخرت کے فائدے

حدیث ۱: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ وضو کرتے ہوئے بازو بغلوں تک دھوتے۔ دریافت کرنے پر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

تَبْلُغُ حِلْیَۃُ الْمُؤْمِنِ حَیْثُ یَبْلُغُ الْوُضُوْءُ۔

(صفحہ ۳۵/۱ نسائی، صفحہ ۵۵/۱ ابن ابی شیبہ)

ترجمہ: جنت میں مومن کا زیور وہاں تک ہوگا جہاں تک

وضو کا پانی پہنچتا ہے۔

حدیث ۲: اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی طرف وحی کی۔

یَا مُوْسیٰ یَتَوَضَّاءُ اَحْمَدُ وَاُمَّتُہٗ کَمَا اَمَرْتُہُمْ اُعْطِیْہِمْ بِکُلِّ قَطْرَۃٍ تَقْطُرُ مِنَ الْمَاءِ جَنَّۃً عَرْضُہَا کَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ۔
(صفحہ نمبر ۲۴۰ تنبیہ الغافلین)

ترجمہ: اے موسیٰ احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اُمت وضو کرے گی جیسے میں ان کو حکم دوں گا پانی کا جو قطرہ بھی گرے گا میں ان کو اس کے بدلے ایسی جنت عطا کروں گا جسکی چوڑائی زمین و آسمان کی طرح ہو گی۔

حدیث ۳: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان وضو کرے اور اچھا وضو کرے پھر کھڑے ہو کر ظاہر و باطن سے متوجہ ہو کر دو رکعت نماز ادا کرے اس کے لیے جنّت واجب ہو جاتی ہے۔
(صفحہ ۱۲۲/۱ مسلم شریف)

حدیث ۴: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقبرہ یعنی جنت البقیع میں تشریف لے گئے اور فرمایا سلامتی ہو تم پر اے مومنین کی جماعت اور ہم بھی ان شاء اللہ تمہارے پاس آنے والے ہیں اور ہم اپنے بھائیوں کو دیکھنے کی تمنا رکھتے

ہیں۔ صحابہ نے عرض کی یا رسُول اللہ کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا تم میرے صحابی ہو اور میرے بھائی وہ ہیں جو ابھی (دُنیا میں) نہیں آئے۔ صحابہ نے عرض کی کَیْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَمْ یَأْتِ بَعْدُ مِنْ اُمَّتِكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ یا رسُول اللہ آپ قیامت کے دن اِن اُمتیوں کو کیسے پہچان لیں گے جو اب تک دُنیا میں نہیں آئے۔ آپ نے فرمایا مجھے بتاؤ کہ اگر ایک شخص کے پاس سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں والے گھوڑے ہوں اور وہ نہایت سیاہ گھوڑوں میں ملے ہوں تو کیا وہ اپنے گھوڑوں کی شناخت کرلے گا۔ عرض کی ہاں یا رسُول اللہ۔ آپ نے فرمایا (قیامت کے دن) وضُو کے اثر سے سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں کے ساتھ آئیں گے اور میں حوضِ کوثر پر اِن کا پیش رَو ہوں گا۔

(صفحہ ۳۵ نسائی شریف)

د: زیرِ بحث حدیث میں نبی کریم نے خود اپنے وسیلے سے دُعا مانگنے کی تعلیم فرمائی جس سے یہ بات اظہر من الشمس ہوگئی کہ آپ کے توسل سے دُعا مانگنا جائز ہے اور دُعا کی قبولیّت کا ذریعہ ہے۔ جناب رسُولِ مقبوُل صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات سے توسل درج ذیل چار مواطن پر ثابت ہے۔

پہلا موطن: دُنیا میں آنے سے پہلے آپ سے توسل:

حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب

حضرت آدم علیہ السّلام سے لغزش سرزد ہوئی تو اس کے اعتذار میں انہوں نے کہا۔

یَا رَبِّ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اَنْ تَغْفِرَ لِیْ۔

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے بہ صدقہ محمّد صلی اللہ علیہ وسلم بخش دے۔

اس پر بارگاہِ الٰہی سے فرمان آیا کہ تم نے محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچانا۔ ابھی تک تو میں نے ان کو پیدا بھی نہیں کیا۔ عرض کی یا اللہ جب تو نے مجھے اپنے یدِ قدرت سے پیدا فرمایا اور مجھ میں روح پھونکی اور میں نے اپنا سر اٹھایا۔ تو میں نے عرش پر لکھا ہوا دیکھا لا الٰہ الا اللہ محمّد رسول اللہ میں نے جان لیا کہ تیرا ایک ایسا بندہ ہے جو تجھے ساری مخلوق سے زیادہ محبوب ہے۔ ارشاد ہوا جب تو میری بارگاہ میں ان کو وسیلہ لایا تو میں نے بھی تیری لغزش کو معاف فرما دیا۔ اے آدم اگر محمّد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے میں تمہیں پیدا نہ کرتا۔

(صہ ۶۱۵/۲ المستدرک، صہ ۶۲/۱ زرقانی)

زرقانی میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ خدا نے فرمایا۔

یَا اٰدَمُ لَوْ تَشَفَّعْتَ اِلَیْنَا بِمُحَمَّدٍ فِیْ اَھْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَشَفَّعْنَاكَ۔

(صفحہ ۶۲/۱ زرقانی)

ترجمہ: اے آدم اگر محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے تمام آسمانوں اور زمین والوں کی شفاعت کرتے تو ہم تمہاری شفاعت

قبول کرتے۔

زمین و آسمان کی مخلوق میں شیطان، نمرود، فرعون، ہامان ابوجہل، ابولہب، مشرکین، دھریے، منافقین وغیرہ سبھی کافر موجود ہیں۔ اگر حضرت آدم علیہ السّلام حضور علیہ السّلام کے وسیلے سے ان کی مغفرت کی دعا مانگتے تو ان تمام کفار کی بخشش بھی ہو جاتی۔ لیکن حضرت آدم علیہ السّلام نے ایسا نہیں کیا کیونکہ یہ تمام متذکرہ کافر مردود ناری اور دوزخی ہیں۔ خود حضرت آدم علیہ السّلام خدا کے مقبول ہیں جنتی ہیں۔ انکے نصیب میں حضور کا وسیلہ تھا اور ان مردودوں کے نصیب میں ہمارے نبی کریم کا وسیلہ نہ تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ امام الانبیاء کا وسیلہ جنتیوں اور مقبولوں کے نصیب میں ہوتا ہے۔ مردودوں اور دوزخیوں کے نصیب میں نہیں ہوتا۔

دعا کیونکر نہ ہو مقبول حضرت کے وسیلے سے
خدا نے آج تک ٹالا نہیں کہنا محمد کا

دوسرا موطن:

دنیاوی زندگی میں آپ سے توسل:

جیسے کہ زیر بحث حدیث سے ثابت ہے کہ اس نابینا صحابی نے آپ کے وسیلے سے دعا مانگی تو خدا تعالےٰ نے اس کی آنکھوں میں نورانیت کا دریا جاری فرما دیا۔ چنانچہ اس حدیث کے راوی حضرت عثمان بن حنیف فرماتے ہیں۔ خدا کی قسم وہ نابینا اس حال میں ہمارے

پاس آیا کہ کانہ لم یکن بہ ضرر قط کہ اس کی آنکھیں بالکل اندھی نہ تھیں اور اس کی بینائی واپس آچکی تھی۔

(صفحہ ۱۸۴/۱ طبرانی صغیر)

تیسرا موطن

وفات کے بعد آپ سے توسل۔

حضرت عثمان بن حنیف سے روایت ہے کہ ایک آدمی کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ایک حاجت تھی جو پوری نہیں ہو رہی تھی اور حضرت عثمان غنی بھی اس کی طرف نظر التفات نہ فرماتے اس آدمی نے اپنا حال حضرت عثمان بن حنیف سے بیان کیا اور اسکا کوئی حل تلاش کرنا چاہا۔ انہوں نے کہا جا وضو کر اور مسجد میں دو رکعت نماز ادا کر اور یہ دعا مانگ اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ ..... الخ اس کے بعد اپنی حاجت عرض کر وہ آدمی گیا اور جو کچھ اس سے کہا گیا تھا اس نے اس پر عمل کیا۔ اس کے بعد حضرت عثمان غنی کے دروازے پر حاضر ہوا تو دربان نے اس کا ہاتھ پکڑا اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پاس لے آیا۔ انہوں نے اپنے خاص فرش پر ان کو بٹھایا اور حاجت پوچھی۔ جو بھی اسکی حاجت تھی پوری کر دی اور ساتھ ہی فرمایا تمہیں جو بھی ضرورت ہو مجھے کہنا تاکہ پوری ہو جائے۔ وہ آدمی خوشی خوشی حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے رخصت ہو کر حضرت عثمان بن حنیف کے پاس آیا اور کہا خدا آپ

کو جزائے خیر عطا فرمائے آپ نے میری سفارش حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے فرمائی اور انہوں نے میرے ساتھ ایسا سلوک کیا حالانکہ اِس سے پہلے میری طرف توجہ بھی نہ فرماتے۔ انہوں نے کہا خدا کی قسم میں نے اِن سے کوئی بات نہیں کی سوائے اس کے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کے پاس ایک نابینا آیا اور دُعا مانگی اور اس کی آنکھیں روشن ہوگئیں اور ساری حدیث بیان کرکے فرمایا کہ میں نے اِس پر قیاس کیا کہ نبی کریم کا قول موجب قضائے حاجت ہے۔ (ص ۳۱/۹ طبرانی کبیر)

چوتھا موطن

" عرصۂ قیادت میں توسل "

اس توسل کا تعلق حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے ہے اور شفاعت کے بارے میں کثرت سے احادیث موجود ہیں۔ چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ قَدْ دَعَاهَا فِيْ اُمَّتِهٖ وَاِنِّيْ اخْتَبَاْتُ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً لِاُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (صفحہ ۱۳۲/۸ ابن حبان)

ترجمہ:۔ ہر نبی کے لیے ایک (خاص) دُعا ہے جو اِس نے اپنی اُمت کے بارے میں مانگ لی اور میں نے

اپنے حصے کی دعا کو چھپا رکھا ہے۔ میں اس سے قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔

۲: ایک مرتبہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَتَانِی اللَّیْلَةَ آتٍ فَخَیَّرَنِیْ بَیْنَ اَنْ یَّدْخُلَ نِصْفُ اُمَّتِیَ الْجَنَّةَ وَبَیْنَ الشَّفَاعَةِ وَاِنِّیْ اخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ۔

ترجمہ: آج رات ایک آنیوالا میرے پاس آیا اس نے مجھے اختیار دیا کہ میری آدھی امت جنت میں داخل ہو جائے یا میں شفاعت اختیار کر لوں۔ میں نے شفاعت کو پسند کیا۔

اس پر صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ہمیں بھی اپنی شفاعت میں داخل فرمالیں۔ آپ نے فرمایا۔

اِنَّ شَفَاعَتِیْ لِمَنْ مَّاتَ لَا یُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَیْئًا مِّنْ اُمَّتِیْ۔ (صفحہ ۱۳۲/۸ ابن حبان)

ترجمہ: بیشک میری شفاعت میرے اس امتی کے لیے ہے جو اس حال میں وفات پائے کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو۔

۳: سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ عَنْهُ فَاُكْسٰى

حُلَّةً مِّنْ حُلَلِ الْجَنَّةِ ثُمَّ اَقُوْمُ عَنْ يَمِيْنِ الْعَرْشِ لَيْسَ اَحَدٌ مِّنَ الْخَلَائِقِ يَقُوْمُ ذَالِكَ الْمَقَامَ غَيْرِيْ۔ (صـــ ۲۰۱/۲ ترمذی)

ترجمہ: میں پہلا شخص ہوں گا جس سے اسکی قبر شق ہوگی بعد ازاں مجھے جنتی حلوں میں سے ایک پوشاک پہنائی جائیگی۔ پھر میں عرش کے دائیں جانب ایسے مقام (مقام محمود) پر کھڑا ہوں گا جہاں تمام مخلوق میں سے کوئی بھی میرے علاوہ کھڑا ہونے کی اہلیت اور لیاقت نہ رکھے گا۔

۵۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كُنْتُ اِمَامَ النَّبِيِّيْنَ وَخَطِيْبَهُمْ وَصَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ غَيْرَ فَخْرٍ۔

(صـــ ۲۰۱/۲ ترمذی)

ترجمہ: میں قیامت کے دن تمام انبیاء کا امام اور ان کی طرف سے خدا کے ساتھ گفتگو کرنیوالا ہوں گا اور ان کا خدا سے شفاعت کا حق دلانے والا میں حقیقت کا اظہار کرتا ہوں نہ کہ فخر و تکبر کا اظہار۔

پیشِ حق مژدہ شفاعت کا سناتے جائیں گے
آپ روتے جائیں گے ہم کو ہنساتے جائیں گے

شفاعت کرے حشر میں جو رضا کی
سوا تیرے کس کو یہ قدرت ملی ہے

ر: خدا تعالےٰ نے ارشاد فرمایا۔

اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ۔

ترجمہ: میں دُعا کرنیوالوں کی دُعا قبول کرتا ہوں تم بھی ہمارے احکام کو مانو۔

خدا تعالےٰ نے بندہ کو مختلف چیزوں کا محتاج بنایا ہے وہ خود حقیقی حاجت روا بندہ اپنی حاجتوں کی تکمیل کے لیے خدا سے دُعا کرتا ہے اور جب بندہ دُعا کرتا ہے تو خدا تعالےٰ یا تو اسکی مطلوبہ چیز اس کو عطا کر دیتا ہے یا اِس دُعا کے بدلے کوئی آنے والی مُصیبت ٹال دیتا ہے یا اس دُعا کو بطور ذخیرہ قیامت کے دن کے لیے اپنے پاس رکھ لیتا ہے اور اِس کا ثواب قیامت کے دن دُعا مانگنے والے کو عطا کرے گا۔ اِس وقت وہ دُعا مانگنے والا کہے گا کاش دُنیا میں میری کوئی دُعا بھی قبول نہ ہوتی اور تمام دُعاؤں کا صِلہ اور ثواب مجھے آج مِلتا۔

مُسلمان کی دُعا قبول ہونے کے مندرجہ ذیل اسباب ہیں۔

پہلا سبب

اعمال صالحہ اجابت دُعا کے لیے نہایت ہی اعلیٰ درجہ

کا وسیلہ ہیں۔ جب خدا کا بندہ اِس کی اور اِس کے رسُول مقبُول کی اطاعت کرتا ہے۔ احکاماتِ شریعت کی پابندی کرتا ہے صغائر و کبائر کی آلودگیوں میں ملوث ہونے سے بچتا ہے۔ فرائض و واجبات بجالاتا ہے۔ سُنن رسول پر عمل کرتا ہے تو خُدا تعالیٰ بھی اِس بندے سے راضی ہو جاتا ہے اور اِسکی دُعا کو قبولیت سے سرفراز فرماتا ہے۔ مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ جو اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اِس کا ہو جاتا ہے اور جب اللہ بندے کا ہو جائے تو پھر خُدا تعالیٰ اپنے بندے کی دُعا رد نہیں کرتا بلکہ بندہ خدا سے جو مانگتا ہے وہ عطا کرتا ہے۔

دوسرا سبب

حضرت ابن صبیح نے فرمایا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک آدمی نے خشک سالی کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو۔ ایک اور آدمی نے غربت کی شکایت کی۔ آپ نے اِسے بھی استغفار کا حکم دیا۔ ایک اور آدمی نے عرض کی اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں کہ وہ مجھے لڑکا عطا فرمائے آپ نے اِسے بھی استغفار کا حکم دیا ایک اور آدمی نے عرض کی میرا باغ خشک ہو گیا ہے آپ نے۔ یہی استغفار کا حکم دیا۔ ابن صبیح فرماتے ہیں ہم نے عرض کی آپ نے سب کو ایک ہی کام کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے فرمایا میں نے اپنی طرف سے کچھ نہیں کہا۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ نوح

میں ارشاد فرمایا۔

اَسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا

(ص ۳۰۲/۱۸ تفسیر قرطبی)

ترجمہ: لوگو اپنے رب سے استغفار کرو وہ بخشنے والا ہے تمہارے لیے بارش برسائے گا۔ اولاد اور مال سے تمہاری مدد کرے گا۔ نہریں اور باغ تمہیں عطا کریگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهٗ مِنْ كُلِّ ضِيْقٍ مَخْرَجًا وَّمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا وَّرَزَقَهٗ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۔

(صفحہ نمبر ۲۲۰/۱ ابوداؤد)

ترجمہ: جس بندہ نے ہمیشہ کے لیے اپنے اوپر توبہ استغفار کرنا لازم کر لیا خدا تعالےٰ اسے ہر طرح کی مصیبت اور قلت اور تنگیٔ معاش سے بچائے گا اور غم دور کر دے گا اور وہاں سے رزق دے گا جو وہم و گمان میں بھی نہ ہو گا۔

تیسرا سبب

دُعا کے وقت اسمِ اعظم پڑھنا اور دُعا کرنا ضرور قبولیت کا ذریعہ ہے۔ عُلماء، محدثین اور مفسرین نے اسمِ اعظم کی تحقیق و تدقین میں بے حد کوشش کے بعد چند روایات نقل فرمائی ہیں

تفسیر کبیر میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے منقول ہے۔ اعظم اسماء اللہ الحی القیوم اسم اعظم اللہ الحی القیوم ہے

حضرت اسماء بنت یزید کی روایت میں ہے کہ رسولِ خدا نے فرمایا۔ اسمِ اعظم اِن دو آیات میں ہے۔

والھکم الہ واحدہ لا الہ الا ھو الرحمٰن الرحیم اور دوسری آیت اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم۔

حضرت بریدہ اسلمی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اِن الفاظ سے دُعا کرتے دیکھا۔

اللھم انی اسئلک بانی اشھد انک انت اللہ الذی لا الہ الا انت الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد۔

فرمایا تم نے اسمِ اعظم سے دُعا مانگی ہے۔ یہ وہ اسمِ اعظم ہے کہ جب دُعا کرو گے قبول ہوگی۔ جو مانگو گے ملے گا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص نے فرمایا کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا۔ حضرت یونس علیہ السّلام نے مچھلی کے پیٹ میں یہ دُعا مانگی تھی۔ لا الہ الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین. یہ دُعا قبولیت کے لیے اکسیرِ اعظم اور دافع رنج والم ہے۔

چوتھا سبب

کسی نبی مُرسل یا ولی کے وسیلے سے دُعا مانگی جائے تو قبول ہوتی ہے جیسے کہ زیرِ بحث حدیث سے ثابت ہے۔ علاوہ ازیں بخاری شریف میں ہے کہ حضرت فاروقِ اعظم حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلے سے بارش کی دُعا مانگتے تو بارش ہو جاتی۔ ایسا ایک واقعہ علامہ علی بن برہان الدین نے لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ دورِ فاروقی میں قحط سالی ہوئی تو حضرت کعب احبار نے حضرت فاروقِ اعظم سے عرض کی یا امیرالمومنین بنی اسرائیل میں جب اس طرح کے حالات رونما ہوتے تو نبیوں کے کسی رشتہ دار کے وسیلے سے دُعا مانگتے تھے۔ فاروقِ اعظم نے فرمایا یہ حضرت عباس سید بنی ہاشم موجود ہیں جو نبی کریم کے چچا اور ان کے باپ کے قائم مقام ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ اِن کے پاس تشریف لے گئے اور لوگوں کی مشکلات کی شکایت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ منبر پر جلوہ گر ہوئے اور آپ کے ساتھ حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ تھے۔ آپ نے دُعا مانگی۔ اے اللہ ہم تیری طرف رجوع کرتے ہیں اپنے نبی کے چچا کے وسیلے سے اور جو اِن کے باپ کے قائمقام ہیں ہم پر بارش برسا۔

اور ہمیں نا اُمید نہ کر۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے کہا۔ اے عباس آپ بھی اُٹھ کر دُعا کریں۔ وہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے خُدا تعالےٰ کی حمد و ثنا بیان کی۔ پھر یہ دُعا کی۔ اے اللہ ہماری شفاعت خود ہمارے حق میں اور ہمارے اہل و عیال کے حق میں قبول فرما۔ اے اللہ ہم تیری بارگاہ میں بھوک کی شکایت کرتے ہیں۔ یا اللہ ہم تیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں اور تیرے غیر سے دُعا نہیں کرتے اور تیری طرف رغبت کرتے ہیں۔ پس خُدا تعالےٰ نے اِن کے گھروں کی طرف واپس ہونے سے پہلے بارش فرما دی اور وہ بارش میں بھیگ گئے اور زمین سرسبز و شاداب ہو گئی اور لوگوں کی معیشت کا سامان مہیا ہو گیا۔ فاروقِ اعظم نے فرمایا واللہ یہ (حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ) اللہ کی طرف وسیلہ ہیں۔ لوگوں نے حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو ہاتھ لگا کر تبرک حاصل کرنا شروع کر دیا اور کہنے لگے اے عباس آپ کو مبارک ہو کہ آپ کی برکت سے حرمین میں ہمیں بارش میسر ہوئی اور اسی دن باہر سے کچھ لوگ مدینہ طیبہ آئے انہوں نے بادل سے آواز سنی اے عمر تیری فریاد رسی کی گئی۔ اے عمر تیری فریاد رسی کی گئی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ فاروقِ اعظم کے دور میں ایک مرتبہ بار بار بارش کی دُعا کی گئی لیکن بارش نہ ہوئی۔ یہ سترہ ہجری کا واقعہ ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کل میں ایک ایسی ہستی کے وسیلے سے بارش کی دُعا کروں گا جسکی برکت سے خدا بارش برسا دیگا

صُبح ہوئی تو آپ حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پاس گئے اِن کا دروازہ کھٹکھٹایا اندر سے آواز آئی کون۔ آپ نے فرمایا میں عمر ہوں پُوچھا کیا کام ہے۔ آپ نے فرمایا باہر آؤ۔ آپ کے وسیلے سے ہم بارش کی دُعا مانگیں۔ حضرت عباس نے فرمایا ذرا ٹھہرو اور اُنہوں نے بنی ہاشم سے فرمایا اچھا لباس پہن کر صاف ستھرے ہو کر آؤ پھر آپ ان کے سَاتھ اِس طرح باہر نِکلے کہ آپ (حضرت عباس) کے آگے حضرت علی المرتضیٰ اَور دائیں طرف امام حسن اور بائیں طرف امام حُسین اَور باقی بنی ہاشم آپ کے پیچھے اور حضرت عمرؓ سے فرمایا ہمارے سَاتھ کوئی اَور شامل نہ ہو۔ پھر نماز استسقیٰ کی جگہ تشریف لائے خُدا تعالےٰ کی حمد وثنا بیان کی اور یُوں دُعا کی۔ یا اللہ تو نے ہمیں پیدا کیا اَور پیدائش سے پہلے ہم کیا تھے یہ تو بہتر جانتا ہے۔ تو ہمارے رِزق سے بخوبی واقف ہے۔ الٰہی جس طرح شروع میں تُو نے ہمیں فضیلت دی۔ اب آخر میں بھی ہمیں فضیلت سے سرفراز فرما حضرت جابر فرماتے ہیں۔ اِسی وقت بادل چھا گئے اور ہم گھروں تک پہنچنے سے پہلے ہی بارش میں بھیگ گئے۔

(ص۵۲ ج۲ انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون)

ع : اللہ کا نبی اسکی عطا سے حاجت رَوا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت علی نے فرمایا۔ میری وفات سے پہلے پُوچھ لو مجھ سے اِس عِلم کے بارے میں جس کو نہ جبرئیل جانتے ہیں نہ میکائیل

اور وہ علم مجھے اللہ کے رسول نے سکھایا اور اللہ تعالےٰ نے معراج کی رات آپ کو وہ علم عطا فرمایا۔ حضورؐ نے فرمایا میرا نورؐ حضرت ابراہیم کے جسدِ اقدس میں اس وقت موجود تھا جبکہ آپ کو منجنیق میں بٹھا کر نارِ نمرود میں ڈالا جانے لگا۔ اس وقت جبرئیل امین آئے اور عرض کی یاخلیل الرحمٰن هل لك من حاجة۔ اے اللہ کے خلیل کوئی حاجت ہے۔ انہوں نے جواب دیا آپ سے کوئی حاجت نہیں پھر جبرئیل و میکائیل دونوں آئے۔ پھر جبرئیل نے کہا کوئی حاجت ہے آپ نے فرمایا نہ تجھ سے کوئی حاجت ہے اور نہ ہی میکائیل سے۔ تیسری مرتبہ جبرئیل نے پھر یہی کہا اس پر حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے فرمایا اے میرے بھائی جبرئیل خلیل اپنے خلیل اور اپنے درمیان کسی دوسرے واسطے کو پسند نہیں کرتا اور یہ بات اسکی شایانِ شان بھی نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا اس وقت خدا نے مجھے بولنے کی قوت عطا فرمائی۔ میں نے کہا جب اللہ تعالےٰ مجھے نبوت و رسالت سے سرفراز فرمائے گا تو اپنے بھائی جبرئیل کو اس مکالمے سے آگاہ کر دوں گا جو اس کے اور خلیل کے درمیان ہوا۔ جب بعثت کے بعد جبرئیل معراج کی رات سرورِ کائنات کو خدا کی بارگاہ میں لے جانے کے لیے آئے اور آپ کو لے کر سدرۃ المنتہیٰ پہنچے تو جبرئیل وہاں رک گئے حضورؐ نے فرمایا ایسے مقام پر مجھے تنہا چھوڑ رہے ہو۔ جبرئیل نے عرض کی اگر یہاں سے آگے تجاوز کروں گا تو مجھے نور جلا دے گا۔ اس وقت نبی کریم نے فرمایا

يَا جِبْرِيْلُ هَلْ لَكَ مِنْ حَاجَةٍ اِلٰى رَبِّكَ ۔

ترجمہ: اے جبرئیل رب کی طرف تیری کوئی حاجت ہے ۔

عرض کی اللہ سے اجازت مل جائے کہ میں قیامت کے روز پلصراط پر آپ کی اُمت کے قدموں کے نیچے اپنے پَر بچھا دوں تاکہ وہ پلصراط عبُور کر لیں ۔

(صفحہ ۹۳ /۶ زرقانی)

اِس روایت پر غور فرمائیں جب حضور نے جبرئیل سے فرمایا کوئی حاجت ہو تو بتاؤ اُنہوں نے یہ عرض نہیں کی یارسُول اللہ اگر میری کوئی حاجت ہو گی تو میں خود خُدا کی بارگاہ میں پیش کر لوں گا ۔ حاجت رَوا تو اللہ ہے آپ تو حاجت رَوا نہیں بلکہ حضور کی بارگاہ میں حاجت پیش کی جو اِس بات کی بین دلیل ہے کہ جبرئیل آپ کو خُدا کی عطا سے حاجت رَوا جانتے ہیں اَور حضوُر کی حدیث ہے کہ

خلقت الملائکۃ من نور

فرشتے نوُری مخلُوق ہیں ۔

جب حضوُر نورُیوں کے حاجت روا ہیں تو خاکیوں کے تو بطریقِ اَولیٰ حَاجت رَوا ہوں گے ۔ چنانچہ متعدد احادیث اِس بات پر شاہد ہیں کہ صحابہ کرام اپنی حاجات حضور کی بارگاہ میں پیش کرتے اور آپ ان کی حاجات کو پُورا فرماتے ۔ چند احادیث ملاحظہ ہوں ۔

۱۔ ایک عورت اپنے لڑکے کو حضور کے پاس لائی اور عرض کی یارسول اللہ اِس لڑکے پر بلا مسلّط ہے کوئی بات نہیں کرتا۔ حضوُر

نے فرمایا پانی لاؤ وہ برتن میں پانی لائی آپ نے اس میں کُلّی کر کے فرمایا۔ یہ پانی اسے پلاؤ اور اس پانی سے اسے نہلاؤ بھی۔ اس عورت نے آپ کے ارشاد پر عمل کیا وہ لڑکا اچھا بھی ہو گیا اور دُوسرے لڑکوں سے عقلمند اور صاحبِ فراست ہو گیا۔

(صفحہ ۱۶۰/۲۵ طبرانی کبیر، صفحہ ۵۲/۸ ابن ابی شیبہ)

۲۔ حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں۔

میں نے عرض کی یارسُول اللہ میں آپ سے بہت کچھ سنتا ہوں لیکن بھول جاتا ہے۔ فرمایا اپنی چادر پھیلا دو۔ میں نے اسے پھیلا دیا آپ نے لپ بھر بھر کر اس میں ڈال دیئے اور پھر فرمایا اسے سینے سے لگا لو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ پس اس وقت سے میں.... کچھ بھی نہیں بھُولا۔ (بخاری و مسلم)

۳۔ حضوَر علیہ السّلام نے فرمایا۔

بندہ مومن خدا سے دُعا کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ جبرئیل سے فرماتا ہے۔ اسکی دُعا قبول نہ فرما۔ میں اسکی آواز سُننی پسند کرتا ہوں اور جب فاجر دُعا کرتا ہے تو رب تعالےٰ فرماتا ہے۔ یا جبرئیل اقض حاجتہ اِسکی حاجت روائی کر دو میں اِسکی آواز سُننا نہیں چاہتا

(ص ۱۵۱/۱۰ مجمع الزوائد) (ابن نجار، ص ۲۴۹ الامن والعلیٰ)

حضوَر نے فرمایا ارسلت الی الخلق کافۃ میں ساری مخلوق کا رسُول ہوں۔ جبرئیل بھی مخلوق ہے۔ لہٰذا حضوَر اِس کے بھی

نبی ہیں یا یُوں کہوں کہ جبریلؑ حضورؐ کا اُمتی ہے۔ جب خدا کی عطا سے اُمتی جبریل حاجت روا ہے تو پھر نبی محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم بطریقِ اَولیٰ حاجت روا ہے۔

ف: اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے۔ اِس حدیث سے نبی کریم سے استعانت بھی ثابت ہوتی ہے۔ جہاں تک مسئلہ استمداد و استعانت کا تعلق ہے تو یہ ادلہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ دلائل ملاحظہ ہوں۔

دلیل اوّل: خدا تعالےٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَاِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ۔

ترجمہ: اور تم آپ پر ایک دُوسرے کی مدد کرو گی تو بیشک اللہ تعالےٰ آپ کا مددگار ہے اور جبریل نیک مومن اور اسکے بعد فرشتے بھی مدد کرنیوالے ہیں۔

دلیل دوم: اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ٥

ترجمہ: تمہارے مددگار نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور
ایمان والے کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے
ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں اور جو اللہ اور
اسکے رسول اور مسلمانوں کو اپنا مددگار بنائے تو
بیشک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ کے نیک بندوں کو
اپنا مددگار بنانا مومنوں کا طریقہ ہے نہ کہ کافروں کا اور جو مسلمان
خدا کے برگزیدہ نبیوں ولیوں کو اپنا مددگار بناتے ہیں وہ اللہ کا
گروہ ہیں وہ حزبُ اللہ ہیں اور جو انبیاء و اولیاء کی امداد کے
منکر ہیں وہ اللہ کا گروہ نہیں وہ شیطانی گروہ ہیں۔ الحمدللہ ہم
اہلِ سنّت و جماعت خدا کی عطا سے انبیاء مرسلین اور اولیاء کرام
کو اپنا مددگار سمجھتے ہیں۔ لہٰذا ہم حزب اللہ ہیں اور جو امداد کے
منکر ہیں وہ حزب الشیطان ہیں۔ لہٰذا لوگوں کو چاہیے کہ وہ حزب الرحمٰن
میں شامل ہوں اور حزبُ الشیطان سے بچ کر رہیں۔

دلیل سوم: جب وفد ہوازن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے اموال و عیال جو مسلمان غنیمت میں
لائے تھے حضور سے مانگے اور طالب احسان ہوئے تو حضور نے ان
سے فرمایا۔

اِذَا صَلَّيْتُ الظُّهْرَ فَقُوْمُوْا فَقُوْلُوْا اِنَّا

نَسْتَعِیْنُ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَوِالْمُسْلِمِیْنَ فِیْ نِسَآئِنَا وَاَبْنَائِنَا ۔ (نسائی ۱۳۶/۲)

ترجمہ: جب تم ظہر کی نماز پڑھ چکو تو کھڑے ہو جانا اور یوں کہنا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استعانت کرتے ہیں مومنین پر اپنی عورتوں اور بچوں کے بارے میں۔

جب خود نبی کریم استعانت کی تعلیم فرما رہے ہیں تو پھر استعانت ناجائز اور شرک نہیں بلکہ جائز ہوئی کیونکہ اللہ کا نبی شرک مٹانے آتا ہے۔ اسکو رواج اور پروان چڑھانے نہیں آتا۔

ہم اہلسنت نبی کریم سے استعانت کر کے آپکی تعلیمات پر عمل کرتے ہیں اور جو اسے شرک قرار دیتے ہیں وہ آپکی تعلیم کی مخالفت کرتے ہیں۔

اور جو اللہ کے نبی کی مخالفت کرتا ہے اسکا انجام یہ ہے کہ

فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِہٖ اَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ یُصِیْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ

ترجمہ: پس اِن لوگوں کو ڈرنا چاہیئے جو رسول اللہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں کہ انہیں کوئی فتنہ یا دردناک عذاب پہنچے۔

دلیل چہارم: غزوہ تبوک کے موقع پر مسلمان تنگی اور عسرت میں تھے اس وقت

بَعَثَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِلٰی عُثْمَانَ یَسْتَعِیْنُهٗ

فِیْ جَیْشِ الْعُسْرَۃِ فَبَعَثَ اِلَیْهِ عُثْمَانُ بِعَشْرَۃِ الْاَلْفِ دِیْنَارٍ

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو حضرت عثمان غنی کی طرف بھیج کر ان سے استعانت طلب فرمائی حضرت عثمان نے دس ہزار دینار حاضر خدمت کیے۔

دلیل پنجم: جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ الرَّجُلُ یَأْتِیْنِیْ فَیُرِیْدُ مَالِیْ قَالَ ذَکِّرْہُ بِاللّٰهِ قَالَ فَاِنْ لَّمْ یَذَّکَّرْ قَالَ فَاسْتَعِنْ عَلَیْهِ مَنْ حَوْلَكَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ قَالَ فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ حَوْلِیْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ قَالَ فَاسْتَعِنْ عَلَیْهِ بِالسُّلْطَانِ قَالَ فَاِنْ نَّاٰی السُّلْطَانُ عَنِّیْ قَالَ قَاتِلْ دُوْنَ مَالِكَ حَتّٰی تَکُوْنَ مِنْ شُهَدَاءِ الْاٰخِرَۃِ اَوْ تَمْنَعُ مَالَكَ۔ (صفحہ ۱۷۱/۲ نسائی)

ترجمہ: ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی۔ ایک آدمی میرا مال لینا چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا اسے خدا (کا خوف) یاد دلا۔ اس نے عرض کی اگر وہ خدا کا خوف نہ کھائے۔ فرمایا ارد گرد کے مسلمانوں سے اس پر استعانت کر۔ عرض کی اگر میرے

اِرد گرد کوئی مُسلمان نہ ہو۔ فرمایا حاکم وقت سے استعانت کر۔ عرض کی اگر حاکم مجھ سے دُور ہو فرمایا اِس (مال لوٹنے والے) سے لڑائی کر۔ یہاں تک کہ تُو آخرت کے شہیدوں میں سے ہو جائے یا اپنا مال بچالے۔

دلیل ششم: مولوی محمودالحسن دیوبندی نے ایاک نستعین کی تشریح کرتے ہوئے قرآن کے حاشیہ میں لکھا ہے ہاں مگر کسی مقبول بندے کو واسطہ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔

ک: سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم بعون الٰہی دافع البلا اور مشکل کشا ہیں۔ دلائل ملاحظہ ہوں۔

(۱) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۔

ترجمہ: اللہ اِن کافروں پر عذاب نہ فرمائے گا جب تک اے محبوب تُو اِن میں تشریف فرما ہے۔

معلوم ہوا کہ کافروں کے لیے بھی دافع البلا ہیں کہ آپ کی موجودگی اِن پر عذاب کو مانع ہے جب کفار پر سے بھی سبب دفع بلا ہیں۔ پھر مُسلمانوں پر تو خاص رؤف رحیم ہیں۔

۲۔ سیّدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کی کہ حضورؐ نے اپنے چچا ابو طالب کو کیا فائدہ دیا۔ خدا کی قسم وہ حضور کی حمایت کرتا تھا۔ حضور کے لیے لوگوں سے لڑتا تھا آپ نے فرمایا

وَجَدْتُہٗ فِیْ غَمَرَاتٍ مِنَ النَّارِ فَاَخْرَجْتُہٗ اِلٰی ضَحْضَاحٍ (ص۱۱۵ مسلم شریف)

ترجمہ: میں نے اسے سراپا آگ میں ڈوبا پایا تو اسے میں نے کھینچ کر پاؤں تک کی آگ میں کر دیا۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا

اِسْمِیْ فِی الْقُرْاٰنِ مُحَمَّدٌ وَ فِی الْاِنْجِیْلِ اَحْمَدُ وَفِی التَّوْرَاتِ اَحْیَدُ لِاَنِّیْ اَحِیْدُ عَنْ اُمَّتِیْ نَارَ جَھَنَّمَ۔

ترجمہ: میرا نام قرآن میں محمد انجیل میں احمد اور تورات میں اُحید ہے اور میرا نام اُحید اس لیے ہے کہ میں اپنی امت سے آتش دوزخ کو دفع کرتا ہوں۔

(صفحہ ۳۶۰ جواہر البحار ابن عساکر)

چونکہ دیوبندی اور غیر مقلد حضور کو دافع البلا نہیں مانتے لہذا حضورؐ ان سے نارِ جہنم دفع نہیں کریں گے کیونکہ جو جس نعمت خدا کا منکر ہوتا ہے وہ اس نعمت سے محروم رہتا ہے۔

۴۔ امیرالمؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنی زوجہ حضرت اُم کلثوم بنت علی المرتضیٰ کو بلایا۔ انہیں روتے پایا وجہ دریافت کی۔ کہا امیرالمؤمنین یہ یہودی یعنی کعب احبار کہتا ہے کہ آپ جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر ہیں۔ فاروقِ اعظم نے کہا جو اللہ چاہے۔ خدا کی قسم مجھے اُمید ہے کہ خدا نے مجھے سعید پیدا فرمایا ہے۔ پھر حضرت کعب کو بلا بھیجا۔ اُنہوں نے حاضر ہو کر عرض کی امیرالمومنین مجھ پر جلدی نہ فرمائیں۔ قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ ذی الحجہ کا مہینہ ختم نہ ہونے پائے گا کہ آپ جنّت میں تشریف لے جائیں گے۔ فرمایا یہ کیا بات کبھی جنت میں کبھی نار میں۔ عرض کی یا امیرالمومنین قسم اسکی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ آپ کو کتاب اللہ میں جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر پاتے ہیں کہ آپ لوگوں کو جہنم میں گرنے سے روکے ہوئے ہیں جب آپ انتقال فرمائیں گے تو قیامت تک لوگ آگ میں گرتے رہیں گے۔

(ص ۳۳۱/۳ طبقات ابن سعد)

گویا فاروقِ اعظم جب تک بقید حیات رہے لوگوں کے لیے جہنم سے بچاؤ کا موجب رہے۔ جب حضورؐ کے غلام دافع البلا ہیں تو پھر امام الانبیاء کا دافع البلا ہونا اظہر من الشمس ہے۔

۵۔ مکہ معظمہ میں بہتر ۷۲ مسلمان ایسے تھے جو کسی مجبوری کی وجہ سے فوری ہجرت نہ کر سکے۔ اِن میں حضرت عباس اور حضرت امیر معاویہ

بھی تھے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔

لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا۔

ترجمہ: اگر وہ جُدا ہو جاتے تو ہم ضرور اِن میں سے کافروں کو دردناک عذاب دیتے۔

معلوم ہوا یہ بہتر مُسلمان کافروں کے لیے عذاب کی رکاوٹ تھے۔ ان کے لیے دافع البلا تھے۔ جب نبی کریم کے غلاموں کی یہ برکت ہے تو خود نبی کریم کی کتنی برکت ہو گی۔

ن: نبی کریم علیہ السّلام کی شفاعت برحق ہے۔ حضور نے فرمایا۔

شَفَاعَتِيْ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِيْ۔

میری شفاعت میری اُمّت کے بڑے بڑے گنہگاروں کے لیے ہے۔

اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں شفاعت کے لیے تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ اوّل وجاہت یعنی خدا کی بارگاہ میں نبی کی عزت، دُوسری خُدا کی نبی سے محبت، تیسری خُدا کی طرف سے نبی کو شفاعت کی اجازت

وجاہت

اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی یوں تعریف فرمائی ہے۔

وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ۔

ترجمہ: دُنیا اور آخرت میں عزت والے اور مقربین میں سے

علامہ بیضاوی نے اسکی تفسیر میں لکھا ہے۔

اَلْوَجَاھَۃُ فِی الدُّنْیَا النَّبُوَّۃُ وَ فِی الْاٰخِرَۃِ الشَّفَاعَۃُ۔

ترجمہ: دُنیا میں عزت نبوت ہے اور آخرت میں شفاعت

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُخروی وجاہت کے نتیجے میں مرتبہ شفاعت پر فائز کیے جائیں گے تو امام الانبیاء حضرت عیسیٰ کے بھی نبی ہیں۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

اَمَا تَرْضَوْنَ اَنْ یَّکُوْنَ اِبْرَاھِیْمُ وَعِیْسٰی فِیْکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اِنَّھُمَا فِیْ اُمَّتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ (ص ۱۲۸ الشفا بتعریف حقوق المصطفٰی)

ترجمہ: کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ قیامت کے دن حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ تم میں ہوں گے اور یہ دونوں حضرات قیامت کے دن میری اُمت میں ہوں گے۔

لہٰذا آپ کی وجاہت بطریقِ اَولیٰ ثابت ہوئی۔ خدا تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

وَکَانَ عِنْدَ اللّٰہِ وَجِیْھًا۔

ترجمہ: اور وہ اللہ کی بارگاہ میں عزت والے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے خُدا کی بارگاہ میں التجا کی اِجْعَلْنِیْ مِنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ مولا مجھے حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کا اُمتی بنا دے۔ جب وہ مُوسیٰ علیہ السّلام جو ہمارے نبی کریم کے اُمتی بننے کی تمنا کر رہے ہیں اِنکی خُدا کی بَارگاہ میں وُہ عزّت ہے کہ خُدا ان کی عزت و وجاہت کا خود اعلان فرما رہا ہے تو پھر سرِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم اللہ کی بارگاہ میں کتنے صاحب وجاہت ہوں گے۔ آیئے آپ کی عزت و اکرام کے بارے میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔

اَنَا اَکْرَمُ وُلْدِ آدَمَ عِنْدَ رَبِّیْ وَلَا فَخْرَ۔

(صفحہ ۲۴/۱ دارمی، صفحہ ۲۰۱/۲ ترمذی شریف)

ترجمہ: میں اپنے رَب کے نزدیک اولادِ آدم میں سَب سے زیادہ عزت والا ہوں اَور میں فخر نہیں کرتا

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔

اَنَا اَکْرَمُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ عَلَی اللّٰہِ وَلَا فَخْرَ۔

(صفحہ ۲۴/۱ دارمی)

ترجمہ: میں پہلی اور پچھلی تمام مخلوق سے اللہ کے ہاں زیادہ عزت والا ہوں اَور میں اِس پر فخر نہیں کرتا

۳۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی طرف وحی کی۔ اے موسیٰ بنی اسرائیل سے کہہ دو جو احمد کو نہ مانے گا میں اسے دوزخ میں ڈالوں گا۔ انہوں نے عرض کی اے میرے رب احمد کون ہے۔

قَالَ مَاخَلَقْتُ اَكْرَمَ عَلَيَّ مِنْهُ

ترجمہ: فرمایا میں نے کوئی مخلوق اِس سے زیادہ اپنی بارگاہ میں عزت والی نہ بنائی۔

~ خلق سے اولیار اولیأ سے رسل
اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبیؐ (صفحہ ۳۷۵/۲ حلیۃ الاولیار)

۴۔ حضرت ابُوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السّلام نے فرمایا۔

اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ فَاُكْسٰى حُلَّةً مِّنْ حُلَلِ الْجَنَّةِ ثُمَّ اَقُوْمُ عَنْ يَمِيْنِ الْعَرْشِ لَيْسَ اَحَدٌ مِّنَ الْخَلَائِقِ يَقُوْمُ ذَالِكَ الْمَقَامَ غَيْرِيْ۔

ترجمہ: میں سب سے پہلے زمین سے باہر تشریف لے جاؤں گا۔ پھر مجھے جنت کے جوڑوں میں سے ایک جوڑا پہنایا جائے گا۔ میں عرش کے دائیں طرف ایسی جگہ کھڑا ہوں گا جہاں مخلوق الٰہی میں سے کوئی بھی کھڑا نہ ہو گا۔ (صفحہ ۲۰۱/۲ ترمذی شریف)

ایسا کوئی محبوب نہ ہوگا نہ کہیں ہے
بیٹھا ہے چٹائی پہ مگر عرش نشیں ہے

۵۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَقَالَ لِیْ قَلَّبْتُ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَھَا فَلَمْ اَرٰی رَجُلًا اَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ۔ (صفحہ ۲۵۲/۱ جواہر البحار)

ترجمہ: میرے پاس جبرئیل امین علیہ السلام آئے۔ انہوں نے مجھے کہا کہ میں نے زمین کے مشرق و مغرب چھان ڈالے لیکن میں نے حضورؐ سے زیادہ فضیلت والا کوئی شخص نہ دیکھا۔

یہی بولے سدرہ والے چمن جہاں کے تھالے
سبھی میں نے چھان ڈالے تیرے پایا کا نہ پایا
تجھے یک نے یک بنایا

محبت: جس خدا کی بارگاہ میں شفاعت کی جائے گی اسے شفیع سے محبت ہونا ضروری ہے۔ اب سنیئے کہ خدا کو حضورؐ سے کتنی محبت ہے۔ اس کے لیے احادیث ملاحظہ ہوں۔

۱۔ حضرت عمرو بن قیس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ اَدْرَکَ بِیَ الْاَجَلَ الْمَرْحُوْمَ وَاخْتَصَرَلِیْ اِخْتِصَارًا فَنَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ وَنَحْنُ السَّابِقُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَاِنِّیْ قَائِلٌ قَوْلاً غَیْرَ فَخْرٍ اِبْرَاھِیْمُ خَلِیْلُ اللّٰہِ وَمُوْسٰی صَفِیُّ اللّٰہِ وَاَنَا حَبِیْبُ اللّٰہِ وَمَعِیَ لِوَاءُ الْحَمْدِ۔
(صفحہ ۲۵/۱ دارمی) ؟!

ے
میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

ترجمہ: جب رحمت کا زمانہ آیا اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا فرمایا اور میرے لیے کمال اختصار کیا ہم ظہور میں پچھلے اور روز قیامت رتبے میں اگلے ہیں اور میں ایک بات فرماتا ہوں جس میں فخر و ناز کو دخل نہیں ابراہیم اللہ کے خلیل اور موسیٰ اللہ کے کلیم اور میں اللہ کا حبیب ہوں اور میرے ساتھ روزِ قیامت لواء الحمد ہوگا۔

ے
بینیٔ پُر نور پر رخشاں ہے بکہ نور کا
ہے لواء الحمد پر اڑتا پھریرا نور کا

۱۲ حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ درِ اقدس پر کچھ صحابہ بیٹھ کر انتظار کر رہے تھے اور باتوں میں مشغول تھے حضور

تشریف فرما ہوئے انہیں اس ذکر میں پایا کہ ایک کہتا ہے کہ اللہ نے ابراہیم کو خلیل بنایا۔ دوسرا بولا حضرت موسیٰ سے بلا واسطہ کلام کیا۔ تیسرے نے کہا حضرت عیسیٰ کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں چوتھے نے کہا حضرت آدم صفی اللہ ہیں۔ جب وہ سب کہہ چکے تو حضور علیہ السلام قریب آئے اور ارشاد فرمایا۔ میں نے تمہارا کلام اور تعجب کرنا سُنا کہ ابراہیم خلیل اللہ ہیں اور ہاں وہ ایسے ہی ہیں کہ موسیٰ کلیم اللہ ہیں اور وہ بیشک ایسے ہی ہیں اور عیسیٰ روح اللہ اور واقعی ایسے ہی ہیں اور آدم صفی اللہ ہیں اور حقیقت میں وہ ایسے ہی ہیں۔

الا وانا حبیب اللہ

سُن لو اور میں اللہ کا پیارا ہوں۔

(صفحہ ۲۲/۱ دارمی، صفحہ ۲۰۲/۲ ترمذی شریف)

۲۔ امام مکحول سے روایت ہے کہ امیرالمومنین حضرت عمر کا ایک یہودی پر کچھ قرض تھا۔ اس سے فرمایا قسم ہے اس کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انسانوں پر فضیلت بخشی میں تجھے نہ چھوڑوں گا یہودی نے قسم کھا کر حضور کی افضلیت مطلقہ کا انکار کیا۔ امیرالمومنین نے اسے طمانچہ دے مارا۔ یہودی بارگاہِ رسالت میں فریادی ہوا۔ حضور اقدس نے امیرالمومنین کو حکم دیا تم نے اسے تھپڑ مارا ہے اِس کو راضی کر لو اور یہودی کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا اے یہودی آدم صفی اللہ اور ابراہیم خلیل اللہ اور موسیٰ نجی اللہ اور عیسیٰ روح اللہ

ہیں اور میں وہ ہوں جس سے اللہ محبت کرتا ہے بلکہ اے یہودی اللہ نے اپنے دو ناموں پر میری اُمت کے نام رکھے اللہ تعالےٰ سلام ہے اور میری اُمت کا نام مسلمان رکھا۔ اللہ تعالےٰ مومن اور میری امت کا نام مومنین رکھا بلکہ اے یہودی۔

اِنَّ الْجَنَّةَ مُحَرَّمَةٌ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ حَتّٰى اَدْخُلَهَا وَهِيَ مُحَرَّمَةٌ عَلَى الْاُمَمِ حَتّٰى تَدْخُلَهَا اُمَّتِىْ ۔ (صفحہ ۵۱۰/۱۱ مصنف ابن ابی شیبہ)

ترجمہ: بہشت سب نبیوں پر حرام ہے جب تک میں اس میں داخل نہ ہو جاؤں اور سب اُمتوں پر حرام ہے جب تک میری اُمت اس میں داخل نہ ہو جائے

نہ پہنچیں گے جب تک گنہگاران ان کے

ے

نہ جائے گی جنت میں اُمت کسی کی

اِن احادیث سے ثابت ہو گیا کہ خدا تعالےٰ کو جیسی حضور علیہ السّلام سے محبّت ہے ویسی اور کسی مخلوق سے محبت نہیں اور محبّت کا تقاضا محبُوب کی رضا جوئی اور خوشنودی ہونا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خُدا فرماتا ہے۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۔

ترجمہ: اور تمہارا پرورد گار تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

اس آیت کے نزول پر حضور علیہ السلام نے فرمایا۔
اِذًا لَّا اَرْضٰی وَوَاحِدٌ مِّنْ اُمَّتِیْ
فِی النَّارِ۔

ترجمہ: تب تو میں اس وقت تک راضی نہ ہوں گا
جب تک میرا ایک امتی بھی آگ میں رہے گا۔

ے فترضٰی نے ڈالیں ہیں باہیں گلے میں
کہ ہو جائے راضی طبیعت کسی کی
فترضٰی کی یہ پیاری پیاری صدا ہے
کہ ہو گا قیامت میں چاہا تمہارا

اور حدیث قدسی ہے۔
کُلُّهُمْ يَطْلُبُوْنَ رِضَائِیْ وَاَنَا اَطْلُبُ
رِضَاكَ يَا مُحَمَّدُ۔

ترجمہ: سبھی میری رضا کے طالب ہیں اور اے محمد
صلی اللہ علیہ وسلم میں تیری رضا چاہتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔
رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ
فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ۔ (یہ حضرت آدم علیہ السلام کی دعا ہے)

ترجمہ: اے خدا بیشک بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ

کر دیا جو میری پیروی کرے وہ مجھ سے ہے۔

اور حضرت عیسٰی علیہ السّلام نے کہا۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ

اگر تو ان کو عذاب دے تو تیرے بندے ہیں۔

حضور علیہ السّلام نے دستِ مبارک اُٹھائے اور کہا اے اللہ میری اُمت میری اُمت (کو بخش دے) اور روئے۔ اللہ تعالےٰ نے جبرئیل کو فرمایا اے جبرئیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا حالانکہ تیرا رب بہتر جانتا ہے اور پوچھ کہ انہیں کون سی چیز رُلاتی ہے۔ حضرت جبرئیل بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور رونے کا سبب پوچھا۔ حضور نے وہ کلمات بتائے (جو دُعا میں کہے تھے) اللہ تعالےٰ نے جبرئیل امین سے فرمایا میرے حبیب سے جا کر کہو۔

اِنَّا سَنُرْضِيْكَ فِیْ اُمَّتِكَ وَلَا نَسُوْءُكَ

ترجمہ: ہم تمہیں تمہاری اُمت کے بارے میں راضی کر لیں گے اور تمہیں غمناک نہ ہونے دیں گے۔

خدا کی مرضی ہے انکی مرضی انکی مرضی خدا کی مرضی
انہیں کی مرضی پہ ہو رہا ہے انہی کی مرضی پہ کام ہوگا

(صفحہ ۱۱۳/۱ مسلم شریف)۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ

۱۔ حضور علیہ السّلام اپنی اُمت پر بڑے شفیق اور رحیم ہیں۔

ب: خُدا تعالےٰ کو حضور سے اتنی محبت ہے کہ آپ کی رضا جوئی کا طالب ہے۔

ج: اُمت کے حق میں آپ کی شفاعت اِس حد تک مقبول ہے کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

جہاں تک اذنِ شفاعت کا تعلق ہے تو اِس بارے میں ارشادِ خداوندی ہے۔

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ۔

ترجمہ: قیامت کے دِن اللہ تعالےٰ کے پاس صرف اِس شخص کی شفاعت فائدہ دے گی جسے اِس نے اجازت دی ہو گی۔

ایک اور مقام پر فرمایا۔

مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ۔

وہ کون ہے جو اِس کے ہاں اِس کی اجازت کے بغیر شفاعت کرے۔

اَور از روئے قرآن ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کی اجازت مِل چکی ہے۔ خُدا فرماتا ہے۔

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

ترجمہ: اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں

اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔

ایماندار مردوں اور عورتوں کے لیے مغفرت کی دعا مانگنا ان کے لیے شفاعت ہے۔ حدیث سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کی اجازت مل چکی ہے۔ حدیث ملاحظہ ہو۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

قیامت میں ہر نبی کا ایک منبر نور ہو گا اور میں سب سے زیادہ بلند اور نورانی منبر پر ہوں گا۔ منادی آ کر ندا کرے گا۔ کہاں ہیں نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم۔ انبیاء کہیں گے ہم سب نبی امی ہیں۔ کسے یاد فرمایا ہے۔ منادی واپس جائے گا۔ دوبارہ آ کر یوں ندا کرے گا۔ کہاں ہیں نبی امی عربی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منبر سے اتر کر جنت کی طرف تشریف لے جائیں گے۔ جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے۔ پوچھا جائے گا کون حضور فرمائیں گے محمد یا احمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر پوچھا جائے گا کیا وہ بلائے گئے ہیں۔ حضور فرمائیں گے ہاں۔ پس آپ کے لیے دروازہ کھولا جائے گا۔ اور رب تعالیٰ ان پر تجلی فرمائے گا اور آپ سے پہلے کسی پر تجلی نہ فرمائے گا۔ پس حضور خدا کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوں گے اور خدا تعالیٰ کی ان کلمات سے حمد بیان فرمائیں گے جن سے نہ پہلے کسی نے تعریف کی ہو گی اور نہ بعد میں کوئی تعریف کرے گا۔ پھر حضور سے کہا جائے گا۔

اِرْفَعْ رَأْسَكَ تَكَلَّمْ تُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَهْ ۔ (صفحہ ۱۳۶/۸ ابن حبان)

ترجمہ: سرِ اقدس اُٹھائیے بات کریں سُنی جائیگی، شفاعت کریں قبول ہوگی، سوال کریں پورا کیا جائے گا۔

اِن الفاظِ حدیث سے روشن ہوگیا کہ شفاعت کی پہلے ہی اجازت تھی اور حضورؐ کو شفاعت کی قبولیت کا یقین تھا۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔

شَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ یُؤْمِنْ بِھَا لَمْ یَکُنْ مِنْ اَھْلِھَا ۔

ترجمہ: روزِ قیامت میری شفاعت حق ہے تو جو اِس پر یقین لائے وہ اِس کے لائق ہے۔

لہٰذا جو لوگ شفاعت کے منکر ہیں حضورؐ ان کی شفاعت نہیں کریں گے۔

کہا مصطفٰے نے اے ربّ العزت گناہوں سے لبریز ہے میری اُمت
تو غفار ہے بخش دے میرے مولا یہی آپ سے سوال محمدؐ
کہا اُن کے حق نے کہ اے کملی والے حقوقِ شفاعت ہیں تیرے حوالے
جسے تو کہے گا اسے بخش دوں گا خدا ہو گیا ہم خیال محمدؐ

۶: بارگاہِ خداوندی میں کسی کی دُعا کا قبول ہوجانا اِس کے مقبولِ الٰہی ہونے کی دلیل ہے اور انبیائے کرام سے بڑھ کر کون

برگزیدہ اور مقبول الٰہی ہو سکتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالےٰ اِن کی دُعاؤں کو شرف قبولیت سے سرفراز فرماتا ہے اور نبیوں کی دُعاؤں کا قبول ہو جانا ان کی صداقت کی دلیل ہوتی ہے۔

حضرت آدم علیہ السّلام اور حضرت حوّا نے عرض کی۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۔

ترجمہ: اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اگر تو ہم پر رحم نہ کرے اور نہ بخشے تو ہم نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

اِس دُعا کا نتیجہ یہ ہوا کہ خُدا تعالےٰ نے ان کی لغزش کو معاف فرما دیا۔

حضرت اِبراہیم علیہ السّلام نے دُعا مانگی۔

رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝ فَبَشَّرْنٰہُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ۔

ترجمہ: الٰہی مجھے لائق اولاد دے تو ہم نے اِسے خوشخبری سُنائی ایک عقلمند لڑکے کی۔

حضرت ایوب علیہ السّلام کے بارے میں ارشاد ربانی ہے۔

وَاَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّہٗٓ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَہٗ

فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ ۔

ترجمہ: اور ایوب کو (یاد کرو) جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے تکلیف پہنچی اور تو سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے تو ہم نے اس کی دعا سن لی تو ہم نے دور کر دی اسے جو تکلیف تھی ۔

حضرت ذکریا علیہ السّلام نے خدا کی بارگاہ میں التجا کی ۔

وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى ۔

ترجمہ: اور ذکریا کو (یاد کرو) جب اس نے اپنے رب کو پکارا اے میرے رب مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب سے بہتر وارث ہے تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے یحییٰ عطا فرمایا ۔

حضرت یونس علیہ السّلام نے مچھلی کے پیٹ سے خدا کو پکارا

ارشادِ ربانی ہے ۔

فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۔

ترجمہ: تو تاریکیوں میں پکارا کوئی معبود نہیں سوا تیرے

پاکی ہے تجھ کو۔ بیشک مجھ سے بے جا ہوا تو ہم نے اسکی پکار سن لی اور اسے غم سے نجات بخشی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا کے بارے میں ارشاد باری ہے

قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ۔

ترجمہ:۔ عیسیٰ بن مریم نے عرض کی اے اللہ اے رب ہمارے ہم پر آسمان سے ایک خوان اتار کہ وہ ہمارے لیے عید ہو۔ ہمارے اگلے اور پچھلے لوگوں کے لیے اور تیری طرف سے نشانی اور ہمیں رزق دے اور تو سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ میں اسے تم پر اتارتا ہوں۔

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ امام الانبیاء تمام پیغمبروں سے بڑھ کر خدا کی بارگاہ کے مقبول ہیں۔ لہٰذا آپ کی دعا بطریق اولیٰ قبول ہوتی ہے۔ ہمارے نبی کریم کے دربار گہربار میں جب بھی کوئی حاجتمند حاضر ہوا تو ہر مراد لے کر واپس ہوا ہے۔ کوئی خالی ہاتھ واپس نہیں لوٹا نبی کریم نے جب بھی کسی محتاج کی حاجت کے لیے خدا کی بارگاہ میں

ہاتھ اُٹھائے ہیں خدا نے آپ کی دُعا کو شرفِ قبولیت سے سرفراز فرمایا ہے۔ حضور علیہ السّلام کی دُعا کے بارے میں چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ مُشرکہ تھیں میں ان کو اسلام کی دعوت دیتا تھا۔ ایک دن میں نے ان کو دعوت دی تو انہوں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے متعلق ایسی بات کہی جو مجھ کو ناگوار گزری۔ میں روتا ہُوا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں اپنی ماں کو اسلام کی دعوت دیتا تھا۔ وہ انکار کرتی تھی۔ آج میں نے اس کو دعوت دی تو اس نے آپ کے متعلق ایسا کلمہ کہا جو مجھے ناگوار گزرا۔ آپ اللہ تعالےٰ سے دُعا کیجئے کہ اللہ تعالےٰ ابُوہریرہ کی ماں کو ہدایت دے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اے اللہ ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت دے۔ میں رسول اللہ کی دُعا لے کر خوشی سے روانہ ہوا۔ جب میں گھر کے دروازے پر پہنچا تو دروازہ بند تھا۔ ماں نے میرے قدموں کی آہٹ سُن لی۔ اس نے کہا ابُوہریرہ اپنی جگہ ٹھہرو۔ پھر میں نے پانی گرنے کی آواز سُنی۔ میری ماں نے غسل کیا اور قمیض پہنی اور جلدی میں بغیر دوپٹہ کے باہر آئیں۔ پھر دروازہ کھولا اور کہا اے ابُوہریرہ میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں اور میں گواہی دیتی ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ پھر میں خوشی سے روتا ہوا حضور کے پاس گیا

میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ کو بشارت ہو اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کر لی اور ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت دے دی۔ (صفحہ ۳۰۱ ج ۲ مسلم شریف)

اجابت نے جھک کر گلے سے لگالیا بڑھی ناز سے جب دعائے محمد

۲۔ حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ میری ماں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لے گئی عرض کی یا رسول اللہ انس بن مالک آپ کا خادم ہے۔ اس کے لیے دعا فرمائیں۔ حضور نے فرمایا

اَللّٰھُمَّ اَکْثِرْ مَالَہٗ وَوَلَدَہٗ وَاَطِلْ عُمُرَہٗ وَاغْفِرْلَہٗ

ترجمہ: اے اللہ اس کے مال و اولاد میں کثرت دے اسکی عمر لمبی کر دے اور اسکی مغفرت فرما دے۔

حضرت انس فرماتے ہیں میرا مال زیادہ ہو گیا۔ میرا باغ سال میں دو مرتبہ پھل دیتا تھا میری اولاد بھی کثرت سے ہوئی یہاں تک کہ میں نے اپنی پشت کی سو اولاد کو اپنے ہاتھ سے دفن کیا اور میری عمر اتنی لمبی ہو گئی کہ میں اپنے اہل و عیال سے حیا محسوس کرتا اور اپنے رب کی ملاقات پسند کرنے لگا اور چوتھی دعا مغفرت کی تھی۔

اس چوتھی دعا کے بارے میں ملا معین کاشفی نے لکھا ہے کہ جب حضرت انس بن مالک کے انتقال کا وقت آیا تو آپ کے دل میں خیال آیا نبی کریم نے چار دعائیں میرے حق میں مانگی تھیں تین کی قبولیت کو تو دیکھ لیا۔ چوتھی دعا مغفرت کی تھی نہ جانے خدا نے قبول کی ہے یا نہیں تو مکان کے ایک کونے سے آواز آئی ہم نے

چوتھی دُعا کو بھی قبول کر لیا اور تمہاری مغفرت فرما دی

صفحہ ۲۲۳ ترمذی، صفحہ ۲۳۳ مسند ابی یعلی، معارج النبوۃ

؎ اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا دُلہن بن کے نکلی دعائے محمد

حضور علیہ السلام کو یا محمد کہنا جائز ہے

اگر یہ سوال کیا جائے کہ بعض روایات اور بعض تفاسیر کی بنا پر ندائے یا محمد منع ہے کیونکہ آپ کا نام لے کر پکارنا آپ کی تعظیم اور توقیر کے خلاف ہے تو اِس کا جواب یہ ہے اگر ہم یہ تفسیر تسلیم کر لیں تب بھی ندائے یا محمد مطلقاً منع نہیں ہے بلکہ آپ کو آپ کا نام لے کر بلانا منع ہے اور یہ آپ کی تعظیم و تکریم کے خلاف ہے کہ آپ کو عام آدمیوں کی طرح نام لے کر بلایا جائے اور ہمیں اس سے کوئی اختلاف نہیں ہے کہ آپ کا نام لے کر ندا کر کے بلانا حرام ہے۔

یا محمد کہنے کے جواز کی صورتیں

۱۔ اظہارِ مسرت کے لیے مثلاً حضرت برار رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو

فَصَعِدَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ فَوْقَ
الْبُيُوْتِ وَتَفَرَّقَ الْغِلْمَانُ وَالْخَدَمُ فِی

الطُّرُقِ يُنَادُوْنَ يَا مُحَمَّدُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَا مُحَمَّدُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

(صفحہ ۴۱۹/۲ مسلم شریف)

ترجمہ: مرد اور عورتیں گھروں کی چھتوں پر گئے اور بچے اور خادم گلیوں میں متفرق ہوئے اور سب کے سب ندا کرتے تھے یا محمد یا رسول اللّٰہ یا محمد یا رسول اللّٰہ

اس حدیث سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ خوشی کے وقت نعرہ رسالت یا رسول اللّٰہ یا محمد لگانا بدعت نہیں بلکہ حضور کے زمانہ پاک اور آپ کی موجودگی میں لگا اور دوسری بات یہ کہ اللّٰہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کو یا کہہ کر پکارنا شرک نہیں اگر شرک ہوتا تو حضور ان کو منع فرما دیتے۔

ب: متوجہ کرنا مقصود ہو مثلاً ایک نابینا صحابی کو حضور نے یہ دعا تعلیم فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰی لِیْ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ۔

(ص ۳۱۳/۱ المستدرک، ص ۲۲۵/۲ صحیح ابن خزیمہ، ص ۹۹ ابن ماجہ، ص ۱۹۷/۲ ترمذی، ص ۱۸۳/۱ طبرانی صغیر)

ترجمہ: اے اللّٰہ میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف توجہ

کرتا ہوں بوسیلہ تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ نبی رحمت
ہیں۔ یا محمد میں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف
اس حاجت میں متوجہ ہوا ہوں کہ میری حاجت روا ہو
الٰہی حضور کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

ج: بطور وظیفہ ذکر کرنا مقصود ہو مثلاً ابوبکر محمد بن عمر نے بیان کیا کہ میں ابوبکر بن مجاہد کے پاس بیٹھا تھا کہ شبلی آ گئے ابوبکر بن مجاہد نے اُٹھ کر ان کے ساتھ معانقہ کیا اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ میں نے کہا اے آقا آپ شبلی کی اس قدر تعظیم کر رہے ہیں اور تمام بغداد کے لوگوں کے خیال میں یہ مجنون ہیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا میں نے اس کے ساتھ وہی کیا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے ساتھ کرتے دیکھا۔ کیونکہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ شبلی آپ کے پاس آئے تو آپ نے کھڑے ہو کر اس کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ شبلی کو اس قدر نواز رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ یہ نماز کے بعد یہ آیت پڑھتا ہے۔ لقد جاءکم رسول من انفسکم اس کے بعد تین مرتبہ کہتا ہے۔ صلی اللہ علیک یا محمد۔ ابوبکر کہتے ہیں بعد میں میں شبلی سے ملا۔ ان سے پوچھا آپ نماز کے بعد کیا پڑھتے ہیں تو انہوں نے یہی بیان کیا۔ (ص ۳۹۵ تاریخ بغداد، ص ۲۵۸ جلاء الافہام، ص ۱۶۳ القول البدیع)

د: یا محمد کہنے کے جواز کی چوتھی صورت یہ ہے کہ ندائے یا محمد پر

اعتراض اس وقت ہوگا جب اس لفظ کو بطور علم استعمال کیا جائے اور اس سے مُراد آپ کا نام ہو اور اگر اس سے مُراد آپ کی صفت ہو یعنی آپ کا محمد (تعریف کیا ہوا) ہونا مراد ہو تو پھر یا محمد کے ساتھ ندا کرنے پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہے کیونکہ محمد جس طرح آپ کا نام ہے اسی طرح آپ کی صفت بھی ہے اس کی مثال ملاحظہ ہو۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ وَالَّذِیْ نَفْسُ اَبِی الْقَاسِمِ بِیَدِهٖ لَیَنْزِلَنَّ عِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ اِمَامًا مُقْسِطًا وَحَکَمًا عَدْلًا فَلَیَکْسِرَنَّ الصَّلِیْبَ وَلَیَقْتُلَنَّ الْخِنْزِیْرَ وَلَیُصْلِحَنَّ ذَاتَ الْبَیْنِ وَلَیُذْهِبَنَّ الشَّحْنَاءَ وَلَیُعْرِضَنَّ عَلَیْهِ الْمَالُ فَلَا یَقْبَلُهٗ ثُمَّ لَئِنْ قَامَ عَلٰی قَبْرِیْ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ لَاَجَبْتُهٗ۔

(صفحہ ۴۶۲/۱۱ مسند ابی یعلیٰ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا کہ جس ذات کے قبضہ میں ابوالقاسم کی جان ہے عیسٰی بن مریم ضرور نازل ہوں گے وہ امام انصاف کرنے والے حاکم اور عادل ہوں گے وہ صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو

قتل کریں گے. لوگوں میں صُلح کرائیں گے اور بُغض
دُور کریں گے اِن پر مال پیش کیا جائے گا تو وہ
مال کو قبول نہ فرمائیں گے اگر وہ میری قبر پر کھڑے
ہو کر پکاریں گے "یا محمّد" تو میں ان کو ضرور جواب
دُوں گا ۔

اِس حدیث سے معلوم ہوا ہے کہ حضور علیہ السّلام کو خُدا نے
عِلم غیب عطا فرمایا کہ آپ نے قربِ قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام
کے نزول کی خبر دی ۔

دُوسری بات یہ کہ آپ اپنی قبرِ انور میں زندہ ہیں کیونکہ قبر سے
جواب دینا زندہ ہونے کی علامت ہے ۔

تیسری بات یہ کہ آپ کو یا محمّد کہنا جائز ہے جبکہ نیّت یہ ہو کہ
یہ آپ کی صِفت ہے ۔

محدثِ اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد سردار احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ملفوظات میں زیرِ بحث حدیث کے جملہ نبی الرحمۃ کی تشریح میں لکھا ہے کہ رحمت کے مفہوم میں تین چیزیں ہیں۔ ا۔ دافع الزحمۃ، ب۔ کاشف الغمۃ، ج۔ شفیع الامۃ۔

ا۔ دافع الزحمۃ

حضرت ام جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جمرۃ العقبٰی کے پاس رمی فرماتے ہوئے دیکھا۔ رمی فرمانے کے بعد آپ منیٰ میں اپنے مقام پر تشریف لے آئے، وہاں ایک عورت اپنے لڑکے کو لے کر حاضر ہوئی جو آسیب زدہ تھا۔ اور عرض کی یارسول اللہ میرے اس لڑکے پر کوئی بلا مسلط ہے یہ بات نہیں کرتا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے فرمایا کہ پانی لاؤ تو وہ ایک برتن میں پانی لائی۔ آپ نے اس سے پانی لے کر اس برتن میں کلی کی اور دعا فرمائی اور اس کو دے کر فرمایا یہ پانی اس لڑکے کو پلاؤ اور اس میں نہلاؤ۔

ام جندب کہتی ہے کہ جب وہ عورت جانے لگی تو میں بھی اس کے ہمراہ ہوگئی۔ اور اس سے کہا اس میں سے تھوڑا سا پانی مجھے بھی دو۔ اس نے کہا لے لو۔ میں نے وہ لے کر اپنے لڑکے عبداللہ کو پلا دیا۔ وہ بہت روز زندہ رہا۔ اور بہت نیک بخت ہوا۔ پھر اس عورت سے میری ملاقات ہوئی تو اس نے کہا کہ وہ لڑکا اچھا ہو گیا۔ اور اپنے ہم عمر لڑکوں میں عقل و فراست کے اعتبار سے بے نظیر ہو گیا۔

(ص ۱۶۰/۲۵ طبرانی کبیر ص ۵۲/۸ مصنف ابن ابی شیبہ)

ب۔ کاشف الغمہ یعنی غم دُور کرنے والا:۔

حضرت حارث بن سراقہ جنگِ بدر میں شہید ہو گئے تو ان کی شہادت کی خبر مدینہ منورہ میں ان کی والدہ اور بہن کو پہنچی اُن کو بہت صدمہ ہُوا۔ اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بدر سے واپس تشریف لائے تو حارث کی والدہ آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہُوئی اور عرض کی اگر میرا بیٹا جنت میں ہے تو خوشی کا مقام ہے۔ رونے کی ضرورت نہیں، اگر دوزخ میں ہے تو خدا کی قسم میں چلا چلا کر روؤں گی۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا ایک پیالہ طلب فرمایا اور پھر اس میں اپنے ہاتھ مبارک دھوئے اور کُلی کر کے اُس میں ڈال دی۔ اور حارث کی والدہ اور بہن کو پلایا اور فرمایا۔ اِس میں سے تھوڑا سا پانی اپنے گریبانوں پر چھڑک لو۔ ان دونوں نے ایسا ہی کیا اور اپنے گھر چلی گئیں، اس کے بعد مدینہ بھر میں کوئی عورت اِن سے زیادہ خوش و خرم نہیں تھی۔

(ص ۲۷ ذکرِ جمیل)

خوشی اور غم آدمی کی اختیاری چیزیں نہیں ہیں، جب خوشی اور غم کے اسباب قائم ہو جائیں تو خوشی اور غم کا ہونا لازمی امر ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اس عورت کے دِل پر بیٹے کی موت کا صدمہ ہے۔ جس سے ضرر کا اندیشہ ہے تو آپ نے اس کی تسکین

کے لئے لعابِ دہن استعمال فرمایا۔ جس کی تاثیر سے غم دُور ہو گیا اور دل میں مسرت و شادمانی پیدا ہو گئی۔

ڈوبی ناؤ تراتے یہ ہیں؛
روتی آنکھیں ہنساتے یہ ہیں

ج۔ شَفِیعُ الاُمّتہ:۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ہر نبی کے لئے نُورانی منبر ہو گا اور میں بہت بڑے اُونچے نُورانی منبر پر ہوں گا۔

ایک منادی ندا دے گا کہ نبی اُمی کہاں ہیں، سب انبیاء علیہم السلام کہیں گے ہم سب اُمی نبی ہیں، تمہیں کس کی طرف بھیجا گیا ہے وہ دوبارہ لوٹ کر آئے گا اور کہے گا۔ نبی اُمی عربی کہاں ہیں۔

اُس کے پکارنے اور بلانے پر نبیٔ کریم منبر سے اُتریں گے اور جنت کے دروازے پر آکر اُسے کھٹکھٹائیں گے۔ پوچھا جائے گا کون ہیں کھٹکھٹانے والے تو آپ فرمائیں گے۔

میں محمد، احمد ہوں۔ پوچھا جائے گا۔ کیا آپ کو بلایا گیا ہے۔ آپ فرمائیں گے ہاں چنانچہ دروازہ کھول دیا جائے گا۔ آپ اندر داخل ہوں گے۔

اللہ ربّ العزت آپ کے سامنے آشکارہ ہو گا۔ اور آپ سے پہلے کسی کے لئے بھی آشکارہ نہ ہو گا۔ آپ اس کی تجلی۔

ذات کا مشاہدہ کریں گے۔

سجدہ ریز ہوں گے اور ایسے کلمات کے ساتھ اللہ کی حمد بجالائیں گے۔ جن کے ساتھ نہ پہلے کبھی نے اللہ کی حمد و ثناء کی ہوگی اور نہ بعد ازاں کوئی کرے گا۔

آپ سے کہا جائے گا۔ اے محمد سر کو بلند کرو۔ جو کہو گے ہم سنیں گے۔ جس کی شفاعت کرو گے ہم قبول کریں گے۔

(صفحہ ۱۳۷/۸ صحیح ابن حبان)

۔ پیش حق مژدہ شفاعت کا سناتے جائیں گے!
آپ روتے جائیں گے ہم کو ہنساتے جائیں گے

ماہ	حصہ	موضوعات	
محرم الحرام	حصہ اول	محرم الحرام شریف سے متعلق بارہ خطبوں پر مشتمل	بارہ وعظ
ماہ صفر المظفر	حصہ دوم	ولایت کا تعارف اور ماہ صفر میں وصال پانے والے چند اولیاء اللہ کے حالات پر مشتمل	بارہ وعظ
ماہ ربیع الاول	حصہ سوم	میلاد سرکار دو عالم ﷺ پر مشتمل	بارہ وعظ
ماہ ربیع الثانی	حصہ چہارم	علامات محبت اولیاء اللہ اور حضور شیخ عبد القادر جیلانی کے حالات پر مشتمل	بارہ وعظ
ماہ جمادی الاولیٰ	حصہ پنجم	مقصد تخلیق اور نماز پر مشتمل	بارہ وعظ
ماہ جمادی الاخریٰ	حصہ ششم	جمادی الاخریٰ کا تعارف اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شخصیت کے پہلوؤں پر	بارہ وعظ
ماہ رجب المرجب	حصہ ہفتم	معراج النبی ﷺ کے علاوہ امام اعظم ابو حنیفہؒ خواجہ اجمیریؒ اور دیگر موضوعات پر مبنی	بارہ وعظ
ماہ شعبان المعظم	حصہ ہشتم	فضائل شعبان، فضائل زکوٰۃ، تحویل قبلہ اور محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمدؒ اور دیگر موضوعات پر مشتمل	بارہ وعظ
ماہ رمضان المبارک	حصہ نہم	فضائل رمضان، فضائل قرآن، فضائل لیلۃ القدر کے علاوہ حضرت علیؓ اور سیدہ فاطمہؓ اور جنگ بدر جیسے موضوعات پر مشتمل	بارہ وعظ
ماہ شوال المکرم	حصہ دہم	فضائل عید الفطر، فضائل صدقہ کے علاوہ حقوق والدین روح ملک الموت مومن کی موت اور ایصال ثواب جیسے اہم موضوعات پر مشتمل	بارہ وعظ
ماہ ذی القعدہ	حصہ یازدہم	فضائل ذیقعدہ، فضائل مدینۃ المنورہ، تعمیر کعبۃ اللہ عمرہ اور دیگر موضوعات پر مشتمل	بارہ وعظ
ماہ ذی الحجہ	حصہ دوازدہم	فضائل ذی الحجہ، فضائل و مسائل حج، عید الاضحیٰ، شہادت حضرت عثمان غنیؓ شہادت حضرت عمرؓ اور دیگر موضوعات پر مشتمل	بارہ وعظ

قرآن و حدیث اور تاریخ و تفسیر کی مستند و نادر کتب کے حوالہ جات سے مزین ایک نایاب و منفرد سلسلہ

آج ہی اپنے قریبی کتب خانہ سے طلب فرمائیں

مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد

اس کتاب کا دوسرا نام ایٹم بم ہے یہ وہ کتاب ہے جس نے باطل کے ایوانوں میں زلزلہ بپا کردیا ہے اس کتاب کو پڑھ کر کئی بد مذہب راہ راست پر آ گئے ہیں اس کتاب میں گستاخان رسول و گستاخان صحابہ و گستاخان اھل بیت پر کاری ضرب لگائی ہے ان کی ایسی عبارات پیش کی گئی ہیں جنکا جواب آج تک نہیں دیا گیا یہ باطل فرقوں کے رد میں لاجواب کتاب ہے۔

اس کتاب میں غزوۂ بدر بیان کیا گیا ہے نئی نسل کے ذہنوں میں جہاد کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لئے یہ کتاب ایک عظیم سرمایہ ہے مسلمانوں کی ان کے اسلاف کے مجاہدانہ کارناموں سے واقف کرانے کے لئے ایک عجیب کوشش ہے جہاد کی فضیلت اور ضرورت کو ذہن نشین کرانے کی سعی بلیغ ہے۔

یہ کتاب بین الاقوامی حالات کو پیشِ نظر رکھ کر لکھی گئی دنیا میں بہت سے لوگ ہیں جو سرے سے خدا کی ہستی کے منکر ہیں اور اس جہاں کی نمود و نمائش کو زمانے کی پیداوار سمجھتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے یہ کتاب مشعل راہ بلکہ روشنی کا مینار ہے اس کتاب میں توحید باری تعالیٰ کے عقلی دلائل پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں خدا تعالیٰ کی ہستی کے آفاقی، نفسی اور عقلی دلائل قابلِ ستائش ہیں

خدا تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہترین فضائل اور خصائل عطا کئے ان کے دلائل دیئے گئے ہیں آپ کے خصائص کو آٹھ اقسام پر منقسم کر کے اُن پر بحث کی گئی ہے مختلف اعتراضات کے جوابات دیئے گئے جن سے کتاب کی افادیت میں اضافہ ہوا ہے اس کتاب کے پڑھنے سے قاری کے سینے میں الفت رسول کا دریا موجزن ہوتا ہے

یہ کتاب اصلاح معاشرہ کی غرض سے لکھی گئی ہے اس کتاب میں حجاب پر بڑا زور دیا گیا ہے کیونکہ بے پردگی اور عریانی دعوت گناہ کا سبب ہے اس کتاب میں معاشرے کے مختلف پہلوؤں پر تبصرہ کیا گیا ہے معاشرے میں جو برائیاں پیدا ہو چکی ہیں ان کو دور کرنے کے طریقوں پر بحث کی گئی ہے

نماز کا اہم رکن سجدہ ہے اکثر نمازی سجدہ خلاف سنت کرتے ہیں اس کتاب میں سجدے کے فوائد اور حکمتوں پر حسین تبصرہ ہے سجدے میں اس میں کیا راز تھا مکمل بحث کی گئی ہے سجدہ ایسا رکن نماز ہے جو بندہ کو خدا کے قریب کر دیتا ہے پاکستان